

کتابخانه جامعہ اسلامیہ (۱۹۹۷ء)



۱۹۹۷

نوح علیہ السلام

استاذ حسین انصاریان



فہرست

عرض مترجم

عرض مؤلف

دعا کی اہمیت

دعا، قرآن کی روشنی میں

دعا کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

ایک ساتھ مل کر دعا کرنے کی اہمیت

ناامیدی اور مایوسی کفار سے مخصوص ہے

دعا کے شرائط

شب جمعہ

کمیل بن زیاد نخعی

دعاء کمیل

”بِسْمِ اللّٰهِ“ کے کچھ دل جسپ نکات

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَ سَعَتْ کُلَّ شَیْءٍ“

”بُقُوْبِکَ الَّتِیْ قَهَرْتَ بِهَا کُلَّ شَیْءٍ“

”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ“

”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُنْزِلُ الْبَلَاءَ“

”وَعَظَمَ فِیْ مَا عِنْدَکَ رَغْبَتُهُ“

”اللّٰهُمَّ عَظَمَ سُلْطَانُکَ“

وَالنَّظَرَ فِیْاْمُرِی

اَلْهٰی وَمَوْلَایْ اُجْرِیْتَ عَلٰی

یَارَبَّ یَارَبَّ یَارَبَّ

قَوَّ عَلٰی خِدْمَتِکَ جَوَارِحِی

وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست منابع و مأخذ

نام کتاب: شرح دعاء کمیل
مؤلف: استاد حسین انصاریان
مترجم: اقبال حیدر حیدری
ناشر: انصاریان پبلیشر
کمپوزنگ: ابو محمد ہندی
چاپ اول: ۱۴۲۵ھ ق، ۱۳۸۳ھ ش
چاپ خانہ: نگین، قم
تعداد: ۳۰۰۰

عرض مترجم

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و صلى الله على محمد و آله الطاهرين.

جس طرح انسان کو اپنی مصنوعات اور ماں باپ کو اپنی اولاد محبوب ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ خداوند عالم اپنی مخلوقات کو دوست رکھتا ہے، خصوصاً اشرف المخلوقات انسان کو نہایت درجہ چاہتا ہے، کیونکہ یہی انسان خلیفۃ اللہ ہے، لہذا انسان کو بھی اپنے محبوب خالق سے غافل نہیں ہونا چاہئے، اس نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کی آسائش کے لئے زمین و آسمان کے درمیان تمام نعمتوں کو خلق فرمایا ہے، لہذا انسان کو ہر حال میں خدا کی بے شمار نعمتوں کے مقابلہ میں کا شکر گزار بندہ رہنا چاہئے کیونکہ اگر انسان شکر کرے گا تو خدا بھی نعمتوں میں مزید اضافہ فرمائے گا۔

خداوند عالم کتنا رحیم ہے، اس کی رحمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، چنانچہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم کی رحمت کے ۱۰۰ درجے ہیں ان میں سے ایک درجہ اس دنیا سے مخصوص ہے جس کی بنا پر وہ اپنے بندوں پر دنیا میں مہربان ہے، اسی نے ماں کے دل میں رحم ڈالا تو وہ اپنے بچہ سے محبت کرتی ہے، اور ۹۹ درجے آخرت کے لئے مخصوص ہیں اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خداوند عالم روز قیامت اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہوگا۔ قرآن کریم اور اہل بیت علیہم السلام کی احادیث کی بنا پر انسان کتنا ہی بڑا خاطی اور رگناہگار کیوں نہ ہو لیکن اگر خلوص نیت اور لازمی شرائط کے ساتھ خداوند مہربان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کر لے تو وہ معاف کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے: ”وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“ [1] (اور تمہارے پروردگار کا کہنا ہے کہ مجھ سے دعائیں مانگو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا)، پس اگر ہم تمام شرائط کے ساتھ دعا کریں تو دعا کے حکم کی حکمت متقاضی ہے کہ خدا ہماری دعاؤں کو قبول کرے کیونکہ اگر وہ قبول نہ کرے اور پھر بھی دعا کا حکم دے تو اس کا یہ حکم لغو و عبث ہو جائے گا۔

لہذا ہمیں کبھی بھی اپنی دعاؤں کے قبول نہ ہونے سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ مایوسی کفر ہے، بلکہ اگر ہماری دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو ہمیں دعا کے شرائط اور اس کے طریقہ پر ایک بار پھر نظر کرنا چاہئے، الحمد للہ قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں خود ایسی بھی دعائیں موجود ہیں جن کے اندر بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کے شرائط اور طریقہ بیان کئے گئے ہیں، ہمیں صرف غور سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے، انہیں میں سے ایک دعاء کمیل ہے یہ ایک ایسی عظیم الشان دعا ہے جس کو امام المتقین امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے خاص شاگرد جناب کمیل کو تعلیم فرمائی ہے، اور اس عظیم الشان دعا کے مطالب اس قدر عالی ہیں کہ اگر انسان توجہ کے ساتھ اور خلوص نیت سے پڑھے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں یا یہ دعا پڑھی ہی نہیں جاتی اور اگر پڑھی بھی جاتی ہے تو خالی عربی دعا کو دس پندرہ منٹ میں پڑھ لیا جاتا ہے، لیکن اگر ہم اس دعا کے معنی پر توجہ کرتے ہوئے اس عظیم

الشان دعا کو پڑھیں تو آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو سکتا ہے، اور جب انسان کی آنکھ میں آنسو ہوں اور اس کا دل بھرا ہوا ہو اس وقت اگر خدا کی باگاہ میں توبہ کی جائے تو خدا ضرور قبول فرمائے گا، اور اگر انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہوں میں ملوث ہو جائے اور پھر توبہ کر لے تو ممکن ہے کہ وہ اس توبہ کو بھی قبول کر لے، کیونکہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے، موت آنے سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے، ہم کسی بھی وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کر سکتے ہیں۔

حجة الاسلام و المسلمین استاد حسین انصاریان کی کتاب ”شرح دعاء کمیل“ کا ترجمہ حاضر خدمت ہے، واقعاً یہ ایک جامع شرح ہے، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد دعاء کمیل کے پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے، خصوصاً دینی طلباء کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے انہیں حضرات پر لازم ہے کہ اس کتاب کے مطالب عام مومنین تک پہنچائیں تاکہ مومنین کی دعاؤں میں معنویت اور روحانیت پیدا ہو اور ان کی مرادیں پوری ہو جائیں، اگر اس کتاب کے مطالعہ کے دوران آپ حضرات کے بھی دل بھرائیں اور آنکھوں میں آنسو آجائیں تو حقیر کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد کر لیجئے گا۔ آخر میں کتاب ہذا کی کمپوزنگ اور تصحیح میں تعاون کرنے والے رفقاء کا شکر گزار ہوں، خداوند عالم ہم سب سے اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

والسلام علیکم ورحمة الله و برکاتہ

اقبال حیدر حیدری۔

حوزہ علمیہ قم۔

ihh2001@yahoo.com

شرح دعاء کمیل

عرض مؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و صلى الله على محمد و آله الطاهرين۔

حقیر گیارہ سال کی عمر سے اپنے والد محترم کے ساتھ ماہ رمضان المبارک کی شبوں میں تھران کے مشہور مذہبی جلسوں میں شرکت کیا کرتا تھا، وہاں پر مرحوم آیت اللہ حاج سید محمد مہدی لالہ زاری لوگوں کی ہدایت کے لئے بہترین معارف الہی بیان فرماتے تھے، اور شب جمعہ کی تاریکی میں دعاء کمیل کو ملکوتی لہجہ، قلب سوزاں اور گریہ کنان آنکھوں سے اس طرح پڑھتے تھے کہ دعاء کمیل میں شرکت کرنے والا ہر شخص اس معنوی دعا اور گریہ کنان لہجہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

حقیر بھی دوسرے مومنین کی طرح اس عظیم الشان دعا سے متاثر تھا اور بڑے ہی جوش و ولولہ کے ساتھ اس بابرکت دعا میں شرکت کیا کرتا تھا، مولائے عارفین امام عاشقین حضرت علی علیہ السلام کی تعلیم کردہ یہ دعا واقعا لوگوں کی پاکیزگی روح اور گناہوں سے توبہ کا راستہ ہموار کرنے والی ہے۔

پہلی مرتبہ جیسے ہی حقیر نے اس دعا کو سنا تو تین روز کے اندر ہی الحمد للہ اس دعا کو حفظ کر لیا، اور پھر گھر میں اور اپنے ہم کلاس دوستوں کے درمیان پڑھا کرتا تھا۔

حوزہ علمیہ قم میں تحصیل علم کے لئے مشرف ہونے کے بعد جب تبلیغ کے لئے جانے لگا تو حقیر نے دعائے کمیل کے جلسات منعقد کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا، اور کچھ ہی مدت کے بعد حقیر کی دعاء کمیل پورے ایران اور بیرون ملک بھی مشہور ہو گئی، اور تصور سے زیادہ لوگ شرکت کرنے لگے، دعائے کمیل کے سلسلہ میں مومنین نے بہت سے نتائج و فوائد حاصل کئے ہیں کہ اگر ان کے بارے میں بیان کیا جائے تو خود ایک کتاب مستقل بن جائے گی۔

شب ولادت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام، حجة الاسلام و المسلمین جناب رحیمیان صاحب نے حقیر سے کہا کہ مومنین کے لئے دعاء کمیل کی ایک شرح لکھیں تاکہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس دعا کی حقیقت کے سلسلے میں مزید

معرفت حاصل کریں اور بصیرت کے ساتھ اس دعا کے جلسوں میں شرکت کریں۔
چنانچہ خدا کا لطف و کرم اور اس کی توفیق شامل حال ہوئی کہ اپنی استطاعت کے مطابق دعاء کمیل کی شرح حاضر خدمت ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ حضرات اس کتاب سے کس قدر فیضیاب ہوتے ہیں۔
آخر میں ”موسسہ دار العرفان“ کے شعبہ تحقیق میں مشغول دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح وغیرہ اور زیور طبع سے آراستہ کرنے میں زحمتیں برداشت کی ہیں، خداوند عالم مزید توفیق عنایت فرمائے۔

احقر العباد
حسین انصاریان

شرح دعاء کمیل

دعاء کمیل

بسم الله الرحمن الرحيم
بنام خدائے رحمن و رحیم
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، وَبِقُوَّتِكَ الَّتِي قَهَرْتَ
خدایا میرا سوال اس رحمت کے واسطے سے ہے جو ہر شے پر محیط ہے۔ اس قوت کے واسطے سے ہے جو ہر چیز پر
حاوی ہے
بِهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَخَضَعَ لَهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَذَلَّ لَهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَبَجَبْرُوتِكَ الَّتِي غَلَبْتَ
اور اس کے لئے ہر شے خاضع اور متواضع ہے۔ اس جبروت کے واسطے سے ہے جو ہر شے پر غالب ہے اور اس
عزت کے واسطے سے ہے
بِهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَبِعِزَّتِكَ الَّتِي لَا يَقُومُ لَهَا شَيْءٌ، وَبِعِظَمَتِكَ الَّتِي مَلَأَتْ كُلَّ
جس کے مقابلہ میں کسی میں تاب مقاومت نہیں ہے۔ اس عظمت کے واسطے سے ہے جس نے ہر چیز کو پر کر دیا ہے
شَيْءٍ، وَبِسُلْطَانِكَ الَّذِي عَلَا كُلُّ شَيْءٍ، وَبِوَجْهِكَ الْبَاقِي بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ،
اور اس سلطنت کے واسطے سے ہے جو ہر شے سے بلند تر ہے۔ اس ذات کے واسطے سے ہے جو ہر شے کی فنا کے بعد
بھی باقی رہنے والی ہے
وَبِأَسْمَائِكَ الَّتِي مَلَأَتْ أَرْكَانَ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِعِلْمِكَ الَّذِي أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ،
اور ان اسماء مبارکہ کے واسطے سے ہے جن سے ہر شے کے ارکان معمور ہیں۔ اس علم کے واسطے سے ہے جو ہر
شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے
وَبِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَضَاءَ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ، يَا نُورُ يَا قُدُّوسُ، يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِينَ،
اور اس نور ذات کے واسطے سے ہے جس سے ہر شے روشن ہے۔ اے نور، اے پاکیزہ صفات، اے اولین سے اول اور
آخرین سے آخر۔
وَيَا آخِرَ الْآخِرِينَ۔
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تَهَيْتُكَ الْعِصْمَ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُنَزِّلُ النَّعْمَ.
خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹھ لگا دیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے
ہیں۔
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تَغَيِّرُ النَّعْمَ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ
ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو متغیر کر دیا کرتے ہیں۔ ان گناہوں کو تیری بارگاہ تک
پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔
الدُّعَاءُ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُنَزِّلُ الْبَلَاءَ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ ذَنْبٍ أَدْبَيْتُهُ، وَكُلَّ خَطِيئَةٍ أَخْطَأْتُهَا.

ان گناہوں کو بخش دے جو امیدوں کو منقطع کر دیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزولِ بلاء کا سبب ہوتے ہیں۔ خدایا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ بِذِكْرِكَ، وَأَسْتَشْفَعُ بِكَ إِلَى نَفْسِكَ، وَأَسْأَلُكَ خدایا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں اور تیری ذات ہی کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا رہا ہوں تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے

بِحُودِكَ أَنْ تُدْنِيَنِي مِنْ قُرْبِكَ، وَأَنْ تُوزِعَنِي شُكْرَكَ، وَأَنْ تُلْهِمَنِي ذِكْرَكَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما۔ خدایا میں نہایت درجہ

سُؤَالٍ خَاضِعٍ مُتَذَلِّلٍ خَاطِعٍ أَنْ تُسَامِحَنِي وَتَرْحَمَنِي وَتَجْعَلَنِي بِقِسْمِكَ رَاضِيًا خشوع، خضوع اور ذلت کے ساتھ یہ سوال کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہربانی فرما۔ مجھ پر رحم کر اور جو کچھ مقدر مینھے مجھے

قَانِعًا، وَفِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ مُتَوَاضِعًا۔

اسی پر قانع بنا دے۔ مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما۔

اللَّهُمَّ وَأَسْأَلُكَ سُؤَالَ مَنْ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ، وَأَنْزَلَ بِكَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ

خدایا میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں حاجتہ، وَعَظْمٌ فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَتُهُ، اللَّهُمَّ عَظْمٌ سُلْطَانِكَ، وَعَلَا مَكَانِكَ، وَخَفِيٌّ

اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو۔ خدایا تیری سلطنت عظیم۔ تیری منزلت بلند۔ تیری تدبیر مخفی۔

مَكْرُوكٌ، وَظَهَرَ أَمْرُكَ، وَغَلَبَ قَهْرُكَ، وَجَزَتْ قُدْرَتُكَ، وَلَا يَمْكُنُ الْإِرَارُ مِنْ حُكْمَتِكَ۔

تیرا امر ظاہر تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے۔

اللَّهُمَّ لِأَجْدِ لِدُنُوْبِيغَاْفِرًا، وَلَا لِقَبَائِحِي سَاتِرًا، وَلَا لِأَشْيَاءٍ مِنْ عَمَلِي الْقَبِيحِ

خدایا میرے گناہوں کے لئے بخشنے والا میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا، میرے قبیح اعمال

بِالْحَسَنِ مُبْدِلًا غَيْرَكَ، لِإِلَهِ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي،

کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ تو وحدہ لا شریک، پاکیزہ صفات اور قابلِ حمد ہے۔ خدایا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔

وَتَجَرَّاتٍ بَجْهَلِي، وَسَكَنْتُ إِلَى قَدِيمِ ذِكْرِكَ لِي، وَمَنْكَ عَلَيَّ۔

اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھا ہوں کہ تونے مجھے ہمیشہ یاد رکھا ہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے۔

اللَّهُمَّ مَوْلَايَ كَمْ مِنْ قَبِيحٍ سَنَرْتَهُ، وَكَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلَاءِ أَفْلَقْتَهُ، وَكَمْ مِنْ

خدایا میرے کتنے ہی عیب ہیں جنہیں تونے چھپا دیا ہے اور کتنی ہی عظیم بلائیں ہیں جن سے تونے بچایا ہے۔ کتنی ٹھوکریں ہیں

عَثَارٍ وَقَبِيحَةٍ، وَكَمْ مِنْ مَكْرُوهٍ دَفَعْتَهُ، وَكَمْ مِنْ نِئَاءٍ جَمِيلٍ لَسْتُ أَهْلًا لَهُ نَسَرْتَهُ۔

جن سے تونے سنبھالا ہے اور کتنی برائیاں ہیں جنہیں تونے ٹالا ہے۔ کتنی ہی اچھی تعریفیں ہیں جن کا میں اہل نہیں تھا اور تونے میرے بارے میں انہیں نشر کیا ہے۔

اللَّهُمَّ عَظْمٌ بِلَايِي، وَأَفْرَطٌ بِيَسْؤَةٍ حَالِي، وَقَصْرَتٌ بِيَأْعْمَالِي، وَقَعَدَتٌ

خدایا میری مصیبت عظیم ہے میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے میرے اعمال میں کوتاہی ہے۔ مجھے کمزور یوں

بِيَأْعْمَالِي، وَحَسْبَنِي عَنْ نَفْعِي بَعْدَ أَمَلِي وَخَدَعْنِي الدُّنْيَا بَعْرُورًا وَنَفْسِي بِجِنَائِيهَا

کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے۔

وَمِطَالِي لِأَسْتِيْدِي، فَأَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ أَنْ لَا يُحْجِبَ عَنْكَ دُعَائِي سُوءَ عَمَلِي وَفِعَالِي،

میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ میری دعاؤں کو میری بد اعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں

وَلَا تُفْضَحْنِي بِخَفِيِّ مَا أَطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنْ بِيْرِي، وَلَا تُعَاجِلْنِي بِالْعُقُوبَةِ عَلَى مَا عَمِلْتُهُ

اپنے مخفی عیوب کی بنا پر بر سر عام رسوا نہ ہونے پاؤں میں نے تنہا یوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور

نہ

فِيخْلَوَاتِي مِنْ سُوءِ فِعْلِي وَإِسَانَتِي، وَدَوَامِ تَفْرِيطِي وَجَهَالَتِي، وَكَثْرَةِ شَهَوَاتِي وَغَفْلَتِي۔
ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بد عملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں، مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت۔

وَكَفَى اللَّهُمَّ بَعْزَتِكَ لِي فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ رَوْفًا، وَعَلَيَّ فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ
خدایا مجھ پر ہر حال میں مہربانی فرما اور میرے اوپر تمام معاملات میں کرم فرما خدایا پروردگار میرے پاس
عَطُوفًا، إِلَهِيؤ رَبِّمَنْ لِي غَيْرُكَ، أَسْأَلُهُ كَشْفَ ضُرِّي، وَالنَّظَرَ فِيمَا مَرِي۔
تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کر سکے اور میرے معاملات پر توجہ فرما سکے۔
إِلَهِي وَمَوْلَايَ أَجْرَيْتَ عَلَيَّ كَمَا اتَّبَعْتُ فِيهِ هُوَى نَفْسِي، وَلَمْ أَحْتَسِرْ فِيهِ مِنْ
خدایا مولایا تونے مجھ پر احکام نافذ کئے اور میں نے خواہش نفس کا اتباع کیا اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ دشمن
تَزَيِّنْ عَدُوِّي، فَعَرَّيْتَنِي بِمَا هُوَى وَأَسْعَدَهُ عَلَيَّ ذَلِكَ الْقَضَاءُ فَتَجَاوَزْتُ بِمَا جَرَى عَلَيَّ مِنْ
(شیطان) مجھے فریب دے رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے خواہش کے سہارے مجھے دھوکہ دیا اور میرے مقدر نے
بھی اس کا ساتھ دے دیا
ذَلِكَ بَعْضُ حُدُودِكَ، وَخَالَفْتُ بَعْضَ أَوْامِرِكَ۔
اور میں نے تیرے احکام کے معاملہ میں حدود سے تجاوز کیا اور تیرے بہت سے احکام کی خلاف ورزی کر بیٹھا۔

فَلَكِ الْحَمْدُ عَلَيَّ فَيَجْمِعُ ذَلِكَ، وَلَا حُجَّةَ لِي فِيمَا جَرَى عَلَيَّ فِيهِ فَضْلًا وَكُفْرًا،
بہر حال اس معاملہ میں میرے ذمہ تیری حمد بجالانا ضروری ہے اور اب تیری حجت ہر مسئلہ میں میرے اوپر تمام ہے
اور میرے پاس

وَالزَّمْنِيحُ كُنْكَ وَبَلَاؤُكَ، وَقَدْ أَتَيْتُكَ يَا إِلَهِي بَعْدَ تَقْصِيرِي وَإِسْرَافِي عَلَيَّ نَفْسِي،
تیرے فیصلہ کے مقابلہ میں اور تیرے حکم و آزمائش کے سامنے کوئی حجت و دلیل نہیں ہے۔ اب میں ان تمام کوتاہیوں اور
اپنے نفس پر تمام زیادتیوں
مُعْتَدِرٌ أَنَا إِذِمًّا مُنْكَسِرٌ مُسْتَعْفِرٌ مُنْجِبٌ مُرَّأً مُنْجِبًا مُرَّأً مُدْعِنًا مُعْتَرِفًا، لَا أَجِدُ مَفْرَمًا كَانَتْ مِنِّي،
کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکسار، استغفار، انابت، اقرار، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں کہ میرے پاس
ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی
وَلَا مَفْرَءَ عَالَتْوَجَّهُ إِلَيْهِ فِيمَا مَرِي غَيْرَ قَبُولِكَ عُذْرِي، وَإِدْخَالِكَ إِلَيَّ فِي سَعَةِ رَحْمَتِكَ۔
جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ صرف ایک ہی راستہ ہے کہ توابنی
رحمت کاملہ میں داخل کر لے۔

اللَّهُمَّ فَاقْبَلْ عُذْرِي، وَارْحَمْ شِدَّةَ ضُرِّي، وَفُكِّنِي مِنْ شِدَّةِ وَثَاقِي، يَا رَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِي،
لہذا پروردگار میرے عذر کو قبول فرما میری شدت مصیبت پر رحم فرما مجھے شدید قید و بند سے نجات عطا
فرما۔ پروردگار میرے بدن کی کمزوری،
وَرِقَّةَ جِلْدِي، وَدِقَّةَ عَظْمِي، يَا مَنْ بَدَأَ خَلْقِي وَذَكَرِي وَتَرَبَّيْتَنِي وَبَرَّيْتَنِي وَتَعَذَّبْتَنِي هَبْنِي لِابْتِدَاءِ
میری جلد کی نرمی اور میرے استخوان کی باریکی پر رحم فرما۔ اے میرے پیدا کرنے والے۔ اے میرے تربیت دینے والے۔
كَرَمِكَ وَسَالِفِ بَرِّكَ بِي۔

اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرما دے۔
يَا إِلَهِي وَسَيِّدِي وَرَبِّي، أَتُرَاكُ مُعَذِّبِي بِنَارِكَ بَعْدَ تَوْحِيدِكَ، وَبَعْدَمَا أَنْطَوْتُ
پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدہ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے
عَلَيَّ قَلْبِي مِنْ مَعْرِفَتِكَ، وَلَهْجَ بِي لِلسَانِيْمِ ذِكْرِكَ، وَأَعْتَقَدَهُ ضَمِيرِي مِنْ
دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں
برابر اسے برباد بھی کر دے،
حُبِّكَ، وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعًا لِرُبُوبِيَّتِكَ، هَيْهَاتَ، أَنْتَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تُضَيِّعَ
تیری محبت جاگزیں رہی ہے میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں۔ اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ
جسے تونے پالا ہے
مَنْ رَبِّيئِهِ، أَوْ تُبْعَدَ مِنْ أَدْنِيئِهِ، أَوْ تُشْرَدَ مِنْ أَوْيئِهِ، أَوْ تُسَلَّمَ إِلَى الْبَلَاءِ مِنْ كَفَيْئِهِ وَرَحْمَتِهِ۔

جسے تونے قریب کیا ہے اسے دور کر دے جسے تونے پناہ دی ہے اسے راندہ درگاہ بنادے اور جس پر تونے مہربانی کی ہے اسے بلاؤں کے حوالے کر دے۔

وَلَيْتَ شِعْرِي يَا سَيِّدِي وَالْهِيَ وَمَوْلَايَا تَسْلُطُ النَّارَ عَلَيَّ وَجُوهٌ خَرَّتْ لِعَظَمَتِكَ

میرے سردار میرے خدامیرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کر دے گا

سَاجِدَةٌ، وَعَلَى أَلْسِنٍ نَطَقَتْ بِتَوْحِيدِكَ صَادِقَةً، وَيَشْكُرُكَ مَادِحَةً، وَعَلَى قُلُوبٍ

اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد و ثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی

اعْتَرَفَتْ بِالْهَيْبَةِ مَحْفَقَةً، وَعَلَى ضَمَائِرِ حَوْتٍ مِنَ الْعِلْمِ بِكَ حَتَّى صَارَتْ خَائِبَةً، وَ

کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع و خاشع ہیں یا جو اعضاء و جوارح تیرے مراکز

عَلَى جَوَارِحٍ سَعَتْ إِلَى أَوْطَانِ تَعْبِيدِكَ طَائِعَةً، وَأَشَارَتْ بِاسْتِغْفَارِكَ مُدْعِنَةً.

عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں؛ ان پر بھی تو عذاب کرے گا۔

مَا هَكَذَا الظَّنُّ بِكَ، وَالْأَخِيرُ نَابِضُ لِكَ عَنكَ يَا كَرِيمُ يَا رَبِّ، وَأَنْتَ تَعْلَمُ

ہر گز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل و کرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے۔

ضَعِيفٌ قَلِيلٌ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَ عُقُوبَاتِهَا، وَمَا يَجْرِي فِيهَا مِنَ الْمَكَارِهِ عَلَى أَهْلِهَا،

پروردگار اتو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں

عَلَى أَنْ ذَلِكَ بَلَاءٌ وَمَكْرُوهٌ قَلِيلٌ مَكْنُوعٌ، يَسِيرٌ بِقَائِهِ، قَصِيرٌ مُدْتُهُ، فَكَيْفَ احْتِمَالِي لِبَلَاءِ الْآخِرَةِ،

قابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا

وَجَلِيلٌ وَقُوعُ الْمَكَارِهِ فِيهَا، وَهُوَ بَلَاءٌ تَطُولُ مُدَّتُهُ، وَيَدْوُمُ مَقَامُهُ، وَلَا يُخَفَّفُ عَنْ

جن کی سختیاں عظیم، جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔ جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں

أَهْلِهِ، لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ إِلَّا عَنْ غَضَبِكَ وَانْتِقَامِكَ وَسَخَطِكَ، وَهَذَا مَا لَا تَقُومُ لَهُ السَّمَاوَاتُ

تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین و آسمان نہیں لاسکتے، تو میں ایک بندہ ضعیف و ذلیل و الارض، یا سیدی، فکیف لی و انا عبدك الضعیف الذلیل الحقیقیر المسکین المستکین۔

و حقیقیر و مسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں؟!

يَا إِلَهِي وَرَبِّي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ، لِأَيِّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَشْكُو، وَلِمَا مِنْهَا أَضِجُ

خدایا۔ پروردگار۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور و آبیکی، لالیام العذاب و شدتہ، أم لطول البلاء و مدتہ، فلین صیر تنیلل عفو بات مع

گریہ و بکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور دراز مدت کے لئے کہ اگر تونے

أَعْدَائِكَ، وَجَمَعْتَ بَيْنِي وَ بَيْنَ أَهْلِ بَلَائِكَ، وَفَرَقْتَ بَيْنِي وَ بَيْنَ أَجْبَانِكَ

ان سزاؤں میں مجھے اپنے دشمنوں کے ساتھ ملا دیا اور مجھے اہل معصیت کے ساتھ جمع کر دیا اور میرے اور اپنے احباب اور

وَأَوْلِيَانِكَ، فَهَيِّنِي يَا إِلَهِي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ وَرَبِّي، صَبْرْتُ عَلَى عَذَابِكَ فَكَيْفَ

ولیاء کے درمیان جدائی ڈال دی تو اے میرے خدامیرے پروردگار میرے اقامیرے سردار! پھر یہ بھی طے ہے کہ اگر میں

أَصْبِرُ عَلَى فِرَاقِكَ، وَهَيِّنِي صَبْرْتُ عَلَى حَرِّ نَارِكَ فَكَيْفَ أَصْبِرُ عَنِ النَّظَرِ إِلَى

تیرے عذاب پر صبر بھی کر لوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کر سکتا۔ اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کر لوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو

كَرَامَتِكَ، أَمْ كَيْفَ أَسْكُنُ فِي النَّارِ وَرَجَائِي عَفْوِكَ.

برداشت نہیں کر سکتا بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اور پھر میں آتش جہنم میں جلادیا جاؤں -

فِعْرَتِكَ يَا سَيِّدِي وَمَوْلَايَ أَقْسِمُ صَادِقًا لَنْ تَرَ كَتَبِي نَاطِقًا، لِأَضِجَنَّ إِلَيْكَ بَيْنَ

تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقاو مولایا! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی اُھلھا صَاحِبِ الْأَمَلِينَ، وَلَأَصْرَحَنَّ إِلَيْكَ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِينَ، وَلَا أَبْكِينَ عَلَيْكَ بُكَاءَ امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔ اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور ”عزیز گم کردہ“ کی طرح تیری دوری اَلْفَاقِدِينَ، وَلَا نَادِيَنَّكَ أَيْنَ كُنْتَ يَا وِلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ، يَا غَايَةَ أَمَالِ الْعَارِفِينَ، يَا غِيَاثَ پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس۔

الْمُسْتَعِيثِينَ، يَا حَبِيبَ قُلُوبِ الصَّادِقِينَ، وَيَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ۔

صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے۔

أَفْتَرَاكَ سُبْحَانَكَ يَا إِلَهِي وَ بِحَمْدِكَ تَسْمَعُ فِيهَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سَجِنَ فِيهَا

اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد و ثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندے مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں

بِمُخَالَفَتِي، وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِيَتِي، وَخُسِبَ بَيْنَ أَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِيرَتِهِ وَهُوَ يَضِجُ

گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے

إِلَيْكَ ضَجِيجٌ مُؤَمِّلٌ لِرَحْمَتِكَ، وَيُنَادِيكَ بِلِسَانِ أَهْلِ تَوْحِيدِكَ، وَيَتَوَسَّلُ

اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امید وار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز

إِلَيْكَ بِرُبُوبِيَّتِكَ.

نہیں سنتا ہے۔

يَأْمُرُ لَوْلَايَ، فَكَيْفَ يَقْفِي فِي الْعَذَابِ وَهُوَ يَرُجُو مَا سَلَفَ مِنْ جَلْمِكَ، أَمْ كَيْفَ تُؤَلِّمُهُ

خدایا تیرے حلم و تحمل سے اس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل و کرم سے امیدیں وابستہ

النَّارُ وَهُوَ يَأْمُرُ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ، أَمْ كَيْفَ يُحْرِقُهُ لِهَيْبِهَا وَأَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرَى

کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو

مَكَانَهُ، أَمْ كَيْفَ يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَفِيرُهَا وَأَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ، أَمْ كَيْفَ يَتَقَلَّبُ بَيْنَ أَطْبَاقِهَا

ور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔

وَأَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ، أَمْ كَيْفَ تَرُجِرُهُ زَبَابِيئُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَا رَبِّهِ، أَمْ كَيْفَ يَرُجُو فَضْلَكَ

وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے

فَيَعْتَقِبُ مِنْهَا فَتَنْزُرُكُهُ فِيهَا، هَيْهَاتَ مَا ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ، وَلَا الْمَعْرُوفُ مِنْ

جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا، ہر گز تیرے بارے

فَضْلِكَ، وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتُ بِهِ الْمُؤَحِّدِينَ مِنْ بَرَكَ وَأَحْسَانِكَ.

میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

فَيَا لَيْتَيْنِ أَقْطَعُ لَوْلَا مَا حَكَمْتَ بِهِ مِنْ تَعْذِيبِ جَادِيكَ، وَقَضَيْتَ بِهِ مِنْ إِخْلَادِ

میں توفیقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم

مُعَانِدِيكَ لَجَعَلْتَ النَّارَ كُلَّهَا بَرْدًا وَسَلَامًا، وَمَا كَانَ لِأَحَدٍ فِيهَا مَقْرَأٌ وَلَا مَقَامًا، لِيَكْتَفَ
میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ
ہوتا۔

تَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُكَ أَقْسَمْتُ أَنْ تَمْلَأَهَا مِنَ الْكَافِرِينَ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، وَأَنْ
لیکن تونے اپنے پاکیزہ اسماء کی قسم کھائی ہے کہ جہنم کو انسان و جنات کے کافروں سے پُر کرے گا اور معاندین کو اس
میں

تُخَلِّدَ فِيهَا الْمُعَانِدِينَ، وَأَنْتَ جَلُّ ثَنَاؤِكَ قُلْتَ مُبْتَدِئًا، وَتَطَوَّلْتَ بِالْإِنْعَامِ مُتَكْرِمًا، أَفَمَنْ
ہمیشہ ہمیشہ رکھے گا۔ اور تونے ابتدائی سے یہ کہہ دیا ہے اور اپنے لطف و کرم سے یہ اعلان کر دیا ہے کہ ”مومن
كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ۔
اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔“

الْهِيَ وَسَيِّدِي، فَاسْأَلُكَ بِالْقُدْرَةِ الَّتِي قَدَرْتَهَا، وَبِالْقَضِيَّةِ الَّتِي
تو خدایا مولایا میں تیری مقدر کردہ قدرت اور تیری حتمی حکمت و قضاوت اور ہر محفل نفاذ پر غالب آنے والی عظمت کا
حوالہ دے کر

حَتَمْتَهَا وَحَكَمْتَهَا، وَغَلَبْتَ مَنْ عَلَيْهِ أَجْرُئْتَهَا، أَنْ تَهَبَ لِي فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِي هَذِهِ السَّاعَةِ
تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اسی رات میں اور اسی وقت معاف کر دے میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری
كُلِّ جُرْمٍ أَجْرُمْتُهُ، وَكُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْتُهُ، وَكُلِّ قَبِيحٍ أَسْرَرْتُهُ، وَكُلِّ جَهْلٍ عَمِلْتُهُ، كَتَمْتُهُ
ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن پر میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان، چھپا کر یا ظاہر کر کے عمل
کیا ہے اور میری

أَوْ أَعْلَنْتُهُ، أَخْفَيْتُهُ أَوْ أَظْهَرْتُهُ، وَكُلِّ سَيِّئَةٍ أَمَرْتَ بِإِثْبَاتِهَا الْكِرَامَ الْكَاتِبِينَ، الَّذِينَ وَكَلْتَهُمْ
تمام خرابیاں جنہیں تونے درج کر نے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا
ہے اور میرے

بِحَفِظِ مَا يَكُونُ مِنِّي، وَجَعَلْتَهُمْ شُهْرِدًا عَلَيَّ جَوَارِحِي، وَكُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيَّ
اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے اور پھر تو خود بھی ان سب کی نگرانی کر رہا ہے اور
جوان سے مخفی

مِنْ وَرَائِهِمْ، وَالشَّاهِدَ لِمَا خَفِيَ عَنْهُمْ، وَبِرَحْمَتِكَ أَخْفَيْتَهُ، وَبِفَضْلِكَ سَتَرْتَهُ، وَأَنْ تُؤَفِّرَ حَطِي
رہ جائے اس کا گواہ ہے سب کو معاف فرمادے یہ تو تیری رحمت ہے کہ تونے انہیں چھپا دیا ہے اور اپنے فضل و کرم
سے ان عیوب پر پر

مِنْ كُلِّ خَيْرٍ أَنْزَلْتَهُ، أَوْ إِحْسَانٍ فَضَلْتَهُ، أَوْ بَرٍّ نَشَرْتَهُ، أَوْ رِزْقٍ بَسَطْتَهُ، أَوْ ذَنْبٍ
دہ ڈال دیا ہے میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی۔ ہر وسیع
رزق۔

تَغْفِرُهُ، أَوْ خَطَاةٍ تَسْتُرُهُ.
ہر بخشے ہوئے گناہ۔ عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے۔

يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ، يَا إِلَهِي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ وَمَالِكِ رَقِي، يَا مَنْ بِيَدِهِ
اے میرے رب۔ اے میرے رب۔ اے میرے رب۔ اے میرے مولا اور آقا! اے میری بندگی کے مالک۔ اے
نَاصِيَتِي، يَا عَلِيمًا بِضُرِّي وَمَسْكِنَتِي، يَا خَبِيرًا بِفَقْرِي وَفَاقَتِي۔
میرے مقدر کے صاحب اختیار۔ اے میری پریشانی اور بے نواہی کے جاننے والے۔ اے میرے فقر و فاقہ کی اطلاع رکھنے
والے!

يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ، أَسْأَلُكَ بِحَقِّكَ وَقُدْسِكَ، وَأَعْظَمِ صِفَاتِكَ
اے میرے پروردگار۔ اے میرے رب۔ اے میرے رب! تجھے تیری قدوسیت تیرے حق اور تیرے عظیم ترین اسماء
وَأَسْمَائِكَ، أَنْ تَجْعَلَ أَوْقَاتِي مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِذِكْرِكَ مَعْمُورَةً، وَبِخِدْمَتِكَ
وصفات کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ دن اور رات میں جملہ اوقات اپنی یاد سے معمور کر دے۔ اپنی خدمت کی
مُسَلَّسِلَ تَوْفِيقَ عَطَا
مَوْصُولَةً، وَأَعْمَالِيَعْنَدَكَ مَقْبُولَةً، حَتَّى تَكُونَ أَعْمَالِي وَأَوْرَادِي كُلُّهَا رُودًا

فرما میرے اعمال کو اپنی بارگاہ میں مقبول قرار دے تاکہ میرے جملہ اعمال اور جملہ اوراد (یعنی ورد کی جمع) سب تیرے لئے

وَاجِدًا، وَحَالِي فِي خِدْمَتِكَ سَرْمَدًا.

ہوں۔ اور میرے حالات ہمیشہ تیری خدمت کے لئے وقف رہیں۔

يَا سَيِّدِي يَا مَنْ عَلَيْهِ مُعْوَلِي، يَا مَنْ إِلَيْهِ شَكْوَتُ أَحْوَالِي، يَا رَبَّ يَا رَبَّ

میرے مولامیرے مالک! جس پر میرا اعتماد ہے اور جس سے میں اپنے حالات کی فریاد کرتا ہوں۔

يَا رَبَّ، فَوَّ عَلَيَّ خِدْمَتَكَ جَوَارِحِي، وَاشْتَدُّ عَلَيَّ الْعَزِيمَةَ جَوَانِحِي، وَهَبْ لِي الْجِدَّ فِي

اے رب۔ اے رب! اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کر دے اور اپنی طرف رخ کرنے کے

لئے میرے ارادہ دل کو

خَشْيَتِكَ، وَالذَّوَامَ فِي الْإِثْتِصَالِ بِخِدْمَتِكَ، حَتَّى أَسْرَحَ إِلَيْكَ فِي مَيَادِينِ السَّابِقِينَ، وَ

مستحکم بنا دے۔ اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے

ساتھ آگے

أَسْرِعَ إِلَيْكَ فِي الْبَارِزِينَ، وَأَشْتَأَقَ إِلَيَّ فِي الْفُرْبِكَ فِي الْمَشْتَأَقِينَ، وَأَذْنُو مَنْكَ

بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی

طرح تیری

ذُنُوقَ الْمُخْلِصِينَ، وَأَخَافَكَ مَخَافَةَ الْمُؤَقِنِينَ، وَاجْتَمَعَ فِي جَوَارِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ.

قربت اختیار کروں۔ صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتھ تیرے جوار میں حاضری دوں۔

اللَّهُمَّ وَمَنْ أَرَادَنِي بِسُوءٍ فَأَرِدْهُ وَمَنْ كَادَنِي بِكَذْبٍ، وَاجْعَلْنِي أَحْسَنَ عِبِيدِكَ

خدایا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین

حصہ پانے

نَصِيبًا عِنْدَكَ، وَأَقْرَبَهُمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ، وَأَخْصِهِمْ رُفْقَةً لَدَيْكَ، فَإِنَّهُ لَا يُنَالُ ذَلِكَ

والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود و کرم کے بغیر

نہیں ہو سکتا۔

إِلَّا بِفَضْلِكَ، وَجُدْ لِي بِجُودِكَ، وَأَعْطِفْ عَلَيَّ بِمَجْدِكَ، وَاحْفَظْنِي بِرَحْمَتِكَ، وَاجْعَلْ

خدایا میرے اوپر کرم فرما۔ اپنی بزرگی سے، رحمت نازل فرما اپنی رحمت سے میرا تحفظ فرما اور میری زبان کو اپنے ذکر

سے گویا فرما۔

لِسَانِي بِذِكْرِكَ لَهْجًا، وَقَلْبِي بِحُبِّكَ مَتْنِيًّا، وَمَنْ عَلَيَّ بِحُسْنِ إِجَابَتِكَ، وَأَقْلُنِي

میرے دل کو اپنی محبت کا عاشق بنا دے اور مجھ پر بہترین قبولیت کے ساتھ احسان فرما۔

عَنْزِيَّتِي، وَأَغْفِرْ رَلَّتِي، فَإِنَّكَ قَضَيْتَ عَلَيَّ عِبَادَتِكَ بِعِبَادَتِكَ، وَأَمَرْتَهُمْ

میری لغزشوں سے در گذر فرماتو نے اپنے بندوں پر عبادت فرض کی ہے۔ انہیں دعا کا حکم دیا ہے

بِدُعَائِكَ، وَصَمَّمْتَ لَهُمُ الْإِجَابَةَ.

اور ان سے قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔

فَالِإِيكَ يَا رَبَّ نَصَبْتُ وَجْهِي، وَإِلَيْكَ يَا رَبَّ مَدَدْتُ يَدِي،

اب میں تیری طرف رخ کئے ہوئے ہوں اور تیری بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوں تیری عزت کا واسطہ میری

فِعْزَتِكَ اسْتَجِبْ لِدُعَائِي، وَبَلِّغْنِي مُنَايَ، وَلَا تَقْطَعْ مِنْ فَضْلِكَ رَجَائِي،

دعا قبول فرما، مجھے میری مراد تک پہنچا دے۔ اپنے فضل و کرم سے میری امیدوں کو منقطع نہ فرمانا۔ مجھے تمام

وَكَفِّنِي شَرَّ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ مِنْ أَعْدَائِي.

دشمنان جن و انس کے شر سے محفوظ فرمانا۔

يَا سَرِيعَ الرَّضَا، اغْفِرْ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ إِلَّا الدُّعَاءُ، فَإِنَّكَ فَعَلْتَ لِمَا تَشَاءُ، يَا مَنْ

اے بہت جلد راضی ہوجانے والے! اس بندہ کو بخش دے جس کے اختیار میں سوائے دعا کے کچھ نہیں ہے کہ تو ہی ہر

شے کا

اسْمُهُ دَوَاءٌ، وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ، وَطَاعَتُهُ غِنَى، إِرْحَمْ مَنْ رَأْسُ مَالِهِ الرَّجَاءُ، وَسِلَاحُهُ الْبُكَاءُ،

صاحب اختیار ہے۔ اے وہ پروردگار جس کا نام دوا، جس کی یاد شفا اور جس کی اطاعت مالداری ہے، اس بندہ پر رحم

فرما جس کا سرمایہ فقط

يٰۤاَسٰىغِ النَّعْمِ، يٰۤاِدْفَعِ النَّقْمَ، يٰۤاُنُوْرُ الْمُسْتَوْجِسِيْنَ فِي الظُّلْمِ، يٰۤاَعٰلِمَا لَا يُعَلِّمُ، صَلِّ عَلٰى
اميداور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے، اے کامل نعمتیں دینے والے۔ اے مصیبتوں کو رفع کرنے والے اور تاریکیوں میں
وحشت زدوں کو

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ، وَاَفْعَلْ بِي مَا اَنْتَ اٰهْلُهُ، وَصَلِّ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَاَلَيْمَةِ الْمَيَامِيْنَ مِنْ
روشنی دینے والے محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے ساتھ وہ برتاؤ کر جس کا تواہل ہے۔ اپنے رسول اور
ان کی مبارک ”آل
آلِہِ، وَاَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔
اَنَّمہ معصومین (ع)“ پر صلوات و سلام فراوان نازل فرما۔

دعا کی اہمیت

دعا؛ خداوند عالم کی بارگاہ میں احتیاج اور ضرورت کے اظہار کا نام ہے۔
دعا؛ کائنات کے مالک اور ہر شے سے بے نیازی کی بارگاہ میں فقر و ناداری کے بیان کا نام ہے۔
دعا؛ کریم باوفا کے دروازہ پر بے نوا فقیر کی التجا اور قادر مطلق کی بارگاہ میں کمزور و ناتوان کے جھولی پھیلانے کا نام
ہے۔
دعا؛ رحمن و رحیم، حکیم و کریم، سمیع و بصیر پروردگار کی بارگاہ میں؛ ضعیف و ناتوان، فقیر و مسکین اور ذلیل و مستکین
بندہ کی امداد طلب کرنے کا نام ہے۔
دعا؛ خداوند کریم، مالک الملک، غفور و ودود، علیم و قدیر خدائے یگانہ اور بے عیب حکمران کی بارگاہ میں تواضع
و انکساری خشوع اور خضوع سے پیش ہونے کا نام ہے۔
دعا؛ محبوب خدا، معشوق زاہدین، نور چشم عارفین، راز و نیاز مشتاقین، مصیبت کے ماروں کی رات کا اجالا، غریبوں کی
تکیہ گاہ اور محتاجوں کے دل کا چراغ ہے۔

دعا، قرآن کی روشنی میں

فیض بے نہایت کا مرکز، جود و کرم کا موجیں مارتا ہوا سمندر، ہدایت و رہبری کا انتظام کرنے والا، علم و دانش کو نازل
کرنے والا خداوند رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”قُلْ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ...“ [2]

”اے پیغمبر ! کہہ دو اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا۔“

دعا؛ خداوند عالم کی توجہ کا وسیلہ اور دعا کرنے والے پر رحمت الہی کے نزول کا سبب ہے، جس کے ذریعہ انسانی
زندگی سے شقاوت اور بدبختی کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اور دعا کرنے والے کی زندگی میں سعادت اور خوش بختی آجاتی
ہے۔

محبت کرنے والوں کا محبوب، عشق کرنے والوں کا معشوق، یاد کرنے والوں کا مونس و غنموا اور شکر گزاروں کا
ہمنشین، نیز بندوں کا ناصر و مددگار اور اہل دل حضرات کا معتمد قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

”وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِيْ اِذَا دَعَا نِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔“ [3]

”اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں، پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں، جب
بھی پکارتا ہے، لہذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ پر ہی ایمان و اعتماد رکھیں شاید اس طرح راہ راست پر
آجائیں۔“

جی ہاں! خدا کے علاوہ کوئی بھی بندوں سے قریب نہیں ہے، وہ ایسا قریب ہے جس کی وجہ سے انسان وجود میں آیا
ہے، اسی نے شکم مادر میں اس کی پرورش کی ہے، رحم مادر سے اس دنیا میں بھیجا ہے، اپنے اس مہمان کے لئے دنیا
کی تمام مادی اور معنوی نعمتیں فراہم کی ہیں، اس کی ہدایت اور دنیا و آخرت میں اس کی سعادت اور خوشبختی کے لئے
انبیاء کرام کو بھیجا ہے، اور قرآن کریم اور ائمہ معصومین علیہم السلام جیسی بے مثال نعمت سے نوازا ہے، اس کی پیاس
کے وقت صاف اور شفاف پانی پیدا کیا، اس کے کھانے کے لئے مناسب ترین لذیذ غذائیں فراہم کی ہیں اور اس کی
بیماریوں کے علاج کا بندوبست کیا۔ تنہائی کو دور کرنے کے لئے بیوی بچے اور دوست مہیا کئے۔ بدن چھپانے کے لئے
مختلف قسم کے کپڑے پہنانے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈالی، اس کی سخت سے سخت مشکلات کو آسان کیا اس

کی صحت و سلامتی کو باقی رکھا، اس کے مرتبہ اور وقار میں اضافہ کیا۔

یہ تمام نعمتیں خدا کے علاوہ اور کون دے سکتا ہے، اور خدا کے علاوہ کون ہے جو انسان کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کو جانتا ہو؟ یقیناً صرف خدا ہی ہے جو انسان کے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ.“ [4]

”اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کا نفس کیا کیا وسوسے پیدا کرتا ہے اور ہم اس سے رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں۔“

انبیائے کرام جو عقل و درایت، بصیرت اور کرامت کے لحاظ سے تمام انسانوں سے افضل ہیں اور ان کے دل و دماغ دوسروں سے زیادہ نورانی ہیں، ان کا علم غیب و شہود دونوں کی بہ نسبت کامل اور ایک جیسا ہے، اور تمام چیزوں کی حقیقت کو اسی طرح جانتے ہیں جس طرح سے ہیں، وہ اپنے پورے وجود کے ساتھ اس کے ساتھ وابستگی قائم کئے رکھتے تھے اور ان کی زندگی میں کوئی دن ایسا نہ آتا تھا جس میں اپنی عمر کا کچھ حصہ دعا میں بسر نہ کرتے ہوں، اور دعا کے ذریعہ اپنے محبوب کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتے ہوں۔

کیونکہ یہ حضرات دعا کو اپنی ترقی کا ذریعہ، روح کے لئے رشد، دل کی پاکیزگی اور باطن سے مادیت کا غبار ہٹانے کا ذریعہ اور زندگی کی راہ میں خداوند عالم کے فراق سے پیدا ہونے والی تمام مشکلات کا حل سمجھتے تھے، انہیں اس بات کا یقین تھا کہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے والا کوئی بھی انسان اپنی حاجت لئے بغیر واپس نہیں پلٹتا۔ اسی وجہ سے دعا کے قبول ہونے پر ایمان رکھتے تھے اور ذرہ برابر بھی شک و تردید کا شکار نہیں ہوتے تھے، وہ اپنی تمام دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے نہایت خضوع کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں درخواست کرتے تھے اور انہیں سو فیصد اطمینان ہوتا تھا کہ ایک محتاج اور نیازمند کی دعا بے نیاز کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے:

”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَبَّ لِي عَلَى الْكَبِيرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ.“ [5]

”شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق جیسی اولاد عطا کی، بے شک میرا پروردگار دعاؤں کا سننے والا ہے۔“

دعا اس طاقت کا نام ہے کہ جس کے ذریعہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے کے عالم میں خداوند رحمن کی بارگاہ میں بیٹے کی درخواست کی اور خداوند عالم نے آپ کی دعا کو مستجاب فرمایا اور آپ کی بیوی (جو دونوں ہی بوڑھے تھے) کو حضرت یحییٰ جیسا فرزند عطا کیا۔ [6]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی خواہش اور اصرار پر خداوند عالم کی بارگاہ میں آسمان سے دسترخوان نازل ہونے کی دعا فرمائی، جس کو خداوند عالم نے مستجاب فرمایا اور ان کے اصحاب و دوستوں کے لئے آسمان سے بہترین غذا نازل فرمائی۔ [7]

خداوند عالم نے اپنے بندوں کو ہر حال میں دعا کرنے، ہر خوشی اور غم میں اپنی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس کی بارگاہ رحمت میں اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کریں اور ٹوٹے ہوئے دل کی وجہ سے آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنی حاجتوں کو خدا کے سامنے پیش کریں اور اس کے حتمی وعدے کے پیش نظر اپنی دعا کے قبول ہونے کی امید رکھیں، اس کا واضح اعلان ہے: ”جو شخص دعا سے منہ موڑے گا، ذلیل و خوار ہوگا، اور آخر کار جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، جیسا کہ سورہ مومن (غافر) میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

”وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَاخِرِينَ.“ [8]

”اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعائیں کرو میں قبول کروں گا، اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اگڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔“

دعا کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

خداوند عالم کا تمام مخلوقات پر بہت بڑا احسان ہے خصوصاً انسان پر کہ اس نے اپنی بے انتہا رحمت کا دسترخوان بچھایا اور اس کا لطف و کرم سبھی کے لئے عام ہے۔

اس کی بارگاہ سے کوئی ناامید نہیں ہوتا، اس کی بارگاہ سے کسی کو دھتکارا نہیں جاتا اور اس کی بارگاہ میں کسی طرح کا کوئی بخل روا نہیں ہے۔

اس کا جود و کرم اور اس کی بخشش دائمی ہے، اور اس کی عطا سبھی تک پہنچنے والی ہے، اور وہ خود منتظر ہے کہ اس کے بندے اس کی درگاہ میں پیش ہوں۔
حضرت داؤد علیہ السلام سے خطاب ہوا:

اہل زمین سے کہو: کیوں مجھ سے دوستی نہیں کرتے؟ کیا میں اس کا اہل نہیں ہوں، میں ایسا خدا ہوں جس کے یہاں بخل نہیں ہے، اور میرے علم میں جہل کا تصور نہیں، میرے صبر میں کمزوری کا دخل نہیں، میری صفت میں تبدیلی کا کوئی تصور نہیں، میرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا، میری رحمت بے کراں ہے، اور اپنے فضل و کرم سے واپس نہیں پلٹتا، روز ازل سے میں نے عہد کیا ہے، اور محبت کی خوشبو میں جل رہا ہوں، میں نے اپنے بندوں کے دل میں نور معرفت روشن کیا ہے، جو مجھے دوست رکھتا ہے میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں، اور جو میرا رفیق (اور ہمدم) ہے میں بھی اس کا رفیق (اور ہمدم) ہوں، اس کا ہم نشین ہوں جو شخص خلوت میں میرا ذکر کرتا ہے، اور اس کا مونس ہوں جو میری یاد سے مانوس ہوتا ہے۔

اے داؤد! جو شخص مجھے تلاش کرے گا میں اسے مل جاؤں گا، اور جس شخص کو میں مل جاؤں پھر اس کو مجھے گم نہیں کرنا چاہئے۔ اے داؤد! (تمام) نعمتیں ہماری طرف سے ہیں (تو پھر) دوسروں کا شکر کیوں ادا کیا جاتا ہے، ہم ہی تو بلاؤں کو دور کرتے ہیں، (پھر کیوں) دوسرے سے امید رکھی جاتی ہے، ہم ہی سب کو پناہ دینے والے ہیں تو پھر کیوں دوسروں کی پناہ تلاش کی جاتی ہے، مجھ سے دور بھاگتے ہیں لیکن آخر کار میری طرف اناہی پڑے گا!!
قارئین کرام! ایسی خوبصورت اور معنی سے لبریز عبارتیں اسلامی کتب میں بہت زیادہ ملتے ہیں، اور ایسے کلمات، قرآن کریم کی آیات کے ساتھ ساتھ خداوند عالم کی طرف سے ایک عظیم خوشخبری ہے، جن کے ذریعہ خدا کے بندے اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہو سکتے ہیں، اور اپنی حاجت روائی کے لئے اس کی عظیم باگاہ میں دست دعا پھیلا سکتے ہیں، اور اس یقین کے ساتھ کہ اپنے مقاصد کو دعا ہی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اور ایسا کم ہوتا ہے کہ انسان بغیر دعا کے اپنے کسی اہم مقصد تک پہنچ جائے۔ اسی وجہ سے اسلامی روایات خصوصاً اہل بیت و عصمت و طہارت علیہم السلام کے کلمات میں دعا کی عظمت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ“ [9]

”یقیناً دعا ہی عبادت ہے۔“

اسی طرح آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے یہ بھی نقل ہوا ہے:

”الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ“ [10]

”دعا مغز عبادت ہے۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

”أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدُّعَاءُ“ [11]

”دعا بہترین عبادت ہے۔“

اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا:

”...مَا مِنْ شَيْءٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ وَيُطْلَبَ مِمَّا عِنْدَهُ، وَمَا أَحَدٌ أَبْغَضَ إِلَى اللَّهِ مِمَّنْ يَسْتَكْبِرُ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْأَلُ

مَاعِنْدَهُ“ [12]

”خدا کے نزدیک کوئی بھی چیز اس سے بہتر نہیں ہے کہ اس سے ان فیوض و برکات کی درخواست کی جائے جن کا وہ مالک ہے، اور کوئی شخص خدا کے نزدیک اس شخص سے زیادہ مبعوض نہیں ہے جو خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے سے منہ موڑے، اور خدا کی بارگاہ سے فضل و کرم کا طلب گار نہ ہو۔“

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے:

”أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فِي الْأَرْضِ الدُّعَاءُ“ [13]

”روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے محبوب عمل دعا ہے۔“

اسی طرح آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”الدُّعَاءُ مَفَاتِيحُ النَّجَاحِ، وَمَقَالِيدُ الْفَلَاحِ، وَخَيْرُ الدُّعَاءِ مَا صَدَرَ عَنْ صَدْرٍ نَقِيٍّ وَقَلْبٍ نَقِيٍّ، وَفِي الْمُنَاجَاةِ سَبَبُ النَّجَاةِ وَبِالإِخْلَاصِ

يَكُونُ الْخَلَاصُ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْفَرَعُ قَالِي اللَّهُ الْمَفْرَعُ“ [14]

”دعا کامیابی کی کلید اور کامرانی کا خزانہ ہے۔ اور بہترین دعا وہ ہے جو پاک و پاکیزہ سینہ اور پرہیزگار قلب سے نکلے،

مناجات، نجات کا وسیلہ اور چھٹکارے کا ذریعہ ہے، اور جب انسان مشکلات میں گھر جائے تو اس کو چاہئے کہ خدا کی بارگاہ کو اپنی پناہ گاہ قرار دے۔“

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”... فَإِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ فَعَلَيْكُمْ بِالْدُّعَاءِ وَالنَّضْرُوعِ إِلَى اللَّهِ“ [15]

”جس وقت بلائیں نازل ہوں تو تمہیں چاہئے کہ دعا کرو اور بارگاہ رب العزت میں گریہ وزاری کے ساتھ حاضر ہو۔“

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے:

”عَلَيْكَ بِالْدُّعَاءِ؛ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ“ [16]

”تم لوگوں کو دعا کرنا چاہئے کیونکہ یہی ہر درد کی دوا ہے۔“

ایک ساتھ مل کر دعا کرنے کی اہمیت

جس وقت مومنین ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دعا کرتے ہیں اور اجتماعی شکل میں خداوند عالم کی بارگاہ میں راز و نیاز، توبہ اور گریہ وزاری کرتے ہیں اور تمام لوگ اس کی بارگاہ میں دست گدائی پھیلاتے ہیں حقیقت میں ان کی دعا باب اجابت سے نزدیک ہو جاتی ہے، کیونکہ دعا کرنے والے اس مجمع میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جس کا دل ٹوٹا ہوا ہو یا جو حقیر و بے نوا ہو یا کوئی خدا کا عاشق یا کوئی عارف ہوگا یا کوئی باایمان مخلص ہوگا جس کے اخلاص، گریہ وزاری اور اضطراب اور نالہ و فریاد کی وجہ سے سب لوگ رحمت الہی کے مستحق قرار پائیں اور سب کی دعا مستجاب ہو جائے اور خداوند عالم کی مغفرت کی بوجھار ہو جائے، جیسا کہ اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ ہوسکتا ہے خداوند عالم اپنے اس ایک بندہ کی وجہ سے سب لوگوں کی دعا قبول کر لے اور اس کی گریہ وزاری کی وجہ سے تمام لوگوں پر رحمت نازل کر دے، سب کی حاجتیں پوری کر دے اور ان سب کو معاف کر دے، اور ان کی خالی جھولیوں کو اپنے مخصوص فیض و کرم سے بھر دے۔

اس سلسلے میں وحی الہی کے منبع علم الہی کی منزل معرفت کے خزانہ، رحمتوں کے باب یعنی ائمہ معصومین علیہم

السلام سے روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

”عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ: مَا اجْتَمَعَ أَرْبَعَةٌ قَطُّ عَلَى أَمْرٍ وَاجِدٍ فَدَعَوْا إِلَّا تَفَرَّقُوا عَنْ إِبَابَةٍ“ [17]

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب چار افراد مل کر کسی ایک چیز کے بارے میں دعا کرتے ہیں، جب وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں ان کی دعا قبول ہو چکی ہوتی ہے، (یعنی ان کے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے)

”قَالَ النَّبِيُّ (ص): لَا يَجْتَمِعُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا فِي أَمْرٍ وَاجِدٍ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُمْ حَتَّىٰ لَوْ دَعَوْا عَلَىٰ جَبَلٍ لَأَزَالُوهُ.“ [18]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ارشاد فرمایا: کوئی چالیس افراد مل کر کسی کام کے لئے دعا نہیں کرتے مگر یہ کہ خدا ان کی دعا قبول کر لیتا ہے یہاں تک کہ اگر یہ لوگ کسی پہاڑ کے بارے میں دعا کرے تو وہ بھی اپنے جگہ سے ہٹ جائے گا۔

عالم ربانی، عارف عاشق ”ابن فہد حلّی“ اپنی عظیم الشان کتاب ”عدۃ الداعی“ میں روایت نقل کرتے ہیں (جیسا کہ صاحب وسائل الشیعہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے):

”إِنَّ اللَّهَ أَوْحَىٰ إِلَىٰ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا عِيسَىٰ! تَقَرَّبْ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَمُرَّهُمْ أَنْ يَدْعُونِي مَعَكَ“ [19]

”خداوند عالم نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اے عیسیٰ! مومنین کے مجمع کے قریب ہو جاؤ اور ان کو حکم دو کہ میری بارگاہ میں تمہارے ساتھ دعا کریں۔“

”عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا أَحْرَزَهُ أَمْرٌ جَمَعَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ ثُمَّ دَعَا وَأَمَّنُوا“ [20]

”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہمارے والد بزرگوار ہمیشہ اس طرح کیا کرتے تھے کہ جب کسی کام کی وجہ سے غمگین اور پریشان ہوتے تھے تو عورتوں اور بچوں کو جمع کیا کرتے تھے اور اس وقت آپ دعا فرماتے تھے اور وہ سب آمین کہتے تھے۔“

ناامیدی اور مایوسی کفار سے مخصوص ہے

دعا کرنے والے کو اس کا علم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم نے خود اس کو دعا کا حکم دیا ہے اور اس کے قبول ہونے کی ضمانت بھی لی ہے، نیز دعا کا قبول کرنا خداوند عالم کے لئے بہت ہی آسان ہے، کیونکہ اس کائنات کی تمام چیزیں اس کی حکمرانی کے تحت گردش کرتی ہیں اور وہ صرف ایک اشارہ سے دعا کرنے والوں کی دعا قبول ہونے کے سارے

اسباب فراہم کرسکتا ہے۔

لہذا کسی بھی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ خدائے رحمن جس کی قدرت، بصیرت، کرم، لطف، فیض اور اس کی رحمت بے انتہا ہے؛ اس سے مایوس اور نا امید ہو چونکہ خداوند عالم اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے خصوصاً جب کوئی بندہ اس سے راز و نیاز اور دعا میں مشغول ہوتا ہے، اور مایوسی اور ناامیدی قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفار سے مخصوص ہے:

”وَلَا تَيْسُّوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْسُّ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْكَافِرُونَ“ [21]

”اور رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا۔“

قرآن مجید نے واضح طور پر اس بات پر زور دیا ہے کہ رحمت خدا سے ناامید اور مایوس نہ ہوں:

”... لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ...“ [22]

نیز اس سلسلہ میں حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) ارشاد فرماتے ہیں:

”الْفَاجِرُ الرَّاجِي لِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى أَقْرَبُ مِنْهَا مِنَ الْعَابِدِ الْمُقْنَطِ“ [23]

”رحمت الہی سے مایوس عبادت گزار کے مقابلہ میں رحمت الہی کا امیدوار بدکار، رحمت الہی سے زیادہ نزدیک تر ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”الْيَأْسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ أَشَدُّ بَرْدًا مِنَ الزَّمْهِرِيرِ“ [24]

”رحمت خدا سے ناامیدی کی ٹھنڈک، تیز سردی کی ٹھنڈک سے بھی زیادہ ہے۔“

معارف اسلامی اور روایات معصومین (ع) میں رحمت خدا سے مایوسی اور ناامیدی کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے، اور رحمت خدا سے مایوسی کے لئے عذاب کا حتمی وعدہ دیا گیا ہے۔

اگر دعا کرنے والے شخص کی دعا جلدی قبول نہ ہو تو اس کو مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دعا کا قبول ہونا اس کے لئے مفید نہ ہو جیسا کہ قرآن کریم اور روایات معصومین (ع) سے معلوم ہوتا ہے، شاید دعا قبول ہونے کا موقع اور محل نہ ہو، اور شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ خدا چاہتا ہو کہ دعا کرنے والا اور مناجات کرنے والا اپنی دعا اور مناجات میں لگا رہے اس وجہ سے اس کی دعا قبول نہ ہوئی ہو، یا ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ دعا کرنے والے کو اس دعا کے بدلے میں آخرت میں ایک عظیم مرتبہ ملنے والا ہو، اور قیامت کے روز اس کی دعا قبول ہونے والی ہو، بھر حال رحمت خدا سے مایوسی کسی بھی صورت میں عقلی، شرعی، اخلاقی اور انسانی فعل نہیں کہا جاسکتا، اور ایک مومن کبھی بھی رحمت الہی سے مایوس نہیں ہوتا۔

چنانچہ دعاسے مربوط مسائل کے سلسلہ میں اسلامی کتب میں بہت اہم روایات بیان ہوئی ہیں، لہذا ہم یہاں پر اپنے

موضوع کے لحاظ سے ان میں سے بعض کا تذکرہ مناسب سمجھتے ہیں:

۱۔ ”عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَدْعُو فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكِينَ قَدِ اسْتَجَبْتُ لَهُ، وَلَكِنْ أُحْسِبُوهُ بِحَاجَتِي هِ، فَأِنِّي أُجِبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَدْعُو فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: عَجَلُوا لَهُ حَاجَتَهُ، فَأِنِّي أُبْغِضُ صَوْتَهُ!!“ [25]

”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بے شک جب بندہ اپنے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے، تو خداوند عالم اپنے دو فرشتوں سے فرماتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے، لیکن تم اس کی حاجت براری کوفی الحال روک لو، تاکہ وہ دعا کرتا رہے: کیونکہ میں اس کے گڑگڑانے کی آواز (بار بار) سننا چاہتا ہوں۔ اور کبھی بندہ کے دعا کرتے ہی خدا اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: اس کی حاجت کو بہت جلد پورا کر دو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگ رہی ہے۔“

۲۔ ”عَنْ مَنْصُورِ الصِّقْلِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رُبَّمَا دَعَا الرَّجُلُ بِالْإِعْجَابِ فَاسْتَجِيبُ لَهُ ثُمَّ أُخْرَ ذَلِكَ إِلَى حِينٍ قَالَ فَقَالَ:

نَعَمْ قُلْتُ: وَلَمْ ذَاكَ

لِيَزِدَادَ مِنَ الدَّعَاءِ؟ قَالَ نَعَمْ“ [26]

”منصور صیقل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت مبارک میں عرض کیا: کبھی کوئی شخص دعا کرتا ہے اور (دعا کرتے ہی) اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے، اور ایک زمانہ تک اس کی حاجت پوری نہیں ہوتی ہے۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، تو میں نے عرض کیا: ایسا کیونتا کہ وہ اس سے بار بار مانگے؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)۔“

دعا کے شرائط

دعا کرنے والا اگر یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ دعا سے پہلے دعا کے شرائط کا لحاظ کرے، اور یہ شرائط اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات کی صورت میں مختلف معتبر کتابوں جیسے کتاب ”اصول کافی“، ”محجة البیضاء“، ”وسائل الشیعة“ اور ”جامع احادیث الشیعة“ وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں۔
دعا کے شرائط بغیر کسی تفسیر ووضاحت کے اس طرح ہیں:

طہارت جیسے وضو، غسل اور تیمم، حق الناس کی ادائیگی، اخلاص، دعا کو صحیح طریقہ سے پڑھنا، حلال روزی، صلہ رحم، دعا سے پہلے صدقہ دینا، خدا کی اطاعت کرنا، گناہوں سے پرہیز، اپنے عمل کی اصلاح، سحر کے وقت دعا، نماز وتر میں، فجر صادق کے وقت، طلوع آفتاب کے وقت اللہ سے گڑگڑا کر اپنی حاجت پوری ہونے کی دعا کرنا، بدھ کے روز ظہر و عصر کی نماز کے درمیان دعا کرنا دعا سے پہلے صلوات پڑھنا۔ [27]

شب جمعہ

اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کی روایات میں شب جمعہ کو دعا کا بہترین اور مناسب وقت قرار دیا گیا ہے، اور شب جمعہ کو عظمت کے لحاظ سے شب قدر کی طرح قرار دیا گیا ہے۔

بزرگ علماء کرام، اہل بصیرت اور اولیاء اللہ کہتے ہیں:

اگر ہو سکے تم لوگ شب جمعہ کو دعا، ذکر اور استغفار مینبسر کرو اور اس کے انجام سے غفلت نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنین پر رحم و کرم کرتے ہوئے اعمال کے اجر میں اضافہ کے لئے فرشتوں کو آسمان اول پر بھیجتا ہے تاکہ تمہاری نیکیوں میں اضافہ کریں اور تمہارے گناہوں کو مٹادیں۔

ایک معتبر حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

ہو سکتا ہے کہ کوئی مومن کسی چیز کے لئے دعا کرے، اور خداوند عالم اس کی حاجت پوری کرنے میں دیر کرے، یہاں تک کہ جمعہ کا روز آجائے اور اس دن اس کی حاجت پوری کی جائے۔ [28]

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ جس وقت برادران یوسف (ع) نے اپنے باپ سے یہ درخواست کی کہ وہ خدا کی بارگاہ میں ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا فرمائیں تو جناب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں عنقریب تم لوگوں کی مغفرت کے لئے خداوند عالم سے استغفار کروں گا، اور اس دعا اور طلب مغفرت کو شب جمعہ کی سحر تک روکے رکھا تاکہ ان کی دعا (شب جمعہ کی سحر میں) قبول ہو جائے [29]

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

خداوند عالم ہر شب جمعہ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اے فرشتو! اپنے رب اعلیٰ کی طرف سے شب جمعہ کی ابتداء سے آخر تک یہ آواز دیتے رہو کہ کیا کوئی ایسا مومن بندہ ہے جو طلوع فجر سے پہلے پہلے دنیا و آخرت کی حاجت کے لئے اپنے پروردگار کو پکارے، تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کیا کوئی ایسا مومن بندہ ہے جو طلوع فجر سے پہلے پہلے اپنے گناہوں کی توبہ کرے تاکہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کیا کوئی ایسا مومن بندہ ہے جس کی روزی میں نے کم کردی ہو اور وہ مجھ سے روزی زیادہ کرنا چاہتا ہو تاکہ میں طلوع فجر سے پہلے پہلے اس کی روزی زیادہ کر دوں؟ تاکہ اس کی روزی میں وسعت کر دوں۔ کیا کوئی مومن مریض ہے اور طلوع صبح سے پہلے پہلے مجھ سے صحت و سلامتی چاہتا ہے تاکہ میں اس کو شفا اور عاقبت عطا کر دوں؟ کیا کوئی بندہ مومن غمگین اور قیدی ہے، اور وہ طلوع صبح سے پہلے پہلے مجھ سے زندان سے رہائی چاہے تاکہ میں اس کی دعا کو مستجاب کر لوں؟ کیا کوئی مظلوم مومن بندہ ہے جو طلوع صبح سے پہلے پہلے مجھ سے ظالم سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرے کہ میں ظالم سے بدلہ لوں اور اس کا حق اس کو دلوا دوں؟ چنانچہ فرشتہ صبح تک اس طرح کی آواز لگاتا رہتا ہے۔ [30]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

شب جمعہ گناہوں سے پرہیز کرو کیونکہ اس شب میں گناہوں کی سزا کئی گنا ہو جاتی ہے، جیسا کہ نیکیوں کا ثواب بھی چند برابر ہوتا ہے، اور جو شخص شب جمعہ میں معصیت خدا کو ترک کرے خداوند عالم اس کے گزشتہ گناہوں کو اس شب کی برکت سے معاف کر دیتا ہے، اور اگر کوئی شخص شب جمعہ علی الاعلان گناہ کا مرتکب ہو تو خداوند عالم اس کی عمر کے برابر اس کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اور شب جمعہ علی الاعلان گناہ کرنے کا عذاب اس وجہ سے چند برابر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے ”شب جمعہ کی حرمت“ کو پامال کیا ہے۔ [31]

قارئین کرام! شب جمعہ کے لئے بہت سی دعائیں، ذکر اور ورد بیان ہوئے ہیں جن میں سے دعاء کمیل خاص اہمیت کی

حامل ہے۔

کمیل بن زیاد نخعی

شیعہ سنی بزرگ علماء نے کمیل بن زیاد کی قوت ایمان، قدرت روح، پاک و پاکیزہ فکر، خلوص نیت، اخلاق حسنہ اور بہترین اعمال سے آراستہ ہونے کے لحاظ سے تعریف و توصیف کی ہے۔ دونوں فرقوں کے علماء کمیل بن زیاد کی عدالت، جلالت، عظمت اور ان کی کرامت کے سلسلہ میں متفق ہیں۔ کمیل بن زیاد حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہما السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے [32] حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کمیل بن زیاد کو اپنے دس قابل اطمینان اصحاب میں شمار کیا ہے۔ [33] جناب کمیل بن زیاد حضرت علی علیہ السلام کے بہترین شیعہ، عاشق، محب اور دوستدار تھے۔ [34] جو وصیتیں اور نصیحتیں حضرت علی علیہ السلام نے کمیل بن زیاد کو فرمائی ہیں، وہ کمیل بن زیاد کے بہترین ایمان اور معرفت پر دلالت کرتی ہیں۔

اہل سنت حضرات جو حق و عدالت اور انصاف و مروت سے دوری کی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام کے چاہنے والوں کے سلسلہ میں مثبت نظریہ نہیں رکھتے ہیں؛ لیکن پھر بھی کمیل بن زیاد کو تمام امور میں مورد اطمینان قرار دیتے ہیں۔ [35]

عرفاء، صاحبان سیر و سلوک اور دیدار محبوب کے مشتاق افراد کمیل بن زیاد کو حضرت علی علیہ السلام کا ہمارا اور آپ کے معنوی معارف کا خزانہ سمجھتے ہیں۔ کمیل بن زیاد نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی حیات طیبہ میں ۱۸ سال زندگی گزاری اور شمع رسالت کے نور سے بہرہ مند رہے۔

جناب کمیل؛ ایک عظیم انسان اور طیب و طاہر وجود کے مالک تھے، جو اپنی لیاقت کی بنا پر حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھوں شہادت کے عظیم درجہ پر فائز ہوئے، جیسا کہ آپ کے محبوب (حضرت علی علیہ السلام) نے ان کی شہادت کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

جب خونخوار حجاج بن یوسف ظالم اموی حکمران کی طرف سے عراق کا گورنر بنایا گیا، اس وقت اس نے کمیل بن زیاد کو تلاش کرنا شروع کر دیا تاکہ ان کو محبت اہل بیت علیہم السلام کے جرم میں اور شیعہ ہونے کے جرم میں جو بڑا جرم تھا قتل کرے۔

کمیل بن زیاد؛ حجاج کی نگاہوں سے چھپے ہوئے تھے، جس کی بنا پر حجاج نے کمیل بن زیاد کے رشتہ داروں کا وظیفہ بیت المال سے بند کر دیا، جس وقت جناب کمیل کو اس چیز کی خبر پہنچی کہ میرے رشتہ داروں کا وظیفہ میری وجہ سے بند کر دیا گیا ہے، تو آپ نے فرمایا:

”اب میرا آخری وقت ہے میری وجہ سے میرے رشتہ داروں کا وظیفہ اور رزق بند ہونا مناسب نہیں ہے۔“

یہ کہہ کر اپنی مخفی گاہ سے باہر نکلے اور حجاج کے پاس خود چلے گئے، حجاج نے کہا: میں تجھے سزا دینے کے لئے تلاش کر رہا تھا۔

جناب کمیل بن زیاد نے کہا: جو تو کرسکتا ہے کر گزر، یہ میری آخری عمر ہے، اور عنقریب ہی ہم اور تم خدا کی بارگاہ میں جانے والے ہیں، میرے مولا (علی بن ابی طالب علیہ السلام) نے مجھے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ تو میرا قاتل ہے۔

حجاج نے حکم دیا کہ کمیل بن زیاد کا سر قلم کر دیا جائے اس وقت اس مرد الہی اور نورانی شخصیت کی عمر ۹۰ سال تھی، چنانچہ حجاج کے ہاتھوں آپ کی شہادت واقع ہو گئی، آپ کامرقد مطہر ”ثویہ“ نامی علاقے میں ہے جو نجف اور کوفہ کے درمیان ہے جہاں پر ہر روز عام و خاص سیکڑوں افراد یارت کے لئے جاتے ہیں۔

دعاء کمیل

عارفین عاشق اور عاشقین عارف، بیدار دل اور حقائق سے آشنا حضرات کی نظر میں دعاء کمیل کی وہی اہمیت ہے جو تمام مخلوقات میں انسان کی ہے، جس طرح انسان کو اشرف المخلوقات شمار کیا جاتا ہے اسی طرح دعاء کمیل کو اشرف دعا شمار کیا جاتا ہے، اور اس کو ”انسان الادعیہ“ (دعاؤں کا انسان) کہا جاتا ہے۔

علامہ کم نظیر، محقق خبیر اور محدث بصیر حضرت علامہ مجلسی نے اس دعا کو دو سری اور دعاؤں میں سب سے بہتر قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب ”زاد المعاد“ میں سید بن طاووس کی کتاب ”اقبال“ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جناب کمیل نے فرمایا: ایک روز میں شہر بصرہ میں اپنے مولا و آقا حضرت علی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا، اس وقت ۱۵ شعبان المعظم کے سلسلہ میں گفتگو ہونے لگی، آپ نے فرمایا: جو شخص اس رات کو جاگ کر گزارے اور حضرت خضر علیہ السلام کی دعا پڑھے، تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ جس وقت آپ وہاں سے گھر تشریف لائے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے پہنچا، جب امام علیہ السلام نے مجھے دیکھا تو فرمایا: کیا کوئی کام ہے؟ میں نے عرض کیا:

مولا! دعائے حضرت خضر (ع) کی خاطر آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے کمیل! جب اس دعا کو یاد کرلو تو اس کو ہر شب جمعہ یا مہینہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار یا (کم سے کم) اپنی زندگی میں ایک بار (ضرور) پڑھ لینا، اس دعا کے پڑھنے سے دشمن کے شر سے محفوظ رہو گے، اور تمہاری غیبی مدد ہوگی، روزی زیادہ کردی جائے گی، اور تمہارے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

اے کمیل! (یاد رکھو) تمہارا ہمارے ساتھ زیادہ رہنا اور ہماری زیادہ تعریف کرنا اس بات کا سبب بنا کہ اس عظیم الشان دعا سے تمہیں سرفراز کروں۔

اور اس کے بعد آپ نے پوری دعا تلقین فرمائی۔

با معرفت مناجات کرنے والے عالم ربّانی مرحوم کفعمی اپنی عظیم الشان کتاب ”مصباح“ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت

امیر المومنین علیہ السلام اس دعا کو سجدہ کی حالت میں پڑھتے تھے۔ [36]

اس دعا کو پڑھنے والے کو چاہئے کہ شب جمعہ کو تمام شرائط کا لحاظ کرنے کے ساتھ روقبلہ ہو اور خشوع و خضوع کے ساتھ آنسوؤں سے بھری آنکھیں اور لرزتی ہوئی آواز میں اس دعا کو پڑھے، کہ اس طرح دعا پڑھنا باب اجابت سے

نزدیک ہے اور اس کے آثار جلدی ظاہر ہوتے ہیں۔ [37]

آنسو بھری آنکھیں خداوند عالم کی نظر میں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور آنسو بھری آنکھیں اور سوز دل سے رونا اور گڑ گڑانا

گناہوں کی بخشش اور خداوند عالم کے غضب کو خاموش کرنے نیز رحمت الہی نازل ہونے کا سبب ہوتی ہیں۔ [38]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”گریہ و نالہ اور فریاد کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے لئے کوئی پیمانہ نہ ہو، کیونکہ گریہ کا ایک قطرہ دریامیں لگی آگ کو خاموش کر دیتا ہے، جب آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو جائیں، جب چہرہ پر ذلت و خواری کے آثار ظاہر ہوں اور جب انسان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں تو خداوند عالم اس پر آتش جہنم کو حرام کر دیتا ہے، بے شک اگر امت میں کوئی ایک بھی رونے والا موجود ہو تو تمام امت شامل رحمت الہی ہو جاتی ہے۔ [39]

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تین آنکھوں کے علاوہ سب آنکھیں گریاں کناں نظر آئیں گی:

۱۔ وہ آنکھ جو خدا کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھے۔

۲۔ وہ آنکھ جو راہ خدا میں جاگے۔

۳۔ وہ آنکھ جو راتوں کو خوف خدا سے روتی رہے۔ [40]

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“

”شروع کرتا ہوں اس اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔“

دعاء شریف کمیل کا آغاز بے نہایت نورانی مرکز ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ سے ہونے کی چند دلیلیں ہو سکتی ہیں:

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام؛ حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

۱۔ ”كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُذَكَّرُ بِسْمِ اللَّهِ فِيهِ فَبُؤْ أَبْتَرُ“ [41]

”ہر وہ اہم کام جو خدا کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ بے فائدہ ہے یعنی وہ مقصد تک نہیں پہنچ سکتا“

۲۔ مرحوم طبرسی نے اپنی عظیم الشان کتاب ”مکارم الاخلاق“ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے:

”مَا مِنْ أَحَدٍ دَبَّعَهُ أَمْرٌ يَغْمُهُ أَوْ كَرِبَتْهُ كَرِبَةٌ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَّا فَرَّجَ اللَّهُ كُرْبَتَهُ

وَأَذْبَبَ غَمَّهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى“ [42]

” کوئی پریشان اور غمگین شخص ایسا نہیں جو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر تین بار ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھے ، اور خدا اس کی پریشانی اور غم واندوہ کو دور نہ کرے، اگر خداوند متعال کا ارادہ شامل حال ہو۔“

۳۔ ”لَا یُرَدُّ دُعَاؤُاَ اَوْ لُہُ“ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ [43]

”جس دعا کی ابتداء ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ سے کی جائے وہ بارگاہ الہی میں رد نہیں ہوگی۔“

۴۔ حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے جہنم کے شعلوں کو ۱۹ شمار کیا ہے اور فرمایا جو شخص ان ۱۹ شعلوں سے محفوظ رہنا چاہے اس کو ہمیشہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کا ورد کرتے رہنا چاہئے ، جس کے ۱۹ حرف ہیں تاکہ خداوند عالم اس کے ہر حرف کو جہنم کے ایک شعلہ کے لئے سپر قرار دے۔

۵۔ نیز حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے روایت ہے کہ جب کوئی استاد اپنے شاگرد کو ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کی تعلیم دے تو خداوند عالم اس بچے ، اس کے ماں اور اس استاد کے لئے آتش جہنم سے نجات کا پروانہ لکھ دیتا ہے۔

۶۔ اسی طرح پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے روایت ہے کہ میری امت کو روز قیامت حساب و کتاب کے میدان میں روک لیا جائے گا، اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب کیا جائے گا ، اور ان کے اعمال کو ایک ترازو میں رکھا جائے گا ان کی نیکیاں ؛ برائیوں پر بھاری ہیں، یہ دیکھ کر دوسری امتیں چلائیں گی کہ اس امت کی تھوڑی سی نیکیوں کی وجہ سے کیوں ان کا پلہ بھاری ہے؟ تو اس وقت ان کے نبی جواب دیں گے: کیونکہ یہ امت اپنے ہر کام کا آغاز خداوند عالم کے تین ناموں سے کیا کرتی تھی: ”اللّٰہُ“ ”الرّحْمٰنُ“ ”الرّحِیْمُ“ کہ اگر ان ناموں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلے میں تمام انسانوں کی نیکیاں اور برائیاں رکھ دیں جائیں تو ان تینوں ناموں کا پلڑا بھاری رہے گا۔

۷۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اسم اعظم سے اتنا نزدیک ہے جتنی آنکھ کی سیاہی سے سفیدی نزدیک ہوتی ہے۔ [44]

بے شک جب کوئی دعا (خصوصاً دعاء کمیل) حضرت حق کے اسم اعظم سے شروع ہو تو یقیناً باب اجابت سے ٹکرانے گی، اور پڑھنے والے کی مرادیں پوری ہونگی۔

”بِسْمِ اللّٰہِ“ وہ شراب طہور ہے کہ اسے جس وقت ساقی عشق کے ہاتھوں سے دل و جان نوش کریں تو ایسا وجد اور نشاط طاری ہوتا ہے جس کی توصیف کرنا مشکل ہے، اور وہ معشوق کے عشق میں کھو جائے اور اپنے محبوب کے وصال کے لئے بغیر کسی خستگی اور تھکن کے راستہ کو طے کرتا چلا جاتا ہے۔

”بِسْمِ اللّٰہِ“ کے کچھ دل چسپ نکات

لفظ ”اسم“ علم صرف ونحو کے لحاظ سے ”سمو“ سے نکلا ہے جس کے معنی رفعت، بلندی، بزرگی اور برتری کے ہیں۔ خداوند مہربان نے اپنے اس نورانی اور اثر بخش کلام میں لفظ ”اسم“ سے حرف ”با“ کو متصل کیا ہے، تاکہ انسان اس لفظ کو جاری کرتے وقت یہ توجہ کرے کہ محبوب کے نام سے محبوب کی بارگاہ میں متوسل ہونا چاہتا ہے اور اس محبوب سے متوسل ہونا صرف زبان سے اس کا نام لینا کافی نہیں ہے بلکہ جب تک اپنے دل سے اخلاقی اور معنوی گندگی کو دور نہ کرے اور اپنی زبان کو اور بے ہودہ باتوں نیز غیر خدا کے ذکر سے استغفار کے پانی سے پاک نہ کرے اس وقت تک اپنے اندر محبوب سے متوسل ہونے اور اس کے جلوہ کے نظارہ کا امکان پیدا نہیں ہو سکتا، نیز اس اہم بات کی طرف بھی توجہ رہے کہ دل و جان کی طہارت، اخلاص نیت، اور اپنی نیازمندی اور حضرت حق کی بے نیازی کے اقرار کے بغیر ، خداوند منان کا نام زبان پر جاری کرنا اس کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے:

بزار بار بشویم دہان بہ مشک و گلاب

ہنوز نام تو بردن کمال بی ادبی است

(اگر بزار بار بھی مشک و گلاب سے اپنا منہ دھو کر بھی تیرا نام لیا جائے تو بھی انتہائی بے ادبی ہے)

خداوند متعال چونکہ مصدر پاکیزگی، طہارت اور تقدس ہے اور یہ خاکی انسان بالکل بے بضاعت اور ہیچ ہے، لہذا یہ ادنیٰ درجہ والا انسان بغیر کسی واسطہ کے عزت و جلالت کی طرف عروج نہیں کر سکتا، اس لئے خداوند عالم نے ”بِسْمِ اللّٰہِ“ کو اپنے اور اس کے درمیان واسطہ قرار دیا تاکہ انسان اس عظیم المرتبت اور آسمانی کلام کے ذریعہ اپنے دل و جان میں اس کے اثرات مرتب کر کے رفعت و بلندی کی سیڑھی پر قدم رکھے اور غیبی طور پر جمال و جلال کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت کا راستہ ہموار کرے۔

ایک عارف عاشق اور صاحب دل فرماتے ہیں: حرف ”ب“ حرکت اور سلوک کی ابتداء پر اشارہ کرتا ہے اور حرف ”ب“

سے حرف ”س“ تک معرفت کا ایک عظیم میدان ہے، حرف ”ب“ اور ”اسم“ کے درمیان سے لفظ ”اسم“ کے الف کا نہ پڑھا جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک اس راستہ پر چلنے والے کی انانیت اور غرور؛ نور توحید میں غرق نہ ہو جائے اور وہ اپنے کو دوست کی محبت کے عشق کی آگ میں نہ جلا دے اس طرح کہ وہ تسلیم اور بندگی کا پتلا بن جائے، اس وقت تک وہ راز معرفت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا ہے، اور اس نورانی سلسلہ میں ”میم“ تک نہیں پہنچ پائے گا۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ”ب“ اس کی نیکی و احسان کی طرف اشارہ ہے جو سب کے لئے ہے، اور اکثر اوقات عام لوگوں سے تعلق رکھتا ہے، اور ”سین“ سے مراد خداوند عالم کے اسرار ان خاص افراد کے لئے ہیں جو دل والے ہیں، اور ”میم“ اس محبت کی نشانی ہے جو خاص الخاص اور اصحاب اسرار کے لئے مخصوص ہے۔
عظیم الشان کتاب ”اصول کافی“، ”توحید صدوق“، ”معانی الاخبار“ اور ”تفسیر عیاشی“ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان تینوں حروف سے خدا کے ایک ایک اسماء حسنیٰ کی طرف اشارہ ہے، ”یا“ سے بھائی الہی، ”سین“ سے سناء الہی (جس کے معنی بلندی اور رفعت نور کے ہیں) اور ”میم“ سے خداوند عالم کی مجد اور عظمت مراد ہے۔

بعض عرفاء کا کہنا ہے : ”یا“ سے بصیر کی طرف اشارہ ہے اور سین سے سمیع کی طرف اور میم سے ”مُحصی“ (شمار کرنے والے) کی طرف اشارہ ہے۔

گویا ”بسم اللہ“ پڑھنے والے کو درج ذیل معنی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے :

میں بصیر ہوں؛ لہذا (اے انسان) تیرے ظاہری اور باطنی تمام اعمال کو جانتا ہوں، اور میں سمیع ہوں جس کے نتیجے میں تیری تمام باتوں اور دعاؤں کو سنتا ہوں، اور مُحصی ہوں جس کے نتیجے میں تیرے ہر سانس کو شمار کرتا ہوں۔ اس بنا پر اپنے عمل میں ریاکاری اور خود نمائی سے اجتناب کر، تاکہ اس کی جزا میں تجھے دائمی ثواب عنایت کر دوں، اور میرے سمیع ہونے کے سایہ میں باطل اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز کر، تاکہ تجھے فیض و صفا اور غفران و صلاح کی خلعت پہناؤں، اور چونکہ میں مُحصی ہوں لہذا ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے غافل نہ ہو تاکہ اس کے بدلے میں اپنی بارگاہ میں ملاقات کے لئے بلاؤں۔

محبوب کے عشق میں مجذوب اور اس کی راہ میں آگے بڑھنے والے اس کی محبت میں جلنے والے عرفاء کہتے ہیں :
”بسم اللہ“ کے آسمانی اور عرفانی معنی سے وہی شخص واقف ہو سکتا ہے جو محبوب (خدا) کی بلاؤں پر صبر کرے، اور اپنے باطن کو صراط مستقیم پر قائم رکھے تاکہ ”میم“ کی نورانی فضا کا مشاہدہ کر سکے۔

لفظ مبارک ”اللہ“ اس ذات مقدس کا نام کامل اور اسم جامع ہے جس میں تمام صفات کمال و جمال اور جلال سبھی جمع ہیں۔

بعض علماء نے کلمہ ”اللہ“ میں تین معنی پوشیدہ بتائے ہیں :

۱۔ دائم ازلی، قائم ابدی اور ذات سرمدی۔

۲۔ وہم و خیال اور عقل اس کی معرفت میں حیران اور سرگرداں ہے، اور روح و درک اس کی طلب میں پریشان اور ناتواں ہے۔

۳۔ خدا کی ذات تمام مخلوقات اور موجودات کے پلٹنے کی آخری منزل اور سب کا مرجع ہے۔

علماء عرفان نے کہا ہے کہ لفظ ”اللہ“ اسم اعظم ہے اور توحید کی بنیاد اسی پر ہے، اور یہی کلمہ اگر کافر اپنی زبان سے جاری کرے تو ایمان کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے (بشرطیکہ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرے) کافر اسی کلمہ کے زبان پر لانے سے غفلت، کثافت اور وحشت کی دنیا سے نکل کرے ہوشیاری، پاکیزگی و محبت اور امن کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی کافر ”لا الہ الا اللہ“ کے بجائے ”لا الہ الا الرحمن“ کہے تو وہ اپنے کفر سے نہیں نکل سکتا اور اسلام کے دائرہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بندگان الہی کی فلاح و نجات اسی نورانی اور طیب و طاہر کلمہ کے زیر سایہ ہے۔

ذکر کرنے والوں کا کمال منقبت اسی شریف اور کامل اسم کی وجہ سے ہے، ہر کام کی ابتداء اسی نام سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام اسی کے انتظام میں ہے۔ رسالت کی بنیاد کا استحکام اسی نام سے ہے کہ ”محمد رسول اللہ“ اور بنیادی ولایت کی پائیداری اسی کے ذریعہ ہے جو ”علی ولی اللہ“ ہے۔

کلمہ ”اللہ“ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کے شروع سے ”الف“ کو ہٹا دیا جائے تو ”للہ“ باقی بچتا ہے؛ ... ”لِلّٰہِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَ مِنْ بَعْدُ...“ [45] اور اگر اس کے شروع سے ”لام“ ہٹا دیا جائے تو ”لہ“ باقی بچتا ہے؛ ... ”لِلْمَلِكِ وَلَهُ الْأَحْمَدُ...“

[46] اور اگر دوسرے ”لام“ کو بھی ہٹا دیا جائے تو ”ہو“ باقی بچتا ہے جو ذات حق پر دلالت کرتا ہے؛ ”قُلْ هُوَ اللّٰهُ“

أَحَدٌ“[47] لہذا جو نام اس قدر خصوصیت رکھتا ہے وہ اسم اعظم ہے۔

لفظ ”رحمن“ رحمت سے نکلا ہے، اور علماء صرف ونحو اور لغوی حضرات کے لحاظ سے یہ کلمہ مبالغہ کا صیغہ ہے، جو کثرت (رحمت) پر دلالت کرتا ہے، لیکن علماء اسلام اور الہیات کے ماہر علماء کے نزدیک ”رحمن“ کے معنی ”تمام موجودات اور مخلوقات پر عام رحمت کرنے والے کے ہیں جس میں عبادت اور خدمت کو نہیں دیکھا جاتا“ (یعنی چاہے کوئی عبادت خدا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اس کی رحمت عام سب کو شامل ہوتی ہے) لیکن صاحبان کشف و یقین کے نزدیک ”رحمن“ کے معنی تمام ذرات کو اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق وجود اور رکمالات سے نوازتا ہے“ کیونکہ اگر یہ عطا نہ ہوتا تو نہ کوئی وجود ہوتا اور نہ کوئی کمال!۔ بعض اہل بصیرت نے کہا ہے کہ ”رحمن“ کے معنی: ”حضرت حق کا تمام موجودات کو خیر اور احسان پہنچانے کا ارادہ، اور ان سے شر کو دور کرنے کے ہیں“ تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں اس ذات حق کے رحمانیت کے جلوے ہی ہیں جس کے بعض پہلو سورہ مبارکہ ”الرحمن“ میں بیان ہوئے ہیں۔

لفظ ”رحیم“ علماء لغت کے نزدیک صفت مشبہ ہے اور ثبات اور دوام (ہمیشگی) پر دلالت کرتا ہے، یعنی وہ خدا جس کی رحمت اور مہربانی ہمیشگی اور ثابت ہے۔

اس سلسلہ میں علماء اسلام نے کہا ہے: خداوند عالم کی رحمت رحیمہ (رحیم ہونے کے لحاظ سے) مومنین اور صاحبان یقین سے مخصوص ہے، کیونکہ ان افراد نے ہدایت کو قبول کیا ہے اور خداوند عالم کے حلال و حرام کو مانا ہے، اور اخلاق حسنہ سے مزین ہیں نیز اس کی نعمتوں پر شکر گزار ہیں۔

اسلامی کتب میں بیان ہوا ہے: خداوند عالم کی رحمت رحمانیہ کے معنی یہ ہیں: ”وہ تمام موجودات اور تمام انسانوں چاہے وہ مومن ہوں یا کافر، صالح ہوں یا بدکار، کو روزی پہنچاتا ہے“، اور رحمت رحیمہ کے معنی: ”نوع بشریت میں معنوی کمالات کا ودیعت فرمانا“ اور ”دنیا و آخرت میں مومنین کی بخشش کرنا ہے“۔

”رحمانیت“ اور ”رحیمیت“ میں عاقبت کے معنی درج ہیں: ایک دنیاوی عاقبت اور دوسری آخری عاقبت۔ اور رحمت رحیمہ صرف اطاعت گزاروں کے لئے ہے جن کی نیکیاں اور عبادات قبول ہیں، اور ان گناہگاروں کے لئے بھی ہے جو اہل ایمان ہیں جن کی وجہ سے ان کے لئے بخشش اور برائیوں کو مٹانے کے اسباب ہیں، نیک افراد اپنی عبادتوں کے سبب رحمت کے منتظر رہتے ہیں، اور برے اور بدکار لوگ اپنی نیاز مندی، مفلسی، بے چارگی اور شرمندگی کی وجہ سے اس عطا کے امیدوار رہتے ہیں۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ ”رحمن“ اسے کہتے ہیں کہ اگر اس سے کوئی چیز طلب کی جائے تو وہ عطا کر دے اور ”رحیم“ وہ ہے جس سے کوئی چیز طلب نہ کی جائے تو ناراض ہو جائے!

ایک عارف نے فرمایا: خداوند عالم تمام جانداروں کو روزی دینے کی وجہ سے رحمن ہے اور صرف اہل ایمان کی برائیوں کو معاف کرنے میں رحیم ہے۔ روزی روٹی کے بارے میں خدا کی رحمانیت پر بھروسہ کر اپنے کاروبار اور تجارت پر نہیں، لیکن اپنے کاروبار اور تجارت کو بھی نہ چھوڑ دینا کہ ایسا کرنا عقل و شرع کے خلاف ہے، لیکن گناہوں کی بخشش کے لئے اس کی رحیمیت پر بھروسہ کر اپنے عمل پر نہیں، لیکن اپنے عمل کو بھی ترک نہ کر، کیونکہ ایسا کرنا خداوند عالم کی مرضی کے خلاف ہے اور ایسا کرنے میں شیطان کی ہمراہی ہے۔

بعض علماء عرفان کا کہنا ہے: بندہ کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

۱۔ حالت عدم جس میں وہ بستی کا محتاج تھا۔

۲۔ حالت ہستی، جس میں وہ باقی رہنے کے اسباب کا محتاج تھا۔

۳۔ قیامت میں حاضر ہونے اور مغفرت کی ضرورت کی حالت، اور یہ تین حالتیں ان تینوں ناموں میں درج ہیں:

”اللہ“ یعنی اس کی ذات تمام صفات و کمال کے جمع ہونے کا مرکز ہے، غور کر کہ اس نے کس طرح تجھے نیستی اور عدم سے خلعت وجود دے کر اس دنیا میں بھیج دیا۔

وہی ”رحمن“ ہے، سوچ کہ کس طرح تیری زندگی کی بقاء کے اسباب و وسائل فراہم کئے ہیں۔

وہی ”رحیم“ ہے کل روز قیامت دیکھنا کہ کس طرح تجھے اپنی رحمت رحیمیت میں شامل کرتا ہے اور کس طرح تیرے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

اہل بصیرت، صاحبان درایت اور عاشقان حقیقت کہتے ہیں: انسان کے دل میں، نفس اور روح ہوتی ہے، نفس کو رزق اور احسان کی ہوس ہوتی ہے، دل کو تمنائے معرفت و ایمان ہوتی ہے، روح کو رحمت و رضوان کی آرزو ہوتی ہے، اور ان میں سے ہر ایک ان اسماء کی برکت سے کسب فیض کرتے ہیں:

دل ”اللہ“ کے نام سے نوق معرفت اور ایمان حاصل کرتا ہے، اور نفس اسم ”رحمن“ سے رزق واحسان حاصل کرتا ہے، اور روح اسم ”رحیم“ کے نام سے رحمت ورضوان سے مالا مال ہوتی ہے۔
اگر کسی شخص کی روح ان تین مبارک ناموں سے انس پیدا کر لے تو پھر وہ خدائے وحدہ لا شریک کے علاوہ کسی بھی معبود کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوگا، اور دوسرے بندگان خدا کی نسبت بخشنے والا اور لطف ومہربانی کرنے والا ہوگا۔

لہذا اس کلام نورانی اور خزانہ فیض ربانی (یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کا ذکر ہر موقع ومحل اور ہر کام کی ابتداء میں بہترین اور محبوب ہے؛ اور اس بسم اللہ کا پڑھنے والا اس کے معنی اور مفہوم پر توجہ اور خلوص نیت سے خداوند عالم سے توسل کرنا چاہتا ہے اور روح کی پاکیزگی اور مادیت سے طہارت اور مشکلات کو دور کرنے کے لئے اس بسم اللہ کو پڑھے تاکہ اس کے عظیم فوائد اور مہم آثار سے بھرہ مند ہو جائے۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے مروی ہے کہ جو شخص دن میں دس بار ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اور ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ پڑھے تو وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اور خداوند عالم اس کو ۷۰ بلاؤں جن میں سے برص، جذام اور فلج ہے؛ سے محفوظ رکھتا ہے
نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے مروی ہے کہ جو شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے تو حق تعالیٰ اس کے ہر بسم اللہ کے بدلے چار ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور چار ہزار برائیاں مٹا دیتا ہے۔
ایک روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ جو شخص کھانا کھانے سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کہے تو اس کی برکت کی وجہ سے شیطان اس کا ساتھی نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی شخص بسم اللہ کھنا بھول جائے اور کھانا کھانا شروع کر دے تو شیطان اس کا رفیق بن جاتا ہے۔

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَ سِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ“

”خدا یا میرا سوال اس رحمت کے واسطے سے ہے جو ہر شے پر محیط ہے۔“

اس آسمانی جملے اور ملکوتی فقرہ میں اور اس عرشی خزانہ کے ہر لفظ کے رموز و اشارات اور اسرار موجود ہیں، لیکن ہم اپنے لحاظ سے ان کی شرح اور تفسیر کر رہے ہیں:

”اللّٰهُمَّ“ کی اصل ”یا اللہ“ تھی جس میں سے ”یا“ کو حذف کر دیا گیا اور جس کے بدلے آخر میں ”مبیم“ مشدد قرار دیدیا تاکہ خداوند عالم کی عظمت اور بزرگی کا اظہار ہوسکے، جس طرح اس کا وجود تمام موجودات اور مخلوقات سے مقدم اور پہلے ہے، اور تقدیم ازلی رکھتا ہے یعنی کوئی چیز اس پر مقدم نہ تھی، لہذا کلمہ ”اللہ“ میں اس حقیقت کا لحاظ رکھا گیا ہے اور اس کو تمام حرف پر مقدم رکھا گیا ہے، تاکہ وجود حقیقی اور وجود لفظی کے درمیان ایک رابطہ برقرار رہے، اور حقیقی اور لفظی شان میں ذرہ برابر بھی فرق نہ رہ جائے۔

دعا کرنے والا جو خداوند عالم کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی کی ذات اقدس کو پکارتا ہے اور اپنی زبان حال و مقال سے ”اللّٰهُمَّ“ کہتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر خود خداوند منان کی طرف سے اس کی اذن واجازت اور کشش اور جذبہ نہ ہوتا تو پھر یہ بندہ حقیر اپنے معشوق سے ایک حرف بھی نہیں کہہ سکتا تھا اور اسے اس کی بارگاہ میں دعا کرنے کی طاقت ہی نہ ہوتی، اس کا ناطقہ بند رہتا اور اپنے دل کی بات کو معبود کے سامنے رکھنا محال ہوتا۔

خداوند عالم کو پکارنے والی زبان؛ حضرت حق سے متصل ہونے کے بعد ”اللّٰهُمَّ“ کہتی ہے اور دعا کرنے والے کی زبان حال اس کے لطف و کرم سے گویا ہوتی ہے، دعا پڑھنے والے کو اس حقیقت سے باخبر ہونا چاہئے کہ جب تک خدا نہ چاہے اس وقت تک اپنی درخواست کو بیان نہیں کیا جاسکتا، اور جب تک حضرت حق کا ارادہ بندہ میں تجلی نہ کرے تو اس وقت تک بندہ دعا اور اپنی حاجت کو طلب کرنے کے لئے حاضر نہیں ہوسکتا۔

جی ہاں! دعا اس کی تعلیم کردہ شئے ہے، دعا پڑھنے والے کی حیات اس کے امر کی وجہ سے ہے، دعا پڑھنے والے کی زبان حال و مقال اسی کے ارادہ پر موقوف ہے، لہذا حقیقت میں انسان کی تمام چیزیں اس مالک الملک کے قبضہ اور قدرت میں ہیں۔

”اِنِّیْ اَسْأَلُکَ“ ”اِنِّیْ“ ”میں“ کے معنی میں ہے لیکن یہاں پر اس ”میں“ سے جس میں فرعونیت کی بو آتی ہے؛ مراد نہیں ہے، اور نہ ہی اس فقرہ اور باقی دعا کے تمام ہی فقروں میں طبعی، عقلانی، عالی، وجودی اور استقلالی ”میں“ مراد نہیں ہے، بلکہ اس معنوی سلسلہ (دعا) میں ذاتی فقر، خالی ہاتھ ہونا اور نیازمندی اور خاکساری کے معنی میں ہے۔

دعا پڑھنے والا اس مقام پر ”میں“ کہہ کر اپنی ذات میں فقر و ناداری، ذلت اور بے چارگی، تصرع و زاری، خشوع و خضوع اور ذلت و خواری، فقر و ناداری کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے، اور خداوند رحمن سے رحمت، کرامت، لطف

و محبت، احسان و عدالت، عفو و مغفرت کے علاوہ کسی دوسری چیز کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے، اسی وجہ سے اپنی جھولی پھیلا دیتا ہے تاکہ اس معبود کریم سے لطف و کرم کی بھیک لے اور ایک بے نیاز سے ایک نیاز مند، اور ایک ناچیز و خاک نشین فقیر ایک بلند مرتبہ اور غنی بالذات کی طرف دست سوال پھیلا دیتا ہے اور اپنی درخواست اور سوال کو اس کی رحمت کے پیش نظر ظاہر کرتا ہے۔

”بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَ سِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ“ محبوب کی رحمت تمام چیزوں کے شامل حال ہے اور ظاہر و باطن تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یہ خدا کی وسیع رحمت اور فیض عام ہے جس کی برکت سے تمام چیزیں نیستی کے اندھیرے سے نکل کر نورانی وجود کی طرف رواں دواں ہیں جس کی بنا پر ہر چیز اپنے محل پر مستقر ہے، اور رشد و نمو اور بلندی کے تمام تر وسائل، مادی اور معنوی تربیت اپنی اپنی لیاقت، قابلیت اور استعداد کے لحاظ سے بغیر کسی بخل کے ان کو عطا کر دی گئی ہے۔

عظیم الشان کتاب ”انیس اللیل“ [48] میں بیان ہوا ہے کہ خداوند عالم کے فیض عام کی داستان اور مثال روز روشن کی طرح ہے جو افق سے طلوع ہو کر تمام چیزوں پر نور افشانی میں ذرہ برابر بھی بخل نہیں کرتا اور اپنی شعاعوں سے مستفید ہونے میں ذرہ برابر بھی دریغ نہیں کرتا، اور جب اس کا نور تمام مخلوقات پر پڑتا ہے تو ہر چیز اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے بہرہ مند ہو کر کسب فیض کرتی ہے۔

اسی طرح تمام غیبی اور شہودی (ظاہری) مخلوقات چاہے وہ بڑی سے بڑی ہوں یا چھوٹی سے چھوٹی یہ تمام رحمت الہی کے زیر سایہ ہیں، اگر چھوٹی سے چھوٹی چیز بڑے میکرو اسکوپ "Maicroscope" کے ذریعہ دیکھی نہ جاسکتی ہوں تب بھی وہ چیزیں خداوند رحمن کے دائرہ رحمت سے باہر نہیں ہیں، اور وہ تمام اپنی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے خدا کی رحمت سے فیضیاب ہوتی رہتی ہیں، اور اسی کے زیر سایہ پروان چڑھ کر اپنے مادی اور معنوی کمال تک پہنچتی رہتی ہیں۔

کائنات کے اس کنارے سے اس کنارے تک اور اس کے غیب و شہود، اس کے ظاہر و باطن غرض اس کے تمام نشیب و فراز اپنے وجود کے لحاظ سے خداوند عالم کے فیض بے نہایت اور رحمت واسعہ کے زیر سایہ زندہ ہیں، اور ایک لحظہ کے لئے بھی خدا کی رحمت اور اس کے فیض سے الگ نہیں ہیں، اور یہی نہیں بلکہ جدا ہونے کی قدرت بھی نہیں رکھتی ہیں، اور اگر بالفرض جدا بھی ہو جائیں تو ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔

ابجد موجودات، رزق مخلوقات، رشد و نمو نباتات، کمال جمادات، نزول آیات، ظہور بینات، بعثت انبیاء ہدایت گمراہان، بھٹکے ہوونکی راہنمائی، جانداروں کی زندگی، فرشتوں کا خلقت وجود پہننا، مردوں کا زندہ ہوجانا، نیکو کاروں کا ثواب حاصل کرنا، بدکاروں کو عذاب ملنا، مومنین کی شائستگی، کافروں کی ذلت، قیامت کا برپا ہونا، بہشت و دوزخ کا ظاہر ہونا، خطاکار مومنین کا بخشا جانا اور دنیا بھر کی وہ تمام چیزیں جن میں خیر ہے وہ تمام کی تمام خداوند عالم کے فیض عام اور رحمت واسعہ کی ایک شعاع اور اس کی ایک جھلک ہیں۔

خداوند عالم کی رحمت واسعہ اور اس کا فیض عام نیز بے کراں عنایت؛ ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے، طائر فکر اس فضا میں پرواز نہیں کر سکتا اور شاہباز عقل اس کی حقیقت کو معلوم کرنے سے قاصر ہے۔
 ”کل شیء“ کا شمار کرنا یا ان تمام مخلوقات کا گننا جو خدا کی رحمت کے زیر سایہ اپنا وجود رکھتے ہیں، سب پر اسی کا احاطہ ہے، اگرچہ تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام دریا روشنائی بن جائیں اور جن و انس اور ملائکہ اس کو لکھنا شروع کر دیں تو اس کے موجودات کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک حصہ کو بھی نہیں لکھ سکتے۔
 قارئین کرام! ہم یہاں پر خداوند عالم کی رحمت واسعہ کو کسی حد تک سمجھنے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض مخلوقات کی حقیقت کے بارے میں بیان کریں تاکہ ان کے مادی یا معنوی حقائق سے باخبر ہوں، شاید ہماری تشنہ روح اس دریائے عظیم سے ایک قطرہ آب حاصل کر کے اپنی پیاس بجھانے کا سامان فراہم کر سکے، اور روحانی آفتاب کے طلوع ہونے کا نظارہ کریں جو آہستہ آہستہ افق وجود پر طلوع ہوتا ہے۔

جہان ہستی

خداوند عالم کی رحمت واسعہ کے زیر سایہ زندگی گزارنے والی موجودات کو شمار کرنا طول و عرض اور حجم کی شمارش کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

لیکن اس جہان ہستی کا ایک حصہ جس میں انسان چند دنوں کا مہمان ہے اور اس کے لئے جو نعمتیں قرار دی گئی ہیں

یا آسمان سے نازل ہونے والی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے اگر ان کو دانش و علم کی نگاہ سے دیکھا جائے تاکہ اس کے ایک معمولی سا نظارہ کرسکینگے اور پھر سمجھ میں آئے گا کہ خدا کی رحمت و اسعہ کے کیا معنی ہیں اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ واقعاً یہ کتنی عظیم حقیقت اور حیران کن حقیقت ہے!؟

جہان ہستی کی تمام چیزیں باریک باریک بکٹری "Bacteria" اور چھوٹے چھوٹے وائرس "Virus" جو ایک ہزار ملی میٹر سے بھی چھوٹے ہیں؛ سے لے کر بڑے بڑے کہکشانوں اور ستاروں تک جو کروڑوں کلو میٹر سے بھی دور ہیں؛ تمام کی تمام چیزیں ذرہ "Itome" سے بنی ہیں۔

ذرہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ بڑی سے بڑی خوردبین میکرو اسکوپ "Maicroscope" کے ذریعہ بھی نہیں دیکھا جاسکتا ہے، ایک سر کے بال میں ۵۵ ملین در ملین در ملین (55,000,000,000,000,000) جو ہری ذرات ہوتے ہیں اگر مثال کے طور پر اس بال کے سرے کو ایک بہت بڑی عمارت کے برابر بڑا کریں تو اس کا ہر ذرہ اس کے ہر ستون پر مکھی کی طرح چلتا دکھائی دیگا۔

اور یہ ذرہ ”رحمت الہی“ کی بنا پر درج ذیل تین ذروں سے تشکیل پاتا ہے:

۱. الیکٹرون "Electron"

۲. پروٹان "Proton"

۳. نیوٹران "Neutron"

اور الیکٹرون الیکٹریسیٹی "Electricity" کا ایک منفی واحد ہے، اسی طرح پروٹان "Electricity" کا ایک مثبت واحد ہے جبکہ نیوٹران برقی رو کے لحاظ سے خنثی "Neturan" ہے۔ پروٹان اور نیوٹران مل کر اٹم کے مرکز کو تشکیل دیتے ہیں اور الیکٹران ایک مرکز کے اردگرد گھومتے ہیں جس طرح سے چاند زمین کے مدار میں گھومتا ہے۔ [49]

تو جب اس جہان ہستی کی عمارت میں موجود ذرہ کو کوئی شمار نہیں کر سکتا تو ان کی خلقت اور اس عمارت میں لگی دوسری چیزوں اور ان کی پیدائش کی کیفیت کے بارے میں خدائے وحده لاشریک کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے:

” مَا أَشْبَهْتُهُمْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلَقَ أَنْفُسِهِمْ ...“ [50]

”ہم نے ان شیاطین کو نہ زمین و آسمان کا گواہ بنایا ہے، اور نہ خود انہیں کی خلقت کا۔۔۔“

قارئین کرام! جس کی تائید قرآن کریم بھی کرتا ہے اور بڑے بڑے دانشوروں نے بھی اپنی اپنی تحقیق کے اعتبار سے اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس جہان ہستی کی عمارت میں کام آنے والے ساز و سامان یہ تھے: ذرات، دھواں اور گیس، جو فضا میں بھٹک رہے تھے، لیکن ایک دوسرے سے اتنے دور تھے کہ کبھی کبھی ایک دوسرے سے مل پاتے تھے: جیسا کہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

” ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَبَنَىٰ دُخَانَ...“ [51]

”اس کے بعد ہم نے آسمان کا رخ کیا جو بالکل دھواں تھا۔۔۔“

اس آسمان کو اس نے ستاروں کے ذریعہ سجایا اس طرح سے کہ کروڑوں ذرات اور گیس بادلوں کی شکل میں پیدا ہو گئے، اور بادلوں کے ٹکڑے ان ذروں کو ایک مرکز کی طرف جذب کرنے لگے، اور آخر کار بادل ایک جگہ جمع ہو گئے، اور وہ ذرات ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے، اور جب ان ذروں میں رگڑ پیدا ہوتی ہے تو گرمی ہونے لگتی ہے، اور کبھی کبھی ان بادلوں میں اس قدر گرمی پیدا ہوتی ہے کہ جن سے تاریک فضا میں روشنی ہونے لگتی ہے، آخر کار کروڑوں بادل ستاروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے تاریک فضا میں روشنی پھیل جاتی ہے اور آسمان؛ ستاروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔

ادھر وسیع و عریض جنگل اور بیابانوں میں بادلوں کے جھرمٹ سبھی جگہ پر ہوتے ہیں، مادہ کے ذرات ٹکرا کر پھر آپس میں مل جاتے ہیں، اور بادل متلاطم دریا کی مانند منڈلاتے ہوئے گیس میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ادھر ادھر دوڑنے لگتے ہیں، اور یہ دھویں اور گیس کا دریا اس طرح گھومتے ہیں اور گڑ گڑاتے ہیں، اور یہ موج کا مخفی تلاطم اور ان مخفی امواج کا ٹوٹنا جو کہ ان میں سے ہر ایک بہت بڑا اقلیم ہوتا ہے، اس دریا کے اندر ایک طوفان برپا کر دیتا ہے، موجیں آپس میں ٹکراتی ہیں اور پھر مل جاتی ہیں۔

اس متلاطم دریا کے درمیان جوار بھاٹا کی طرح ایک دائرہ پیدا ہوا جس کے درمیان ایک ابھار تھا اس سے آہستہ آہستہ روشنی نکلی یہ سانپ کی چال جیسا راستہ جس کا نام ”کہکشان راہ شیری“ ہے اس کے ایک حصہ میں منظومہ شمسی پایا جاتا ہے۔ (تو آپ حضرات اس مخلوق کا اندازہ لگا سکتے ہیں)

خدا کی رحمت کے زیر سایہ اور اس کی قدرت کی وجہ سے آفتاب اور منظومہ (شمسی) کی خلقت کچھ اس طرح سے تھی کہ کہکشاں کے ایک حصہ میں پر آشوب طوفان پیدا ہوا، اور گیس کے تیز دوڑنے کی وجہ سے وہ گھومنے لگا، جس سے ایک بڑے گول پہنے کی طرح بن گیا اور اس کے اطراف سے روشنی نکلنے لگی۔

یہ بڑا گول دائرہ اس تعجب آور کہکشاں میناسی طرح گھومتا رہا، یہاں تک کہ آہستہ آہستہ اس کی گیس اس کے مرکز تک پہنچ گئی، اس وقت اس بڑے دائرہ کی شکل بن گئی اور آخر کار آفتاب کی شکل میں ظاہر ہو گیا:

”وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا.“ [52]

”اور قمر کو ان میں روشنی اور سورج کو روشن چراغ بنادیا۔“

اس کے بعد سورج کے اردگرد موجود گیس اور غبار نے ایک کنڈل کی شکل اختیار کر لی وہ اس سے جدا ہو گئے جس کا ہر ایک حصہ ایک گرداب (گڑھا) کی شکل بن گیا، جن میں سے ہر ایک گڑھے کا راستہ الگ الگ تھا اور وہ سب خورشید کے ارد گرد گھومتے رہتے تھے جن میں سے بعض نزدیک اور خورشید سے دور تھے۔

سورج کے نزدیک والی بھنور میں گرمی اور دور والی میں سردی ہوتی تھی۔

اور ہر بھنور میں گیس اور غبار کے ذرات گھومتے رہتے تھے جن میں سے گیس کے ذرات سے بخار بنتا تھا اور شبیم کی طرح غبار کے ذرات پر گرتا تھا اور جب ذرات غبار پر گرتے تھے تو شبیم کی تری سے وہ ایک دوسرے سے چپک جاتے تھے، اور بعض اوقات پانی اور مٹی برف کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔

ہر بھنور میں اس طرح کے ملیونوں حصے تھے، قوت جاذبہ ان کو اپنی طرف کھینچتی تھی جس کی وجہ سے یہ حصہ ایک دوسرے سے مل جاتے تھے اور اس سے زیادہ بڑے بڑے ٹیلہ بن جاتے تھے جس سے ایک گھومتی ہوئی گیند بن جاتی تھی، اور یہ عظیم گیند اپنی جاذبہ قوت کی بنا پر اپنے حصوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی جس کی بنا پر ہر روز بڑی سے بڑی ہوتی چلی جاتی تھی، آخر کار خدا کی قدرت اور اس کی رحمت سے یہ گیند زمین کی شکل میں بن گئی۔

اس کے بعد دوسرے سیاروں نے بھی گرداب سے نکلنا شروع کیا اور اپنے راستہ پر سورج کے اطراف گھومنا شروع کیا، عطارد سورج سے سب سے زیادہ قریب تھا اور اس کے بعد زہرہ، زمین اور مریخ تھے، اور مریخ کے اس طرف مشتری، زحل اور انوس اور نیپٹون جیسے عظیم سیارے سورج کے چاروں طرف گھومتے تھے اور نیپٹون سے تھوڑے فاصلہ پر

پلوٹو نامی سیارہ تھا۔ [53]

قارئین کرام! یہ دنیا اتنی ہی بڑی ہے جتنا چھوٹا ایک ذرہ ہوتا ہے جس طرح انسان ایک ذرہ کی حد تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح وہ دنیا کی سرحد تک نہیں پہنچ سکتا ہے، اس کی حد کو معین کرنا نوع بشر کے بس کی بات نہیں ہے۔ نور حیرت انگیز تیزی کے ساتھ ہر سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کی رفتار سے دوڑتا ہے، اور اس رفتار کے پیش نظر ہمارے نزدیک والے ستارے کی روشنی چار سال کی مدت میں ہم تک پہنچ سکتی ہے!!

”کالی فورنیا“ کی ایک ٹیلی اسکوپ "Telescop" جس کے شیشہ کا حجم پانچ میٹر ہے، اس کے ذریعہ ایسے ستاروں کا پتہ لگایا گیا ہے جو ہم سے اتنی دور ہیں کہ ایک ہزار ملین سال کے بعد اس کا نور ہم تک پہنچتا ہے!! ستاروں کی تعداد ان ٹیلی اسکوپوں کے ذریعہ دیکھا جائے تو ان ستاروں کی تعداد اس سے زیادہ ہے کہ اگر سو سال بھی دن رات ان کو شمار کریں اور ہر سیکنڈ میں ایک ستارہ کو شمار کریں تو بھی اس مدت میں تمام ستاروں کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

کہکشاں ایک بہت بڑا دائرہ ہے جس کا مرکزی حصہ موٹا ہے جس میں ہزار ملین ستارے ہوتے ہیں، جس کی لمبائی ایک لاکھ نوری سال کے برابر ہے اور اس کے مرکز کی چوڑائی بیس ہزار نوری سال کے برابر ہے!!

اگر ہم آج کل کی بڑی سے بڑی نجومی دوربین کے ذریعہ آسمان پر موجود کہکشاں کو دیکھ سکیں تو ایک احتمال کی بنا پر اس کائنات میں ۱۵۰ ملین کہکشاں پائے جاتی ہیں، اور ہر کہکشاں کا فاصلہ ایک دوسرے سے دو ملین نوری سال کے

برابر ہے۔ [54]

قارئین کرام! یہ سب کچھ اس ناشناختہ دنیا کا ایک حصہ ہے جو آج کل کی ٹیلی اسکوپ کے ذریعہ دیکھا جاسکتا ہے، لیکن اس عالم ہستی کی اکثر چیزیں ٹیلی اسکوپ وغیرہ کے ذریعہ بھی نہیں دیکھی جاسکتیں، لہذا اس دنیا کی حدود کو معین کرنا انسانی علم کے بس میں نہیں ہے، اور ان کے خالق کے علاوہ کوئی دوسرا ان کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتا۔ بصیر بے نظیر، آیت کبیر، صالح خبیر حضرت امیر علیہ السلام کے قول کے مطابق: تمام مخلوقات، خدا کی رحمت کے زیر سایہ ہیں، وہ رحمت جس کی وجہ سے ان تمام مخلوقات کی خلقت ہوئی اور ان میں رشد و نمو ہوئی اور ان تک ان کے لئے ضروری غذا پہنچائی گئی اور نقصان دہ چیزوں کو دور کیا گیا۔

انسان کائنات کاسب سے شریف مہمان

جب خداوند عالم نے اس کائنات کو آراستہ کیا، اس کے لئے نظام معین کیا، ضروری اشیاء و سامان فراہم کیا، نیز اپنی کامل نعمتوں کا دسترخوان بچھایا، اس وقت خداوند منان نے یہ ارادہ فرمایا کہ اپنی رحمت و مہربانی کی بنا پر ایک شریف مہمان، ایک محترم موجود جو جسم، جان، روح، مغز، دل، فطرت اور کرامت سے مرکب ایک مخلوق کو اپنے معنوی خلیفہ کے عنوان سے اس قلیل مدت کے لئے ایک مہمان سرا میں ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجے تاکہ اس کائنات کی تمام تر نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے جسم میں قدرت اور طاقت جمع کرے اور اس قدرت کو کتاب آسمانی، انبیاء علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کے حکم کے مطابق خدا کی عبادت و بندگی اور مخلوق کی خدمت میں بروئے کار لائے، اور اس کے بعد موت کے راستہ سے دوسری دنیا میں پہنچ جائے اور وہاں پر ہمیشہ کے لئے اپنے کئے ہوئے اعمال کی جزا پائے، اور ہمیشہ حضرت حق کی رحمت کے زیر سایہ ایک مثالی زندگی بسر کرے۔

قارئین کرام! ہم یہاں پر خداوند عالم کی وسیع رحمت جو ہر طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہے اس کا ایک نظارہ کرتے ہیں، لہذا چند نکات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

انسانی زندگی کے مراحل:

قرآن مجید نے انسانی زندگی کے مراحل کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہے، ارشاد رب العزت ہو رہا ہے:

”وَقَدْ خَلَقْنَا أَطْوَارًا“ [55]

”جب کہ اسی نے تمہیں مختلف انداز میں پیدا کیا ہے۔“

پہلا مرحلہ: خاک

ارشاد قدرت ہوتا ہے:

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ“ [56]

”اور ہم ہی نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔“

اس انسانی نطفہ کی مختلف غذا نینہے جو گھاس، گوشت، دودھ وغیرہ سے تشکیل پاتی ہیں، حیوانات بھی نباتات سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں اور نباتات خاک اور مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔

لہذا یہ نطفہ جو بعد میں انسان کی شکل میں ظاہر ہوا، یہ بھی خاک سے پیدا ہوا ہے، آج کل کی ہوئی ریسرچ نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ زمین میں پائے جانے والے عناصر جیسے آئرن، مس کیلشیم اور اجزائے نمک وغیرہ، یہ تمام چیزیں انسان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں، اور یہ انسان ہمیشہ نباتات اور حیوانات کے ذریعہ مٹی کے عناصر سے فائدہ حاصل کرتا ہے، اور پھر اسی طرح اس کی نسل آگے بڑھتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: پانی

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

”وَبُؤِ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا“ [57]

”اور وہی وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے۔“

ماہرین زمین نے انسان کو ایک سوختہ کی مانند بتایا ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ ۷۰ کلو وزن والے انسان میں ۵۰ لیٹر پانی ہوتا ہے، اور ہمیشہ بھی نسبت باقی رہتی ہے۔

اور اگر کسی شخص کا ۲۰ فی صد پانی خشک ہو جائے تو پھر اس کی صحت و سلامتی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

انسان کے بدن کے خلیہ "Cellule" میں موجود پانی کے اندر کافی مقدار میں پوٹاشیم "Potassium" ہوتا ہے جس میں عملی طور پر نمک نہیں ہوتا اس کے برخلاف باہر کے پانی کے اجزاء میں "Potassium" نہیں ہوتا، بلکہ ایک مقدار میں نمک ہوتا ہے، باہر کے پانی کی یہ ترکیب بالکل دریا کے پانی سے مشابہ ہوتی ہے کیونکہ کروڑوں سال پہلے کسی جاندار کی زندگی دریا سے شروع ہوئی تھی اور جب دریائی موجودات نے زمین کی طرف رخ کیا اور دریا کے اندر کی اشیاء کو اپنے ساتھ لائے کیونکہ ان کے لئے بغیر ان کے خشکی میں زندگی بسر کرنا ممکن نہ تھا۔

جی ہاں! یہ ہے قرآن مجید کا تعجب خیز معجزہ کہ اس خشک و گرم صحراء میں بغیر کسی سائنسی آلات کے جاہل لوگوں میں یہ اعلان کیا: ”وہی (خدا) ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے۔“

تیسرا مرحلہ: علق

”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ“ [58]

”اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا ہے۔“

لغت میں ”علق“ کے معنی ایک کیڑے کے ہیں جو رحم مادر کے پردہ سے چپکا رہتا ہے؛ نیز خون میں موجود ایک خاص قسم کے جراثیم کو بھی ”علق“ کہا جاتا ہے، جو ”جونک“ کی مانند ہوتا ہے آج جب سائنس نے ترقی کی اور اسپر میٹوزائیڈ ”Spermatzoide“ [59] کو مائیکروسکوپ ”Maicroscope“ کے ذریعہ دیکھا تو اس میں بہت سے ایسے خلیے دیکھے گئے جو خون میں دوڑتے ہیں اور جب یہ کیڑے عورت کے رحم میں جاتے ہیں تو وہ جوک مانند کیڑا رحم سے چمٹ جاتا ہے۔

اسپر میٹوزائیڈ ”Spermatzoide“ تقریباً چار سینٹی میٹر مکعب ہوتا ہے جس کے ایک سینٹی میٹر میں سو سے دو سو ملین تک کیڑے ہوتے ہیں اور یہ تعجب آور کیڑے سب کے سب عورت کے مادے بنام ”اول“ کی طرف دوڑتے ہیں۔ ایک جوان لڑکی کے رحم میں تقریباً تین لاکھ نارسیدہ تخم (کچے انڈے) ہوتے ہیں لیکن ان میں سے تقریباً چار رسیدہ (پکے) ہوتے ہیں۔

جس وقت عورت کو حیض آتا ہے اس وقت وہ تخم اپنی تھیلی سے نکل جاتے ہیں اور تخم دان اور بچہ دانی کے درمیان جو نالی ہوتی ہے؛ اس میں دوڑتے ہوئے بچہ دانی تک پہنچتے ہیں اور مرد کے نطفہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں!۔

چوتھا مرحلہ: ناچیز پانی سے پیدائش

”ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ۔“ [60]

”اس کے بعد اس کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے قرار دیا ہے۔“

یہ منی کا خلیہ اور قرآن کے الفاظ میں ”علق“ اور مرد کی منی جب عورت کے رحم میں پہنچتی ہے تو پھر ان میں عجیب جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

اس عجیب و غریب جنگ میں تقریباً بیس کروڑ ”Sper“ جنگ کرتے ہیں اور ۱۵ کلومیٹر گھنٹہ کی رفتار سے عورت کی تخم دانی کی طرف دوڑتے ہوئے تھوڑی ہی دیر میں پہلی لائن میں موجود ”Sper“ تخم دان کے پردہ کی دیوار تک پہنچ جاتے ہیں۔

اور اچانک ہزاروں کیڑے عورت کے تخم دان کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور وہ کیڑے اپنی دم (پونچھ) ہلاتے رہتے ہیں، اور اگر ان کو ذرہ بین کے ذریعہ دیکھا جائے تو ایک ایسا منظر دیکھنے کو ملتا ہے جیسے کوئی چمن ہوا چلنے کی وجہ سے لہرا رہا ہو، اور جب تک ایک کیڑا اس انڈے کے اندر داخل نہ ہو جائے تو یہ جنگ جاری رہتی ہے۔ ہر ”Sper“ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس انڈے کے اندر پہنچ جائے اور جب پہلا ”Sper“ انڈے میں سوراخ کر کے اس کے اندر جاتا ہے اور اس کی دم جو پہلے سے زخمی رہتی ہے اس کے داخل ہوتے ہی اس حصہ میں ورم آجاتا ہے ادھر انڈے کے درمیان موجود پروٹوپلازم ”Protoplasm“ ایک پانی چھوڑتا ہے جس کی وجہ سے کوئی دوسرا کیڑا اس انڈے کے اندر داخل نہ ہو پائے۔

اس بنا پر بیس کروڑ ”Sper“ میں سے صرف ایک ”Sper“ اس انڈے میں داخل ہوتا ہے جس سے انسان بنتا ہے؛ اور اگر خدا کی رحمت و اسعہ شامل حال ہو جائے تو دو یا تین ”Sper“ بھی داخل ہو سکتے ہیں جس کے بنا پر جڑوا بچے پیدا ہوتے ہیں۔

پانچواں مرحلہ: امشاج ”انڈے کا خلیہ“

”إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ۔“ [61]

”یقیناً ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔“

انسان کی پیدائش کے لئے پہلے (عورت کا) انڈا یعنی عورت کے جنسی خلیہ جس میں مرد کا ”Sper“ داخل ہو چکا ہے؛ اس کو عورت کے رحم میں داخل ہونا چاہئے، اور یہ انڈا مرد کے جنسی ”Sper“ سے ۲۵ لاکھ برابر بڑا ہوتا ہے؛ اور جب اس پر مرد کے جنسی ”Sper“ کا حملہ ہوتا ہے تو ایک ”Sper“ کو اندر داخل کر لیتا ہے اور مرد کے کروموزوم ”Chromosome“ نامی خلیہ جن کی تعداد آدھی رہ جاتی ہے عورت کے انڈے کے کروموزوم ”Chromosome“ نامی

خلیہ سے مل جاتے ہیں جس کے نتیجے میں ”تخمی خلیہ“ بنتا ہے جس کو قرآن کی زبان میں ”امشاج“ کہا گیا ہے۔ اگر مرد اور عورت کے ان خلیوں کے لئے بہترین زندگی کا موقع فراہم کیا جائے تو پھر بھی یہ زندہ نہیں رہ سکتے اور جلد ہی ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب یہ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تو پھر ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ان کو ”تخمی خلیہ“ یا قرآن کی اصطلاح میں ”امشاج“ کہا جاتا ہے۔ اور جب اس طریقہ سے نطفہ ٹھہر جاتا ہے تو ”تخمی خلیہ“ تقسیم کرنا شروع کر دیتا ہے پہلے دو حصوں میں پھر چار حصوں میں اور اس کے بعد آٹھ حصوں میں تقسیم ہوتا اور اسی طرح تقسیم ہوتے ہوئے ان خلیوں کا ایک ڈھیر لگ جاتا ہے۔

چھٹا مرحلہ: جنین کی صورت اختیار کرنا

بُؤَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ... [62]

”وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا ہے، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے، اس کے لئے بہترین نام ہیں۔“ جب یہ خلیے پورے ہو جاتے ہیں یعنی جنین کے جسم کے ضروری ساز و سامان مہیا ہو جاتے ہیں تو پھر انسانی جسم کو تیار کرنے کے بہت سے خلیے رحم مادر کو دئے جاتے ہیں اور اس طرح شکم مادر میں انسان رشد و نمو کرتا ہے: خدا کی رحمت و اسعہ کے زیر سایہ اور اس کی قدرت سے یہ بے شمار خلیے سب سے پہلے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور ہر خلیہ اپنی مخصوص جگہ چلا جاتا ہے، مغزی خلیہ، آنکھ کا خلیہ اور کان وغیرہ کے خلیے، اور ہر ذرہ اپنے مخصوص حصہ کو حاصل کر کے انسان کے اعضاء کو تشکیل دیتے ہیں جس کی بنا پر یہ خلیے آہستہ آہستہ انسان کی شکل پیدا کر لیتے ہیں۔

جنین کی بائیں طرف ایک چھوٹی سی گولی جیسی ایک چیز ہوتی ہے جو جنین کا غذائی مرکز قرار پاتی ہے اور یہ گولی خون میں دوڑتی رہتی ہے، اور غذا، پانی اور سانس جو نظام ہاضمہ اور اوکسیجن "Oxygen" کے ذریعہ خون میں داخل ہوتی ہیں؛ سے حاصل کر کے ناف کے ذریعہ بچے کے بدن میں داخل ہوتی ہے! قارئین کرام! یہ ہے خدا کی رحمت و اسعہ، جس کے آثار خلقت کے ذرہ ذرہ میں آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔

ساتواں مرحلہ: تین پردوں میں بچہ کا لپٹا ہونا:

”يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ...“ [63]

”وہ تم کو تمہاری ماؤں کے شکم میں تخلیق کی مختلف منزلوں سے گزارتا ہے، اور یہ سب تین تاریکیوں میں ہوتا ہے۔“ آہستہ آہستہ بچہ کے اوپر درج ذیل تین قسم کے پردے پیدا ہوتے ہیں:

1-Amnionic Membran، پردہ امینوس اس پردہ کو کہتے ہیں جو بچہ کے باہری رشد و نمو کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ موٹا ہوتا رہتا ہے جس کی بنا پر بچہ کی پیٹھ پر امینوس نام کا گڈھا پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بچہ سانس لیتا ہے۔

2-Chorion Membran، پردہ کوریون امینوس کے پردہ کے اوپر ہوتا ہے جس کی وجہ سے بچہ محفوظ رہتا ہے۔

3-Disidua Membran، یہ پردہ بچہ کے شکم کے پاس ہوتا ہے جو اس کے نظام ہاضمہ سے متعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بچہ کی غذا ہضم ہوتی ہے، اور یہی پردہ ہوا، نور، پانی اور (معمولی) چوٹ سے کوئی نقصان نہیں ہونے دیتا، نیز امینوس اور بچہ کے درمیان ایک پانی ہوتا ہے جو شکم مادر پر کوئی چوٹ لگنے پر سیال بن جاتا ہے جس کی وجہ سے بچے پر (معمولی) چوٹ کا کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ یہ ہے خدا کی رحمت و اسعہ جو تمام چیزوں کے شامل حال ہے، اور جس کی ایک جھلک بچہ کے حالات میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ٹھہرا ہوا مرحلہ: روح کا پھونکا جانا

”ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَنبَأْرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ...“ [64]

”پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا ہے تو کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔“ بچہ کی صورت بننے کے بعد جو خود ایک تعجب خیز دنیا ہے اور خدا کی قدرت کا ایک مظہر ہے، اور جس کی بہت سی چیزیں ابھی پوشیدہ ہیں جس کو آج کی سائنس نے بھی کشف نہیں کیا ہے؛ روح پھونکنے کی باری آتی ہے جو خود بھی

بہت حیرت انگیز چیز ہے۔

خداوند عالم اپنی رحمت اور ارادہ کے ذریعہ جنین میں ایک اور تعجب خیز حالت پیدا کرتا ہے یعنی اس میں روح پیدا کر دیتا ہے اور مردہ جنین کو زندگی عطا کر دیتا ہے!!
اس کے بعد بچہ اپنی انگلی چوسنے لگتا ہے تاکہ پیدائش کے بعد فوراً ماں کا دودھ پی سکے!!

نواں مرحلہ: پیدائش

”وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ...“ [65]

”اور اللہ ہی نے تمہیں شکمِ مادر سے اس طرح نکالا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔“

بچہ کی پیدائش کا مرحلہ بھی ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جو اس نظامِ خلقت میں رونما ہوتی ہے، وہ بچہ جو نو مہینہ تک شکمِ مادر کے اندھیرے میں زندگی بسر کرتا ہے، اور اس کے بعد خدا کی رحمت و اسعہ کے سایہ میں اس نئی دنیا میں قدم رکھتا ہے جو اس کی پہلی منزل سے بالکل مختلف ہے، لیکن خداوند عالم نے اپنی وسیع رحمت سے اس بچے میں وہ صلاحیت عطا کی ہے جس کی بنا پر اس دنیا کی فضا سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کر سکے۔

شکمِ مادر میں بچہ ۳۷ درجہ گرمی میں رہتا ہے لیکن جب اس دنیا میں آتا ہے تو کہیں اس سے زیادہ گرمی ہوتی ہے اور کہیں سردی، لیکن پھر بھی اس نئی فضا سے اپنے کو ہم آہنگ کر لیتا ہے۔ البتہ یہ کیسے ہوتا ہے یہ علم طب کا ایک معمہ ہے، یہ بچہ جو اندھیرے سے روشنی میں قدم رکھتا ہے اور اس دنیا کی چکاچوندھ روشنی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے برداشت کرتا ہے۔ مرطوب اور چپکی ہوئی جگہ سے خشک مکان میں قدم رکھتا ہے، لیکن پھر بھی اس دنیا کی فضا سے اپنے کو ہم آہنگ کر لیتا ہے۔ ولادت سے پہلے تک ناف کے ذریعہ اپنی غذا حاصل کرتا تھا لیکن اب منہ کے ذریعہ اپنی غذا حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے، اور براہِ راست ہوا کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ [66]

قارئین کرام! یہ خداوند عالم کی رحمت و اسعہ کے جلوے ہیں جو سب چیزوں پر سایہ فگن ہے، اور انسان اس مقام پر اپنے تمام وجود کے ساتھ خداوند عالم کی بے شمار نعمتوں پر شکر کرنے کے لئے قدم بڑھا دیتا ہے اور اپنے حال دل اور زبان سے روتے گڑگڑاتے ہوئے اپنے لئے مادی اور معنوی نعمتوں میں اضافہ کے لئے درخواست کرتا ہوا نظر آتا ہے:

”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَ سِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ“

رحمتِ خدا کے عجیب و غریب جلوے

قارئین کرام! یہاں پر انسان کے سلسلہ میں خداوند عالم کی عجیب و غریب رحمت کے بارے میں وضاحت کی جانا مناسب ہے، شاید اس کے بعد ہمارے دل کے آئینہ سے حجابِ غفلت اٹھ جائے، ہماری روح اس کے نور سے روشن ہو جائے، ہماری عبادت اور خلوص میں اضافہ ہو جائے، اور حتی الامکان ہم گناہوں سے نفرت کرنے لگیں۔
انسان کا دماغ سائنس کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب مشین ہے، اور ایسے ایسے کام انجام دیتا ہے جو آج کی ترقی یافتہ مشین بھی انجام دینے سے قاصر ہے۔

اس دماغ کا کام مختلف واقعات اور حادثات کو محفوظ رکھنا ہے، جس کو قوہ حافظہ کہا جاتا ہے۔ انسان کا حافظہ مغز کے صرف تھوڑے سے حصہ سے متعلق ہوتا ہے، حافظہ کی قدرت کو دکھانے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

فرض کیجئے ایک ۵۰ سال کا انسان ہو اور اپنی سوانحِ حیات کو بغیر کسی کمی اور زیادتی کے لکھنا چاہے، تو اس کو لکھنے کے لئے تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ۱۶ کروڑ اخباروں کی ضرورت ہے جس میں باریک باریک لکھا جائے۔ گزرے زمانہ کی یادداشت کو ذہن میں لانا آئیپ آڈیو کیسٹ کی طرح ہے، بس فرق یہ ہے کہ انسان کے ذہن کی کیسٹ خود انسان کے ذہن سے چلتی ہے لیکن اس کو گھمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دقیق حساب کے لحاظ سے اگر کوئی ایسی مشین بنائی جائے جو انسانی دماغ کے تمام کام انجام دے تو ایک ایسی بڑی مشین بنانے کی ضرورت ہوگی جو اس دنیا کی سب سے بڑی عمارت سے دگنی ہو، اور اس کے لئے بڑے سے بڑے جہر نونکے ذریعہ بننے والی بجلی کی ضرورت ہے، اور چونکہ الیکٹرونیک بلب اور تار وغیرہ اس میں اتنی گرمی پیدا کر دیں گے جس سے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس جہر نے کا سارا کا پانی درکار ہوگا، تو اس وقت بھی ایسی مشین نہیں بنا پائے نگے جو ایک معمولی انسان کے تمام خیال و فکر کا کام انجام دے سکے۔

پستانِ مادر سے دودھ پینے کا حکم بچہ کے ذہن سے ہونٹوں کے ذریعہ جاری ہوتا ہے اور بچہ بغیر کسی غلطی کے ماں کا دودھ پینے لگتا ہے۔

ماں کے جسم میں ایک اٹومیٹک کیمیائی "chimie" کارخانہ ہوتا ہے جو خون کو بہترین اور مفید غذا (یعنی دودھ) میں

تبدیل کر دیتا ہے، اور بچہ کے نظام ہاضمہ کے لئے بھی مناسب ہوتا ہے۔ اس کارخانہ سے حاصل شدہ دودھ پستان مادر میں جمع ہو جاتا ہے اور بچہ کے پیٹ میں داخل ہو کر بچے کے بدن کا جز بن جاتا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس پستان کی نوک بچہ کے منہ کے لحاظ سے ہوتی ہے اور اس میں باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں کہ جب بچہ دودھ پینا شروع کرتا ہے تو وہ سوراخ کھل جاتے ہیں، اور پھر خود بخود بند ہو جاتے ہیں تاکہ بچہ کا دودھ برباد نہ ہونے پائے۔

جس وقت سے عورت حاملہ ہوتی ہے اسی وقت سے دودھ بنانے والا سسٹم اپنی کارکردگی شروع کر دیتا ہے اور جتنا بچہ رشد و نمو کرتا ہے اسی لحاظ سے یہ سسٹم بھی اپنی فعالیت میں اضافہ کر دیتا ہے، اور ولادت کے وقت تک بچہ کے مزاج کے مطابق دودھ آمادہ ہو جاتا ہے۔

ولادت کے بعد بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے اور اس کا نظام ہاضمہ طاقتور ہوتا رہتا ہے اسی لحاظ سے دودھ کے ویٹامن بڑھتے رہتے ہیں!

قارئین کرام!

یہ عجیب و غریب اور حیرت انگیز حقائق، فعل و انفعالات اور تغیر و تبدیلی تمام کی تمام انسان کی رشد و نمو کے لئے ہے، اور یہ سب بے انتہا رحمت الہی اور اس کے لطف و کرم ہی کا نتیجہ ہے!!؟

لہذا انسان کو ان تعجب آور چیزوں پر غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ ان کو دیکھ کر خدا کی شکر گزاری اور اس کی عبادت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرے جس کے نتیجہ میں خدا کے لطف و کرم اور مادی و معنوی نعمتوں میں اضافہ ہو سکے اور انہیں تمام چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے اس کے در رحمت پر کاسہ گدائی پھیلاتے ہوئے کہے:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ“

تنفسی نظام (Respiratory System)

انسان کی عام زندگی میں پھیپھڑے کی فعالیت ۵۰۰ ملین بار انجام پاتی ہے۔

تنفسی مشین میں لاکھوں غدے ہوتے ہیں جن میں سے ایک چپکنے والا پانی نکلتا رہتا ہے، اور ان غدوں کا کام نقصان دہ ذرات کو اپنی طرف جذب کر لینا ہے تاکہ جب انسان کے منہ میں گرد و غبار جائے تو وہ اس کے بدن میں داخل نہ ہونے پائے۔

اگر ان غدوں میں پانی نہ ہوتا تو انسان کے سانس کی نالی منٹوں میں بند ہو جاتی اور انسان مر جاتا۔

سانس کی نالی میں بہت باریک باریک بال ہوتے ہیں جو اس نالی کو صاف کرتے رہتے ہیں۔

یہ بال ایک سیکنڈ میں ۱۲ دفعہ تمام نالی کو جھاڑو دیتے ہیں اور نقصان دہ گرد و غبار کے ذرات کو ہاضمہ سسٹم میں پہنچا دیتے ہیں جہاں پہنچ کر وہ نقصان نہیں کرتے۔

سانس کی نالی، ۷۵۰ ملین تھیلیوں کو صاف ہوا پہنچاتی ہے جہاں خون میں موجود کاربن "Carbon" آکسائیڈ "oxide" زندگی بخش اوکسیجن "Oxygen" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ سانس والی نالی، کتنی چھوٹی ہے لیکن کتنے عظیم اور حیرت انگیز کام انجام دیتی ہے اور ”کل شیء“ کا ایک مصداق ہے جس پر خداوند عالم کی بے انتہا رحمت سایہ فگن ہے۔

کہاں:

- انسانی بدن کی کہاں بھی بہت مفید ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:
- ۱۔ کہاں میں بہت ہی باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سانس کا کام بھی لیا جاتا ہے؛ اور اگر یہ سوراخ بند ہو جائیں تو انسان موت کے گھاٹ اتر جائے۔
 - ۲۔ کہاں میں بہت سے غدے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے پسینہ باہر نکلتا ہے تاکہ جسم کی گرمی مناسب رہے اور زیادہ نہ ہونے پائے۔
 - ۳۔ کہاں میں چربی کے غدے بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بال نرم اور صحیح و سالم رہتے ہیں۔
 - ۴۔ کہاں کی وجہ سے بہت سے جراثیم بدن میں داخل نہیں ہو سکتے۔
 - ۵۔ بدن میں پیدا ہونے والا زہر پسینہ بن کر اسی کہاں سے باہر نکلتا ہے، اور اس سے انسان کے گردوں کو مدد ملتی

ہے۔

۶۔ یہ غذائے بدن کے مفید پانی کو نکلنے سے روکتے ہیں۔

۷۔ حسّ لامسہ (چھونے والی قدرت) کا مرکز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سردی، گرمی، صاف، نرم، سخت، موٹا اور نازک وغیرہ جیسی چیزوں کا احساس ہوتا ہے۔

المختصر : انسان کی کھال بھی ان چیزوں میں سے جن پر خدا کی رحمت واسعہ سایہ فگن ہے اور اگر خدا کی رحمت نہ ہوتی تو پھر انسانی زندگی میں یہ فعل و انفعال اور مفید تبدیلیاں ممکن نہیں تھیں جن کی وجہ سے انسان زندہ ہے۔

بدن کا دفاعی نظام

جس وقت خداوند عالم نے انسان کے جسم کو پیدا کیا تو اپنے لطف و کرم اور محبت و رحمت کی بنا پر اس کے اندر ایسی قدرت عطا کی جس کی وجہ سے وہ حملہ آور دشمنوں سے مقابلہ کر سکتا ہے یعنی وہ ”میکروب“ ”Microbe“ اور بیماریاں سے (حتی الامکان) دور رہتی ہیں اور انسان کو اپنا دفاع کرنے کے لئے پانچ قدرت عطا فرمائیں:

۱۔ کھال، جس نے ہمارے پورے بدن کو ایک قلعہ کی طرح محفوظ بنایا ہے۔

۲۔ بافت های لنفی، ”Lymphe“ یہ انسان کے جسم کی کھال کے نیچے ہوتے ہیں جو کریم رنگ کے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان کا رنگ بدل بھی جاتا ہے۔

اور یہ جسم کے بعض حصے میں موٹے موٹے ہوتے ہیں اور کبھی نازک، اور جب ”میکروب“ ”Microbe“ اور بیماری کھال کے اندر داخل ہوجاتے ہیں تو یہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۳۔ پردہ مخاط: یہ وہ پردہ ہوتا ہے جو جسم کے اعضاء پر ہوتا ہے اور اس کا رنگ اسی عضو کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اس کا کام بھی اس عضو کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔

بعض اعضاء بدن جیسے دل پر دو پردے ہوتے ہیں ایک دل کے باہر ہوتا ہے جس کو ”مخاط خارجی“ کہا جاتا ہے اور دوسرا دل کے اندر ہوتا ہے جس ”مخاط داخلی“ کہا جاتا ہے۔

۴۔ معدہ کی ترشی: بالفرض اگر کوئی بیماری ان پردوں سے مقابلہ کر کے جسم کے اندر پہنچ جاتی ہے اور معدہ تک پہنچتی ہے تو معدہ کی ترشی (کھٹاس) اس کو نابود کر دیتی ہے۔

۵۔ سفید گلوبل: یہ سفید گلوبل ”67“ [Globule] جو گیند جیسے ہوتے ہیں اور جب گندے ”میکروب“ ”Microbe“ بدن میں داخل ہو کر خون میں وارد ہوجاتے ہیں، تو یہی سفید گلوبل ان سے جنگ کرتے ہیں یہاں تک ان کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام! یہاں پر ایک قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ یہ سفید گلوبل؛ اگر بدن میں مفید میکروب داخل ہوتے ہیں تو ان سے مقابلہ نہیں کرتے بلکہ ان کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ [68]

قارئین کرام! یہ تمام نعمتیں انسان کو مختلف بیماریوں اور حوادث سے محفوظ رکھنے کے لئے ہیں اور یہ تمام رحمت الہی اور رحمت رحمانیہ کی وجہ سے ہیں جو تمام انسانوں کے شامل حال ہے، جن کی وجہ سے انسان کو زندگی کے پیچ و خم سے گزرنے میں مدد ملتی ہے۔

قارئین کرام! کیا واقعاً ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ خداوند عالم کی رحمت کس قدر ہمارے ساتھ ہے؟! وہ رحمت خدا جس نے ہمارے ذرہ ذرہ کے ظاہر و باطن پر سایہ کیا ہوا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں تنہا نہیں چھوڑتی!!

گھاس اور ان کے تعجب خیز فوائد

گھاس اور نباتات کی تعداد اور ان کی کارکردگی نیز ان کے اندر موجود ویٹامن وغیرہ؛ انسانی زندگی کے لئے کس قدر مفید ہیں ان کو پیدا کرنے والے خدا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

اور جیسا کہ گھاس اور نباتات بھی ”کل شیء“ میں شامل ہیں اور رحمت الہی ان کے شامل حال ہے لہذا ان کے بعض اہم فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

ہوا کے اندر کافی مقدار میں گیس اور اوکسجن ”Oxygen“ ہوتا ہے، اوکسجن وہ حیات بخش شے ہے جس سے انسان اور تمام حیوانات کا فطری تعلق ہے اس کے بغیر انسان اور حیوان کی زندگی ناممکن ہے۔

انسان کے سانس لیتے وقت ایک مقدار اوکسجن پھیپھڑے میں داخل ہو کر خون میں وارد ہوجاتا ہے اور پھر وہ وہاں سے بدن کے مختلف حصوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

اوکسجن کا کام انسان کی غذا کو بدن کے مختلف خلیوں میں آہستہ آہستہ اور کم حرارت سے جلادینا اور جنسی شہوت کو

پیدا کرنا ہے۔ اور اس جلانے کی وجہ سے ایک زہریلی گیس بنام کاربن "Carbon" پیدا ہوتی ہے ، جو پھپھڑے اور خون میں داخل ہو کر سانس کے ذریعہ باہر نکلتی ہے۔

سبھی جاندار ہواسے اوکسیجن لیتے ہیں اور کاربن باہر نکالتے ہیں۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے:

ہوا میں کس قدر اوکسیجن ہوتا ہے جو تمام ہی نہیں ہوتا، آخر ہوا میں موجود اوکسیجن کی ایک معین مقدار ہوگی ، اور اربوں انسانوں اور حیوانوں کے سانس لینے سے اس مقدار میں کمی کیوں نہیں آتی، اس کو ہزاروں سال پہلے ہی تمام ہوجانا چاہئے تھا!!

ہر انسان ۲۴ گھنٹے میں تقریباً ۲۵۰ گرام خالص کاربن اپنے پھپھڑے سے نکالتا ہے ۔ اگر بالفرض پوری دنیا کی آبادی کو تین ارب بھی مان لیں تو ایک سال میں تمام انسان ۲۷۳۷۵۰۰۰۰ ٹن زہریلا کاربن ہوا میں چھوڑتے ہیں اور تقریباً اتنا ہی جانوروں کے ذریعہ کاربن ہوا میں آتا ہے۔

یہ زہریلا کاربن ہر سیکنڈ چند گنا بڑھتا رہتا ہے تو پھر یہ جاتا کہاں ہے؟ اگر ہوا میں اوکسیجن اور کاربن ہوتا ہے تو یہ کاربن زیادہ ہوجانا چاہئے تھا کیونکہ اوکسیجن کے مقابلہ میں کاربن کی مقدار بڑھتی جا رہی ہے، یہ انسان اور حیوانات کس طرح زندہ ہیں یہ مر کیوں نہیں جاتے!!

قارئین کرام! اس سوال کا جواب یہ ہے:

رحمت الہی کی وجہ سے یہ مشکل آسان ہوگئی ہے اور بہت ہی آسان طریقہ سے خداوند عالم نے اس کا انتظام کیا ہے اور ان کو مرنے سے بچالیا ہے۔

خداوند عالم نے اس دنیا میں بہت سی مخلوقات پیدا کی ہیں جن کی تعداد کوئی نہیں جانتا، اس نے بہت سی ایسی جاندار چیزیں پیدا کی ہیں جن کا سانس لینا اس کے برخلاف ہے۔

جب وہ سانس لیتی ہیں تو ہوا میں موجود کاربن حاصل کرتی ہیں اور اوکسیجن ہاہر نکالتی ہیں ، جس کی بنا پر ہوا صحیح و سالم باقی رہتی ہے ، اور اس دیرینہ خدمت گزار موجود کا نام ”نباتات“ اور رگھاس ہے۔

نباتات اپنے پتوں کے ذریعہ کاربن حاصل کرتی ہیں اور اپنے تنے میں اس کاربن کو محفوظ کر لیتی ہے اور اس کے بدلے اوکسیجن ہوا میں چھوڑتی ہے ، اسی وجہ سے اکثر نباتات میں کاربن پایا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی آیات ،امام متقین امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے نورانی کلام اور دعاء کمیل کی روشنی

میں خداوند عالم کی رحمت درختوں کے ہر پتے میں شامل ہے جس کی بنا پر انسان موت کے خطرہ سے محفوظ ہے ،

لہذا انسان ان تمام چیزوں کے پیش نظر پتے پتے اور ڈالی ڈالی میں رحمت خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اور اگر ان تمام چیزوں کے واضح ہونے کے بعد بھی کسی کو رحمت خدا دکھائی نہ دے تو وہ بیمار ہے جس کو جہل و غفلت کا کینسر ہے۔

انسان خدا داد عقل و شعور کے ذریعہ؛ سبزی، اناج اور پھلوں سے لذت اور اپنی سلامتی حاصل کرتا ہے اور انہیں کے ذریعہ اپنی بھوک مٹاتا ہے، یہ تمام چیزیں بدن کے عظیم کارخانے کے لئے ضروری اشیاء مینتبدیل ہوجاتی ہیں جیسے رنگ، ہڈی، کھال، رگ، خون، بال، ناخن، طاقت اور حرارت وغیرہ وغیرہ۔

زندگی میں حیوانات اور حشرات کا کردار

خشکی اور دریا میں بے شمار حیوانات ، حشرات (کیڑے مکوڑے) اور پرندہ نیز خزندے پائے جاتے ہیں جو عالم ہستی کو کتنے عظیم فائدے پہنچاتے ہیں، اور ان سبھی پر رحمت الہی ساہ فگن ہے ۔

خداوند عالم کی بے انتہا رحمت کی وجہ سے ان کے اندر اتنے فوائد پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لہذا ان میں چند ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ بارور کرنے والے حشرات: پہل دار درختوں میں بھی بعض درخت نر ہوتے ہیں اور بعض مادہ، ان میں سے بعض

گردہ دار (نرخلیہ) ہوتے ہیں جس طرح مرد کا نطفہ ہوتا ہے اور بعض تخمہ دار جو مادہ ہونے کی نشانی ہوتی ہے،

اگر درخت نر کا خلیہ مادہ کے تخم تک نہ پہنچے یا اس کے برعکس تو پھر اس درخت پر پہل نہیں لگتے ۔

خداوند عالم نے اپنی رحمت واسعہ کی بنا پر اس کام کو انجام دینے کے لئے چھوٹے چھوٹے حشرات پیدا کئے جو اس کام کو آسانی اور بہترین طریقہ سے انجام دیتے ہیں اور وہ ایک درخت کے خلیے کو دوسرے درخت تک پہنچادیتے ہیں۔

قارئین کرام! تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ حشرات اپنے اس کام میں کسی طرح کی کوئی غلطی نہیں کرتے، مثلاً سیب

کے درخت کے خلیے آم کے درخت پر ڈالیں یا آلو بخارہ کے خلیے کو خربوزہ کی بیل پر ڈال دیں بلکہ سیب کے خلیے کو

سیب اور آلو بخارہ کو آلو بخارہ کے درخت ہی کے حوالے کرتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ درخت بھی ان حشرات کو بغیر انعام دئے واپس نہیں کرتے بلکہ یہ درخت اپنے اندر موجود مٹھاس کو ان کے حوالے کر دیتے ہیں، یہ حشرات اس مٹھائی کو کھاتے ہیں اور دولہا کو دلہن کے پاس پہنچادیتے ہیں تاکہ اپنا ثمر انسان کے حوالے کر دیں، لیکن یہ حضرت انسان ہے جو تمام خدا داد نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد بھی شکر خدا سے غافل رہتا ہے!!

۲۔ بکری اور گائیں: ماہرین کا کہنا ہے کہ ”دنیا میں ہر چیز موجودات کے لحاظ سے ہے“ یہ بات واقعاً بالکل صحیح ہے۔

جی ہاں، پستاندار (یعنی بچہ دینے والے) حیوانات میں، ماں کے شکم میں بچے کو پلانے بھر کی مقدار میں دودھ ہوتا ہے، لیکن خداوند عالم نے اپنی رحمت کاملہ کی بنا پر گائے، بھینس اور بھیڑ بکری کو اس عام قانون سے الگ رکھا ہے، کیونکہ ان کا دودھ صرف ان کے بچوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کا دودھ انسان کے لئے بہترین غذا شمار ہوتا ہے۔ گائے، بھینس اور بکری کا دودھ بچوں اور بڑوں کے لئے بہت زیادہ مفید ہے اور دودھ سے حاصل ہونے والی چیزیں انسان کی غذا میں ایک بڑی ضرورت ہے۔ [69]

قارئین کرام! کیا ان تمام چیزوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی خداوند عالم کا لطف و کرم نظر نہیں آتا اور رحمت خدا دکھائی نہیں دیتی؟! خداوند منان نے اپنی رحمت و اسعہ کے ذریعہ ان حیوانات کو انسانی خدمت کے لئے خلق فرمایا ہے، ان حیوانات کے بے شمار فوائد ہیں اور احتمالی نقصانات بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ انسان، بھینس بکری کے تمام اعضاء سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور یہ حیوانات ہر طرح سے انسانی خدمت کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔

تعجب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ گوسفند (بھیڑ) کی تین قسمیں ہیں: پشم رکھنے والے، گوشت رکھنے والے اور دودھ دینے والے، جبکہ ان سب کی غذا ایک ہی ہے، واقعاً یہ قدرت خدا ہی کا ایک جلوہ ہے جو ایک ہی حیوان سے ایک ہی غذا کو تین چیزوں میں تبدیل کر دیتی ہے، اور انسان کی غذا اور لباس اس کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ گائے، بھینس اور بھیڑ بکری ”کل شیء“ کا ایک حصہ ہے جن پر رحمت الہی ساہ فگن ہے، خدا کی رحمت کاملہ کے جلوے اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ شہد کی مکھی: ماہرین کا کہنا ہے کہ اکثر پھول ہر وقت اپنا رس باہر نہیں نکالتے، بلکہ اس کا بھی ایک معین وقت ہے، اور اس کی مدت تین گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتی، اور سب پھولوں کے رس نکلنے کا وقت بھی ایک نہیں ہوتا بلکہ بعض میں سے صبح کے وقت اور بعض سے ظہر کے وقت اور بعض سے ظہر کے بعد رس نکلتا ہے، شہد کی مکھی گیہ شناس (یعنی پھولوں کو پہچانتی ہے) اور وقت شناس بھی ہیں، یعنی پھولوں کو بھی پہچانتی ہے اور ان سے رس نکلنے کے وقت کو بھی، لہذا اسی وقت معینہ پر ان میں رس اخذ کرتی ہے۔ [70]

اس کے بعد شہد کی مکھی پھولوں کے رس کو ایک بہترین، لذیذ خوش رنگ اور طاقت بخش شے میں تبدیل کر دیتی ہے جس کو شہد کھا جاتا ہے، جو تمام غذاؤں میں بے نظیر ہوتا ہے اور وہ خراب بھی نہیں ہوتا، نیز انسانوں کے لئے دوا کا کام بھی کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ“ (۱)

”جس میں پورے عالم انسانیت کے لئے شفاء کا سامان ہے۔“

شہد کی مکھی اور اس کی زندگی کے بارے میں سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جس کے ہر صفحہ پر خداوند عالم کی رحمت و اسعہ کے جلوے ہر پھلو سے ظاہر ہیں، اگرچہ یہ چھوٹی سی مخلوق ہے لیکن حقیقت میں بہت اہم مخلوق ہے۔

ہدایت، بے مثل نعمت

جب خداوند عالم کے لطف کرم اور اس کی مہربانی نے یہ طے کر لیا کہ انسان کو کچھ دن کے لئے اس دنیا میں بھیجے، اور اس کو آفتاب و مہتاب اور زمین و آسمان جیسی مختلف نعمتوں سے نوازا، تاکہ ان سے فائدہ حاصل کرے نیز سبزی، اناج اور پھل وغیرہ کے ذریعہ اس کی طاقت کو مکمل کیا اور دریائی، خشکی اور ہوائی جانوروں کے ذریعہ اس کے لئے حلال گوشت کا انتظام کیا، نیز اس کی زندگی میں پیش آنے والے مختلف ساز و سامان مہیا کئے تاکہ وہ اپنی عقل و خرد اور اپنے ارادہ و اختیار اور آزادی و حریت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہدایت تشریحی کا انتخاب کرے جس کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے جو تمام آسمانی کتابوں، انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت خصوصاً قرآن مجید

میں بیان ہوئی ہے ، جس کا شمار خداوندعالم کی بے نظیر نعمتوں میں ہوتا ہے ، تاکہ وہ خداوندعالم کی ان نعمتوں کے عوض میں جو ذمہ داری اور وظائف اس کے کاندھوں پر عائد ہوتے ہیں ان کو خلوص کے ساتھ صادقانہ طور پر انجام دے سکے ، اور پھر اپنے رشد وکمال کی منزلوں کو طے کرے ، اس چند روزہ زندگی میں اپنی آخری اور دائمی زندگی کو سنوارے اور جنت الفردوس میں جانے کے بعد اپنے کو خداوندعالم کی خوشنودی سے بہرہ مند ہونے کے لئے آمادہ کرے۔ انسان اگر خداوندعالم کی تمام مادی اور معنوی نعمتوں کو دیکھے اور ان پر غور و فکر کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ خداوندنمان کی رحمت رحیمیہ اور اس کے فیضان خاص و عام نے اس کے ظاہر و باطن پر سایہ کر رکھا ہے ، اور رحمت خداوندی کے ہر موڑ پر اس کے ساتھ ساتھ ہے ، خداوندعالم کی رحمت نے اس کو اس قدر چھپا رکھا ہے ، کہ اپنے مقرب ترین فرشتوں کو اس قدر اپنی رحمت و لطف و کرم عنایت نہیں کیا ہے !!

اور جب انسان معرفت کے ساتھ اپنے وظائف پر عمل کرتا ہے اور ایمانی طاقت کے بل بوتے پر خدا نے محبوب سے ملاقات کے لئے قدم بڑھاتا ہے اور ایک منٹ کے لئے بھی عبادت خدا اور خدمت خلق سے غافل نہیں ہوتا اور اپنے تمام وجود اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ مکمل خضوع و خشوع کے ساتھ شب و روز اپنے پروردگار کی بارگاہ میناس کی رحمت کی بھیک مانگتا ہے۔ انسان صراط مستقیم اور ہدایت الہی کے انتخاب اور وظائف الہی پر عمل کرنے نیز حلال و حرام کی رعایت کرنے اور خلق خدا کی خدمت (جو قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اجر عظیم، اجر غیر ممنون، اجر کریم، اجر کبیر، رضاء حق اور ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس میں قیام، یہ تمام رحمت خدا کے جلوے ہیں) کے ذریعہ رحمت الہی سے بہرہ مند ہوتا چلا جاتا ہے۔

رحمت خدا

انسان اگر اپنی زندگی میں جہل و نادانی یا غفلت و نسیان یا دوسرے اسباب کی بنا پر گناہ و معصیت میں ملوث ہو جائے تو انسان خدا کی بارگاہ میں توبہ اور گناہوں کی تلافی (جیسا کہ بیان ہوا ہے) کے ذریعہ اس کی بخشش و مغفرت اور رحمت کا حقدار ہو جاتا ہے ، خصوصاً اگر اس کی توبہ اور استغفار شب جمعہ دعاء کمیل کے ذریعہ ہو ، کیونکہ یہ شب؛ شب رحمت ہے ، یہ وہ رات ہے جس میں دعاء کمیل کے پڑھنے سے عفو بخشش اور رحمت خدا کی بارش ضرور ہونے لگتی ہے:

”قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.“ [71]

”اے پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

قرآن مجید میں درج ذیل آیات کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں رحمت خدا اور اس کی عفو و بخشش کو بیان کیا گیا ہے:

”إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ [72] ”وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ“ [73] ”وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ“ [74] ”إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ“ [75] ”وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ“ ”وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ“ [76] ”إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا“ [77] ”إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا“ [78] ”وَبُؤْ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ“ [79] ”إِنَّ رَبَّكَ وَسِعَ الْمَغْفِرَةَ“ [80]

قارئین کرام ! اگر کوئی انسان ان آیات میں غور و فکر کرے تو پھر وہ خداوندعالم کی طرف پلٹے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کو واجب قرار دے گا اور اس کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کو حرام اور گناہ کبیرہ مانے گا۔

رحمت کے سلسلہ میں احادیث

جناب ابوسعید خدری نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے روایت کی ہے : جب گناہگار مومنین کو دوزخ کی آگ میں لے جایا جائے گا تو وہ ان کو نہیں جلائے گی ، اس وقت خداوندعالم اپنے فرشتوں کو خطاب فرمائے گا : ان لوگوں کو میرے فضل و کرم اور رحمت کی بنا پر بہشت میں داخل کر دو ، چونکہ میرے لطف و کرم اور فضل و احسان کا دریا بے انتہا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام سے روایت ہوئی ہے کہ جب روز قیامت آئے گا تو خداوندعالم مومنین کو ایک جگہ جمع کر کے فرمائے گا:

”تم پر جو میرے حقوق تھے میں ان کو معاف کرتا ہوں تم بھی ایک دوسرے کے حقوق کو معاف کر دو تاکہ تم (سب) کو بہشت میں داخل کر دیا جائے۔“

ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت آئے گا ، اہل ایمان میں سے ایک بندہ کو حاضر کیا جائے گا

اور اس سے خطاب ہوگا: اے میرے بندے! تونے میری نعمتوں کو گناہ اور معصیت میں استعمال کیا، اور جیسے جیسے میں تجھ پر نعمتوں میں اضافہ کرتا گیا تو گناہوں میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ اس وقت اس بندہ کا سر شرم کی وجہ سے جھک جائے گا۔ بارگاہِ رحمت سے ایک بار پھر خطاب ہوگا: اے میرے بندے اپنے سر کو اوپر اٹھالے، جس وقت تو گناہ کرتا تھا میں اسی وقت تیرے گناہوں کو معاف کرتا جاتا تھا۔

اسی طرح یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں: جب روزِ محشر ایک بندہ کو لایا جائے گا، تو گناہوں کی وجہ سے اس کا سر بہت زیادہ جھکا ہوگا اور شرم کی وجہ سے رونے لگے گا، اس وقت بارگاہِ رحمت سے خطاب ہوگا: جس وقت تو گناہ کرتا ہوا ہنسنا تھا، میں نے اس وقت تجھے شرمندہ نہ کیا آج جب کہ تو میری بارگاہ میں شرم کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے ہے اور گریہ وزاری کر رہا ہے اور گناہ بھی نہیں کر رہا ہے تو میں کس طرح تجھے عذاب دوں؟ اے میرے بندے میں نے تیرے گناہوں کو معاف کر دیا اور تجھے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہوں۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے مروی ہے کہ خدا کی سو رحمتیں ہیں، اور ان میں سے صرف ایک دنیا میں جلوہ فگن ہے جس کو اپنی تمام مخلوقات میں تقسیم کیا ہے، اور ۹۹ رحمت خداوندمنان کے خزانہ میں موجود ہے تاکہ روزِ قیامت اس ایک رحمت کو ۹۹ گنا کر کے اپنے بندوں پر نثار کرے گا۔ [81]

رئیس محدثین، محدث کم نظیر حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ معصومین علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت برپا ہوگی، خدا کی رحمت واسعہ اس قدر جلوہ نما ہوگی اور گناہگاروں کی فوج کی فوج معاف کر دی جائے گی، یہاں تک کہ بارگاہِ الہی کا مردود شیطان خدا کی عفو و بخشش کی امید کرنے لگے!!

ایک بہت اہم روایت میں وارد ہوا: جب کسی مومن بندہ کو قبر میں رکھا جائے اور قبر کو ڈھک دیا جائے، اور رشتہ دار اور احباب وہاں سے جدا ہو جائیں، اور وہ قبر میں تنہا رہ جائے، اس وقت خداوند عالم اپنی رحمت و محبت کی بنا پر خطاب فرمائے گا: اے میرے بندے! تو قبر کی تاریکی میں تنہا رہ گیا ہے، اور جن کی خوشی کے لئے تو نے میری معصیت کی ہے اور ان کی رضا کی خاطر میری ناراضگی اختیار کی ہے، وہ لوگ تجھ سے جدا ہو گئے اور تجھے تنہا چھوڑ گئے ہیں، آج تجھے اپنی اس رحمت سے نوازوں گا جس سے مخلوقات تعجب کرنے لگے، اس وقت فرشتوں کو خطاب ہوگا: اے فرشتو! میرا بندہ غریب و بے کس اور بے یار و مددگار ہے اور اپنے وطن سے دور ہو گیا ہے اور اس قبر میں میرا مہمان ہے، جاؤ اس کی مدد کرو، اور جنت کا دروازہ اس کی طرف کھول دو، اور عطر و غذا اس کے پاس لے کر جاؤ، اور اس کے بعد میرے اوپر چھوڑ دو تاکہ میں قیامت تک اس کا مونس و ہمدم رہوں۔ [82]

رحمت کے بارے میں واقعات

ایک روایت میں منقول ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، ایک بندہ کو حساب و کتاب کے لئے حاضر کیا جائے گا، اور اس کے نامہ اعمال جو گناہوں سے سیاہ ہو چکا ہے؛ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ بندہ اپنے نامہ اعمال کو لیتے وقت دنیا کی عادت کی طرح ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کہے گا، اور جب رحمت خدا کے نکر سے اس نامہ اعمال کو کھولے گا تو اس کو بالکل سفید پائے گا، جس میں کچھ بھی لکھا نہ ہوگا، یہ دیکھ کر کہے گا کہ اس میں تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے میں کیسے پڑھوں، اس وقت فرشتے کہیں گے: اس نامہ اعمال میں تیری برائیاں اور خطائیں لکھی ہوئی تھیں لیکن اس بسم اللہ کی برکت سے تمام ختم ہو گئیں ہیں اور خداوندمنان نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ [83]

جناب عیسیٰ (ع) اور گناہگار

روایات میں بیان ہوا ہے کہ ایک روز جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنے کچھ حواریوں کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہے تھے ناگہاں ایک بہت گناہگار شخص جو فسق و فجور سے معروف تھا راستہ میں ملا، آتش حسرت اس کے سینے میں جلنے لگی، اور اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہنے لگے، اس نے اپنے اوپر ایک نظر کی، افسوس کے ساتھ اس نے جگر سوز اور خون دل سے ایک آہ نکالی اور زبان حال سے کہا:

یارب کہ منم دست تھی چشم پر آشوب

جان خستہ و دل سوختہ و سینہ کیاب

نامہ سیہ و عمر تہ کار خراب

از روی کرم بہ فضل خویشم دریاب

”پالنے والے میرا ہاتھ خالی اور آنکھیں پُر آشوب ہیں، ذہن پراکندہ، دل جلا ہوا اور سینہ کباب ہے۔“
 نامہ اعمال سیاہ ہے اور عمر برباد کار و کوشش بے ثمر ، لہذا اپنے فضل و کرم ہی سے میری مدد فرما۔“
 اور اس نے یہ سوچا کہ میں نے عمر بھر کوئی کار خیر انجام نہیں دیا ہے لہذا میں کس طرح پاک افراد کے ساتھ چل پاؤں گا، لیکن چونکہ یہ خدا کے محبوب بندے ہیں اگر انہوں نے قبول کر لیا تو چند قدم ان کے ساتھ چلنے میں کوئی حرج (بھی) نہیں ہے ، لہذا ان اصحاب کے ساتھ کتے کی شکل میں فریاد کرتا ہوا چلنے لگا۔
 ایک حواری نے جب اس مشہور و معروف بدکار کو اپنے پیچھے پیچھے آتا ہوا دیکھا تو کہا: یا روح اللہ! یہ مردہ دل اور نجس آدمی ہم لوگوں کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس ناپاک کے ساتھ چلنا کس مذہب میں جائز ہے؟ اس کو بھگادیجئے تاکہ یہ ہمارے پیچھے نہ آئے ایسا نہ ہو کہ اس کے گناہوں کا دہبہ ہمارے دامن پر بھی لگ جائے!!
 اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ سوچنے لگے کہ اس شخص سے کیا کہیں ، اور کس طرح اس شخص سے معذرت کرے (کہ ہمارے ساتھ نہ چلے) ناگاہ خداوند عالم کی طرف سے وحی نازل ہوئی: اے روح اللہ! اپنے اس خود پسند دوست سے فرمادیجئے کہ اپنی زندگی (کے اعمال کو دوبارہ شروع کرو) کیونکہ آج تک جو اس نے نیک کام کئے تھے وہ سب نامہ اعمال سے محو کر دئے گئے کیونکہ اس نے میرے بندہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور اس فاسق کو بشارت دیدو کہ میں نے اس کی شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے اس کے لئے اپنی توفیق کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کی ہدایت کے اسباب مہیا کر دئے ہیں۔ [84]

ایک گناہگار جوان

مرحوم ملا فتح اللہ کاشانی نے تفسیر ”منہج الصادقین“ میں اور آیت اللہ کلباسی نے کتاب ”انیس اللیل“ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے :
 ”مالک دینار“ کے زمانہ میں ایک گناہگار اور نافرمان شخص کی موت ہو گئی، عوام الناس نے اس کے گناہوں کی وجہ سے اس کی تجہیز و تکفین نہیں کی، بلکہ ایک گندی جگہ کوڑے کے ڈھیر میں ڈال دیا۔
 مالک دینار نے رات میں خواب دیکھا کہ خداوند عالم کا حکم ہے : ہمارے اس بندہ کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس کو غسل و کفن کے بعد صالح افراد کے قبرستان میں دفن کرو، اس نے عرض کی : خدایا! وہ تو بدکاروں اور فاسقوں میں سے تھا، کس طرح اور کس چیز کی وجہ سے درگاہ احدیت میں مقرب بن گیا؟ تو جواب آیا: اس نے آخری موقع پر گریہ کناں آنکھوں سے یہ جملہ پڑھا:
 ”يَا مَنْ لَّهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ اِرْحَمْ مَنْ لَيْسَ لَهُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ“۔
 (اے وہ جو دنیا و آخرت کا مالک ہے، اس شخص کے اوپر رحم کر جس کے پاس نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔)
 اے مالک! کون ایسا درد مند ہے جس کے درد کا ہم نے علاج نہ کیا ہو اور کون ایسا حاجت مند ہے جو ہماری بارگاہ میں روئے اور ہم اس کی حاجت پوری نہ کریں؟ [85]

مستجاب دعا

ایک بڑے عابد و زاہد منصور بن عمار کے زمانہ میں ایک مالدار شخص نے محفل معصیت سجائی اور اس نے اپنے غلام کو چار درہم دئے تاکہ وہ بازار سے کچھ کھانے پینے کا سامان خرید لائے۔
 غلام راستہ میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے دیکھا منصور بن عمار کی نشست ہو رہی ہے، سوچا کہ دیکھوں منصور بن عمار کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے سنا کہ عمار اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کچھ طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کون ہے جو مجھے چار درہم دے تاکہ میں اس کے لئے چار دعائیں کروں؟ غلام نے سوچا کہ ان معصیت کاروں کے لئے طعام و شراب خریدنے سے بہتر ہے کہ یہ چار درہم منصور بن عمار کو کو دیدوں تاکہ میرے حق میں چار دعائیں کر دیں۔ یہ سوچ کر اس نے وہ چار درہم منصور کو دیتے ہوئے کہا: میرے حق میں چار دعائیں کر دو، اس وقت منصور نے سوال کیا کہ تمہاری دعائیں کیا ہیں بیان کرو، اس نے کہا: پہلی دعا یہ کرو کہ خدا مجھے غلامی کی زندگی سے آزاد کر دے، دوسری دعا یہ ہے کہ میرے خواجہ (آقا) کو توبہ کی توفیق دے، اور تیسری دعا یہ کہ یہ چار درہم مجھے واپس مل جائیں، اور چوتھی دعا یہ کہ مجھے اور میرے خواجہ اور خواجہ کے اہل مجلس کو معاف کر دے۔
 چنانچہ منصور نے یہ چار دعائیں اس کے حق میں کیں اور وہ غلام خالی ہاتھ اپنے آقا کے پاس چلا گیا۔
 اس کے آقا نے کہا: کہاں تھے؟ غلام نے کہا: میں نے چار درہم دے کر چار دعائیں خریدی ہیں، تو آقا نے سوال کیا وہ چار دعائیں کیا ہیں؟ تو غلام نے کہا: پہلی دعا یہ میں آزاد ہو جاؤں، تو اس کے آقا نے کہا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو،

اس نے کہا: دوسری دعا یہ تھی کہ میرے آقا کو توبہ کی توفیق ہو، اس وقت آقا نے کہا: میں توبہ کرتا ہوں، اس نے کہا: تیسری دعا یہ کہ ان چار درہم کے بدلے مجھے چار درہم مل جائیں، چنانچہ یہ سن کر اس کے آقا نے چار درہم عنایت کر دیے، اس نے کہا: چوتھی دعا یہ کہ خدا مجھے، تجھے اور اہل محفل کو بخش دے، یہ سن کر اس آقا نے کہا: جو کچھ میرے اختیار میں تھا میں نے اس کو انجام دیا، تیری، میری اور اہل مجلس کی بخشش میرے ہاتھ میں نہیں ہے چنانچہ اسی رات اس آقا نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی خدا کی طرف سے آواز دے رہا ہے کہ اے میرے بندے! تو نے اپنے فقر و ناداری کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل کیا، کیا ہم اپنے بے انتہا کرم کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل نہ کریں، ہم نے تجھے، تیرے غلام اور تمام اہل مجلس کو بخش دیا۔

خدائے کریم کی بارگاہ میں حاضری

ایک مرد حکیم ایک راستہ سے چلا جا رہا تھا راستہ میں اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جوان کو اس کے گناہ و فساد کی وجہ سے اس علاقہ سے باہر نکال رہے ہیں، اور ایک عورت اس کے پیچھے پیچھے بہت زیادہ روتی پیتتی ہوئی جا رہی ہے، میں نے سوال کیا کہ یہ عورت کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا اس کی ماں ہے، میرے دل میں رحم آیا لہذا میں نے ان لوگوں سے اس کے بارے میں سفارش کی اور کہا کہ اس دفعہ اس کو معاف کر دو، اور اگر اس نے دوبارہ بھی کام کیا تو پھر اس کو شہر بدر کر دینا۔

وہ مرد حکیم کہتا ہے: ایک زمانہ کے بعد اس قریہ سے دوبارہ گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک دروازہ کے پیچھے سے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند ہیں، میں نے دل میں سوچا شاید اس جوان کو گناہوں کی وجہ سے شہر بدر کر دیا گیا ہے اور اس کی ماں اس کی جدائی میں نالہ و فریاد کر رہی ہے، میں آگے بڑھا اور دروازہ پر دستک دی، ماں نے دروازہ کھولا تو میں نے اس جوان کے حالات دریافت کئے تو ماں بولی: وہ تو مر گیا ہے لیکن کس طرح مرا ہے، جس وقت اس کا آخری وقت تھا تو اس نے کہا: اے ماں! پڑوسیوں کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا، میں نے ان کو بہت تکلیف دی ہے، اور ان لوگوں نے بھی میرے گناہوں کی وجہ سے میری سرزنش کی ہے، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ لوگ میرے جنازے میں شریک ہوں، لہذا خود ہی میری تجہیز و تکفین کرنا، اور ایک انگوٹھی نکال کر دی اور کہا کچھ دنوں پہلے میں نے اس کو خریدا ہے اور اس پر ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھا ہوا ہے، اس کو بھی میرے ساتھ دفن کر دینا اور قبر کے پاس خدا سے میری شفاعت کرنا تاکہ خدا میرے گناہوں کو بخش دے۔

چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کیا اور جس وقت اس کی قبر کے پاس سے واپس آ رہی تھی تو گویا مجھے ایک آواز سنائی دے:

”اے ماں! اطمینان سے چلی جاؤ، میں خدا وند کریم کے پاس پہنچ گیا ہوں۔“ [86]

توبہ کے بعد توبہ

عطار ”منطق الطیر“ میں روایت کرتے ہیں: ایک شخص مسلسل گناہ اور معصیت کے بعد توبہ کرنے کی توفیق حاصل کرتا ہے، اور توبہ کے بعد پھر ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے، ایک بار پھر اس نے توبہ کی، لیکن پھر اپنی توبہ کو توڑ ڈالا اور گناہوں کا مرتکب ہو گیا، یہاں تک کہ اپنے بعض گناہوں کی سزا میں مبتلا ہو گیا، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ اس نے اپنی عمر کو تباہ کر ڈالا ہے اور جب اس کا آخری وقت آ گیا تو ایک بار پھر توبہ کے بارے میں سوچا، لیکن شرمندگی اور خجالت کی بنا پر توبہ نہ کر سکا، لیکن جلتے توے پر بہتے دانہ کی طرح کرب و بے چینی میں کروٹیں بدلنے لگا، یہاں تک کہ سحر کا وقت ہو گیا، اس موقع پر ہاتف غیبی نے ندا دی: اے گناہگار خداوند عالم فرماتا ہے: جب تو نے پہلی دفعہ توبہ کی تو میں نے تجھے بخش دیا، لیکن تونے اپنی توبہ کو توڑ ڈالا، حالانکہ میں تجھ سے انتقام لے سکتا تھا لیکن میں نے تجھے مہلت دی یہاں تک کہ تونے دوبارہ توبہ کی اور میں نے تیری توبہ قبول کر لی، لیکن تونے تیسری مرتبہ بھی اپنی توبہ کو توڑ ڈالا، اور گناہ و معصیت میں غرق ہو گیا؛ اور اگر تو اب بھی توبہ کرنا چاہتا ہے تو توبہ کر لے میں تیری توبہ قبول کر لوں گا۔ [87]

دعا کے ذریعہ گمراہی سے نجات

عطار ”منطق الطیر“ میں روایت کرتے ہیں: ایک روز حضرت روح الامین ”سدرۃ المنتہی“ پر تھے دیکھا کہ پروردگار عالم کی طرف سے لیبیک لیبیک کی آواز آرہی ہے، لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ لیبیک کس کے جواب میں کہی جا رہی ہے، سوچا کہ اس شخص کو پہچانے جس کے جواب میں یہ لیبیک کہی جا رہی ہے، تمام زمین و آسمان میں نظر دوڑائی،

کوئی نظر نہیں آیا دیکھا اس وقت بھی بارگاہ رب العزت سے مسلسل لیبیک لیبیک کی آواز آرہی ہے۔ اس کے بعد پھر دیکھا کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو خداوند عالم کے لیبیک کا مستحق ہو، عرض کیا: پالنے والے مجھے اس بندہ کو دکھادے جس کے گریہ وزاری کے جواب میں تو لیبیک کہہ رہا ہے، اس وقت خطاب پروردگار ہوا: سر زمین روم پر دیکھ، دیکھا تو روم کے ایک بت کدہ میں ایک بت پرست ابر باران کی طرح گریہ کر رہا ہے اور اپنے بت کو پکار رہا ہے۔

جناب جبرئیل نے اس واقعہ کو دیکھ کر جوش و خروش میں آکر عرض کی: پالنے والے میری آنکھوں سے حجاب اٹھالے کہ ایک بت پرست اپنے بت کو پکار رہا ہے اور اس کے سامنے رو رہا ہے اور تو ہے کہ اپنے لطف و کرم سے اس کے جواب میں لیبیک کہہ رہا ہے!!

تو آواز قدرت آئی: میرے بندہ کا دل سیاہ ہو چکا ہے اسی وجہ سے وہ راستہ بھٹک گیا ہے، لیکن چونکہ مجھے اس کا راز و نیاز اچھا لگا، لہذا اس کا جواب دے رہا ہوں، اور اس کی آواز پر لیبیک کہہ رہا ہوں تاکہ اسی وجہ سے راہ ہدایت پر آسکے، چنانچہ اسی وقت اس کی زبان پر خداوند مہربان کا کلمہ جاری ہو گیا!! [88]

بد بختوں کی فہرست سے نام کاٹ کر نیک بختوں کے فہرست میں لکھا گیا صاحب تفسیر ”فاتحہ الكتاب“ (جو عرفانی اور علمی کتابوں میں سے ایک اہم کتاب ہے اور فیض کاشانی کے زمانہ کے بعد ایک دانشور نے لکھی ہے) کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد تھا، جس نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر ایک خلوت گاہ بنائی، اور ایسی عبادت کیا کرتا تھا جس کی بنا پر وہ محبوب ملائکہ بن گیا تھا، وحی پروردگار کے رازدار جناب جبرئیل نے اس کی زیارت کی تمنا کی اور آسمان سے زمین پر آنے کی اجازت طلب کی تو آواز قدرت آئی: اے جبرئیل لوح محفوظ میں دیکھو اس کا نام کہاں لکھا ہے؟

جبرئیل نے دیکھا کہ اس کا نام بد بختوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہے، تعجب کیا، اور اس کے دیدار کے ارادے کو ترک کر دیا اور بارگاہ پروردگار میں عرض کیا: پالنے والے! تیرے حکم کے مقابلہ میں کوئی بھیتاب نہیں رکھتا، مجھ میں اس عجیب و غریب نظارہ کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

خطاب ہوا: چونکہ تمہارے دل میں اس کے دیدار کی تمنا تھی لہذا اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ دیکھا ہے اس کو باخبر کرو۔

جناب جبرئیل اس عابد کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے دیکھا تو اس کا بدن بہت نحیف و کمزور ہے اس کے دل میں شوق و محبت کی آگ لگی ہوئی ہے کبھی پروانہ کی طرح محراب عبادت میں سوزناک انداز میں عبادت کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور کبھی سجدہ کی حالت میں گریہ وزاری اور تضرع کرتا ہے۔

جناب جبرئیل اس کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے عابد! خود کو زحمت میں نہ ڈال، کیونکہ لوح محفوظ میں تیرا نام بدبختوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہے۔

چنانچہ جب اس عابد نے یہ سنا تو نسیم سحر کی وجہ سے گلبرگ کے پھول کی طرح کھل اٹھا؛ ہنسا اور بلبل شیرین سخن کی طرح اپنی زبان پر ”الحمد للہ“ جاری کیا۔

اس وقت جناب جبرئیل نے کہا: اے ناچار بوڑھے! تجھے تو اس دلسوز درد ناک غم کی خبر سن کر ”انا للہ“ کہنا چاہئے تھا اور تو ہے کہ ”الحمد للہ“ کہتا ہے!! تیرے لئے تو تعزیت اور تسلیت کا مقام تھا تو خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے!!

یہ سن کر اس عابد نے کہا: ان باتوں کو چھوڑ، میں بندہ اور غلام ہوں اور وہ آقا و مولا، غلام کامولا کی باتوں سے کیا مقابلہ، اس کے مقابلہ میں کسی کی نہیں چلتی، وہ جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے، قدرت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے، جہاں بھی ہمیں رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے، سب کچھ اسی کی مشیت کے تحت ہے جو چاہے کرے، ”الحمد للہ“ اگر میں بہشت میں جانے کے لئے اس کی شایان شان نہیں ہوں تو کوئی بات نہیں میں دوزخ کا ایندھن بننے کے کام تو آسکتا ہوں۔

یہ سن کر جناب جبرئیل اس کی حالت پر رونے لگے، چنانچہ اسی حالت میں بارگاہ رب العزت میں پلٹ گئے، اس وقت حکم خدا ہوا اے جبرئیل دوبارہ لوح محفوظ کو دیکھو کہ ”یحمو اللہ ما یشاء ویثبت“ [89] کے لکھنے والے نے کیا لکھا اور ”یفعل اللہ ما یشاء“ [90] کے مالک نے کیا کیا ہے؟

جبرئیل نے دیکھا تو اس کا نام نیک بختوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہے، جناب جبرئیل کو بہت تعجب ہوا، عرض کیا: پالنے والے اس واقعہ کا راز کیا ہے، کس طرح ایک مجرم؛ محرم میں بدل جاتا ہے؟

جواب پروردگار آیا: اے امین اسرار وحی ! اور اے مہبط انوار امر ونہی، چونکہ وہ عابد اپنے لئے مقرر کی ہوئی جگہ کی خبر سن کر رویا نہیں اس نے نالہ و فریاد نہیں کیا بلکہ وادی صبر میں قدم رکھا اور حکم الہی پر راضی رہا نیز اپنی زبان پر ”الحمد لله“ جاری کیا اور مجھے میرے تمام صفات سے پکارا، میرے کرم اور رحمت کو جوش آگیا کہ ”الحمد لله“ کہنے والے کو بدبختوں کی فہرست سے نکال نیک بختوں کی فہرست میں لکھ دوں، لہذا میں نے اس کا نام نیک بختوں کی فہرست میں لکھ دیا ہے۔ [91]

- [1] سورہ غافر، آیت ۶۰۔
- [2] سورہ فرقان آیت ۷۷۔
- [3] سورہ بقرہ آیت ۱۸۶۔
- [4] سورہ ق آیت ۱۶۔
- [5] سورہ ابراہیم آیت ۳۹۔
- [6] سورہ مریم ۵ تا ۷۔
- [7] سورہ مائدہ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵۔
- [8] سورہ غافر (مومن) آیت ۶۰۔
- [9] محجۃ البیضاء، ج ۲، ص ۲۸۲، کتاب الأذکار و الدعوات، باب ۲۔
- [10] محجۃ البیضاء، ج ۲، ص ۲۸۲، کتاب الأذکار و الدعوات، باب ۲۔
- [11] محجۃ البیضاء، ج ۲، ص ۲۸۳، کتاب الأذکار و الدعوات، باب ۲۔
- [12] کافی، ج ۲ ص ۴۶۶، باب فضل الدعاء، ...، حدیث ۲۔
- [13] کافی، ج ۲ ص ۴۶۷، باب فضل الدعاء، ...، حدیث ۸۔
- [14] کافی، ج ۲ ص ۴۶۷، باب أن الدعاء سلاح المؤمن، حدیث ۲؛ محجۃ البیضاء: ۲۸۴۲، باب الثانی فی آداب الدعاء۔۔۔۔۔
- [15] کافی، ج ۲ ص ۴۷۱، باب اللهم الدعاء، حدیث ۲؛ محجۃ البیضاء: ۲۸۴۲، باب الثانی فی آداب الدعاء۔۔
- [16] کافی، ج ۲ ص ۴۷۰، باب أن الدعاء شفاء، من كل داء، حدیث ۱؛ محجۃ البیضاء: ۲۸۵۲، باب الثانی فی آداب الدعاء۔
- [17] کافی، ج ۲ ص ۴۸۷، باب الاجتماع فی الدعاء، حدیث ۲؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۵۴۱۹۔
- [18] مستدرک الوسائل: ج ۵ ص ۲۳۹، باب ۳۶، حدیث ۵۷۷۲؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۵۴۱۹۔
- [19] وسائل الشیعہ: ج ۷ ص ۱۰۴، باب ۳۹ حدیث ۸۸۵۶۔
- [20] وسائل الشیعہ: ج ۷ ص ۱۰۵، باب ۳۹ حدیث ۸۸۶۰۔
- [21] سورہ یوسف آیت ۸۷۔
- [22] سورہ زمر آیت ۵۳۔ ”...خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔۔“
- [23] کنز العمال: ۵۸۶۹، میزان الحکمہ ج ۱۰ ص ۵۰۴۶، القنوط، حدیث ۱۷۱۰۹۔
- [24] مستدرک الوسائل: ج ۲ ص ۱۲، باب ۵۰، حدیث ۱۳۵۰۷۔
- [25] کافی: ج ۲ ص ۴۸۹، باب ابطأت علیہ الاجابة، حدیث ۲۔
- [26] کافی: ج ۲ ص ۴۸۹، باب ابطأت علیہ الاجابة، حدیث ۳۔
- [27] اصول کافی، ج ۲ ص ۲۶۶، مختلف ابواب میں، محجۃ البیضاء ص ۲۴۹ تا ۲۶۸۔
- [28] دعوات راوندی ص ۳۵، حدیث ۸۳، بحار الانوار ج ۸۶ ص ۲۷۴، باب ۲، ص ۱۷۔
- [29] المقنعة ص ۱۵۵، بحار الانوار ج ۸۶، ص ۲۷۱، باب ۲ حدیث ۱۳ و ۱۹۔
- [30] بحار الانوار ج ۸۶ ص ۲۸۲، باب ۲ حدیث ۲۷۔
- [31] بحار الانوار ج ۸۶ ص ۲۸۳، باب ۲ حدیث ۲۸ (مضمون حدیث)۔
- [32] مستدرکات علم الرجال ج ۶ ص ۳۱۴۔
- [33] رسائل سید مرتضیٰ۔
- [34] بحار الانوار ج ۳۳ ص ۳۹۹، باب ۲۳ حدیث ۶۲۰۔
- [35] مستدرکات علم الرجال ج ۶ ص ۳۱۴۔
- [36] مصباح کفعمی ص ۵۵۵۔

- [37] محجة البضاء ج ۲ ص ۲۸۵، آداب دعا وہی عشرہ۔
- [38] محجة البضاء ج ۲ ص ۲۸۵، آداب دعا وہی عشرہ۔
- [39] اصول کافی، ج ۲ ص ۴۶۱ باب الیکاء حدیث ۱۔
- [40] اصول کافی، ج ۲ ص ۸۰ باب اجتناب المحارم حدیث ۲۔
- [41] تفسیر امام عسکری: ۲۵، الافتتاح بالتسمیة...؛ وسائل الشیعة: ج ۷ ص ۱۷۰، باب ۱۷ حدیث ۹۰۳۲۔
- [42] مکارم الأخلاق: ۳۴۶، فی المهمات؛ بحار الانوار: ج ۹۲ ص ۱۵۹، باب ۱۵۔
- [43] مستدرک الوسائل: ج ۵ ص ۳۰۴، باب ۱۶ حدیث ۵۹۲۹۔
- [44] روایات ۴ تا ۷ تفسیر فاتحة الكتاب میں موجود ہے۔
- [45] سورہ روم آیت ۴۔
- [46] سورہ تغابن آیت ۱۔
- [47] سورہ اخلاص آیت ۱۔
- [48] انیس اللیل ص ۲۱۔
- [49] افق دانش ص ۱۱۔
- [50] سورہ کہف آیت ۵۱۔
- [51] سورہ فصلت آیت ۱۱۔
- [52] سورہ نوح آیت ۱۶۔
- [53] گزشتہ و آئندہ جہان ص ۲۰ تا ۲۷۔
- [54] افق دانش ص ۸۹ تا ۹۴۔
- [55] سورہ نوح آیت ۱۴۔
- [56] سورہ مومنون آیت ۱۲۔
- [57] سورہ فرقان آیت ۵۴۔
- [58] سورہ علق آیت ۲۔
- [59] بعض حیوانات اور انسان کے نطفہ میں موجود ایک خلیہ "Cellule" کا نام ہے۔ (مترجم)
- [60] سورہ سجدہ آیت ۸۔
- [61] سورہ دھر آیت ۲۔
- [62] سورہ حشر آیت ۲۴۔
- [63] سورہ زمر آیت ۶۔
- [64] سورہ مومنون آیت ۱۴۔
- [65] سورہ نحل آیت ۷۸۔
- [66] گزشتہ و آئندہ جہان، ص ۵۱ تا ۷۰، تھوڑے دخل و تصرف اور اختصار کے ساتھ۔
- [67] انسان کے خون میں دو طرح کے گلوبل ہوتے ہیں ایک سفید رنگ کے اور دوسرے سرخ رنگ کے اور سرخ رنگ کے گلوبل میں جب کمی آجاتی ہے تو انسان میں خون کم ہو جاتا ہے، ایک ملی میٹر خون میں سرخ گلوبل کی تعداد پانچ ملین ہوتی ہے، جبکہ سفید گلوبل کی تعداد ایک میلی میٹر مکعب خون میں چھ سے سات ہزار تک ہوتی ہے۔ (مترجم)
- [68] نشایہ های از او، ص ۸۸ تا ۱۳۳۔
- [69] نشانہ های از او، ج ۱ ص ۱۷۴۔
- [70] نشانہ های از او ج ۲ ص ۹۲۔
- [71] سورہ زمر آیت ۵۳۔
- [72] سورہ بقرہ آیات نمبر ۱۷۳، ۱۸۲، ۱۹۲، ۱۹۹، اور سورہ ماندہ آیت ۳۹۔
- [73] سورہ بقرہ آیت ۲۰۷، آل عمران آیت ۳۰۔
- [74] سورہ بقرہ آیت ۲۲۱۔
- [75] سورہ بقرہ آیت ۲۳۵۔
- [76] سورہ بقرہ آیت ۱۰۵۔
- [77] سورہ نساء آیت ۴۳۔
- [78] سورہ نساء آیت ۱۶۔

- [79] سورہ یوسف آیت ۶۴۔
- [80] سورہ نجم آیت ۳۲۔
- [81] محجة البيضاء ج ۸ ص ۳۸۴، باب فی سعة رحمة الله.
- [82] روایات باب رحمت خدا مفصل طور پر کتاب بحار الانوار ج ۷ ص ۲۸۶ باب ۱۴ ما يظهر من رحمته تعالى فی القيامة، میں نقل ہوئی ہوئی ہیں، محجة البيضاء ج ۸ ص ۳۸۳ باب فی سعة رحمة الله، وکتاب تفسیر فاتحة الكتاب وتفسیر قرآن میں نقل ہوئی ہیں۔
- [83] تفسیر فاتحة الكتاب، ص ۷۴۔
- [84] تفسیر فاتحة الكتاب ص ۶۳۔
- [85] انیس اللیل ص ۴۵۔
- [86] تفسیر روح البیان جلد اول ص ۳۳۷۔
- [87] انیس اللیل ص ۴۵۔
- [88] انیس اللیل ص ۴۶۔
- [89] سورہ رعد آیت ۳۹۔ ترجمہ: ”اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے۔“
- [90] سورہ ابراہیم، آیت ۲۷۔ ترجمہ: ”اور وہ جو بھی چاہتا ہے انجام دیتا ہے۔“
- [91] تفسیر فاتحة الكتاب ص ۱۰۷۔

شرح دعاء کمیل

بِقُوَّتِكَ الَّتِي قَهَرْتَ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ

” اور اس قوت کے واسطہ سے ہے جو ہر چیز پر حاوی ہے،“

خداوند عالم کی قدرت اور توانائی اس کی عین ذات ہے اور بے نہایت اور بے انتہا ہے، دنیا کی تمام قدرتیں اس کی قدرت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں کسی بھی قدرت مند کی قدرت اس کی قدرت کے مقابلہ میں مستقل نہیں ہے، تمام قدرتیں اس کی قدرت کی شعاعوں کی ایک جھلک ہے: ”لا حول ولا قوة الا بالله۔“

گزشتہ صفحات میں ”کل شیء“ کے بارے میں مختصر طور پر وضاحت کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا: ”کل شیء“ یعنی: تمام مخلوقات اور تمام وہ چیزیں جو اس کے ارادہ سے پیدا ہوئی ہیں، ان کی تعداد اور ان میں سے بہت سی چیزوں کی کیفیت اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے، اور روز قیامت تک نہیں جان سکتا ہے۔

ارہوں آسمانی موجودات، کہکشاں اور نباتات، حیوانات، چرند پرند، اور خشکی و دریا کے خزندہ، بے شمار کیڑے مکوڑے، وائرس "Virus"، اور میکروب "Microbe" اور غیبی موجودات نیز وہ فرشتے جن سے زمین و آسمان بھرا ہوا ہے، ان سب سے کون آگاہ ہو سکتا ہے اور ان کی تعداد کا حساب کون لگا سکتا ہے؟ خدائے مہربان اپنی بے نہایت قدرت سے (کل شیء) ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے اور کوئی چیز باہر ہو بھی نہیں سکتی ہے۔ اجرام آسمانی (فلکی ستارے) کہکشاں اور اس کے ستارے، منظومہ اور اس کے مابین موجودات جن میں سے بعض بعض کا وزن اربوں اور کھربوں ٹن بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے؛ بغیر ستون کے لٹکے ہوئے ہیں، اور اپنی معین شدہ رفتار کے ساتھ اپنے وقت پر گردش کرتے ہیں اور اربوں سال سے گردش کی حالت میں ہیں؛ یہ سب کے سب خدا کی قدرت کاملہ سے محفوظ ہیں۔

”وَوَضَعَ لَهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَدَلَّ لَهَا كُلُّ شَيْءٍ“

” اور اس کے لئے ہر شے خاضع اور متواضع ہے۔“

تمام غیبی اور شہودی موجودات؛ بڑی سے بڑی معنوی اور مادی موجود سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق تک، عظیم ترین کہکشاں اور ثابت ستاروں سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے اٹم "Atome" تک جس کو بڑی سے بڑی میکرو اسکوپ "Maicroscope" بھی نہیں دکھا سکتی، تمام کی تمام چیزیں خداوند عالم کی مسخر کردہ اور اسی کی فرمانبردار ہیں، اس کے حکم کے سامنے سبھی سر تسلیم خم کئے ہوئے نظر آتی ہیں، اور سب کے سب اس کا حکم ماننے کے لئے حاضر ہیں، نیز

ان کے اندر مخالفت اور معصیت کا ذرا بھی تصور نہیں پایا جاتا۔

وہ موجودات جو بغیر کسی استثناء کے؛ خدا کی بے انتہا قدرت کے سامنے مقہور اور مغلوب ہیں ان تمام چیزوں کا وجود خضوع اور خشوع نیز عین ذلت و مسکنت ہے۔

حضرات معصومین علیہم السلام کی ایک فرد کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دعا کے چند جملوں کی طرف توجہ کریں: ”یقیناً تو ہی وہ خدا کہ جس کی قدرت اور توانائی کے سامنے تمام چیزیں ذلیل ہیں، اور تمام ہی چیزوں کا سر تیری قدرت کے سامنے خم ہے، جو تو کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے، اور جس چیز کا ارادہ کر لے وہ کر گزرتا ہے، تیری ہی مقدس ذات نے تمام چیزوں کو خلق فرمایا ہے، اور تیرے ہی دست قدرت میں تمام چیزوں کے امور ہیں، تو تمام چیزوں کا مولا و آقا ہے، اور تمام چیزیں تیری ہی مغلوب اور مسخر ہیں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو عزیز و کریم ہے۔“

بے شک تیری رحمت سبھی چیزوں پر چھائی ہوئی ہے اور تیری بے نہایت قدرت تمام چیزوں پر غالب ہے، تیرا ہی وجود بابرکت ہے جس کی قدرت کے سامنے تمام چیزیں ذلیل و خوار ہیں، لہذا اس کے لئے یہ کام بہت آسان ہے کہ اس بندہ کی دعا قبول کر لے جو خلوص و انکساری کے ساتھ حالت خضوع و خشوع میں روتے اور گڑگڑاتے ہوئے شب جمعہ جیسی مبارک رات میں دعا کر رہا ہو، اور اس کے لئے بہت ہی زیادہ آسان ہے کہ وہ اس بندہ کی حاجت روائی کے لئے زمین و آسمان میں موجود اپنے لشکر اس کی امداد کے لئے بھیجے تاکہ وہ اس کو دنیاوی اور اخروی مقاصد تک پہنچادیں۔ جو شخص تواضع اور انکساری کے ساتھ اس کی رحمت و قدرت کا واسطہ دے کر پکار رہا ہو اور اس کی رحمت و قدرت کے علاوہ کوئی رحمت و قدرت اس کے پیش نظر نہ ہو، کیا اس کی دعا کباب اجابت سے نہ ٹکرانا ممکن ہے؟ ہر گز نہیں۔

کوئی ضعیف و ناتوان موجود اس کی حاجت روائی نہیں کر سکتا اور دعا کرنے والے کی دعا کو مستجاب نہیں کر سکتا۔ مگر صرف وہ جو غنی ہے اور رحمت و اسعہ اور قدرت کاملہ کا مالک ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام چیزیں ہیں اپنے بندوں کی مصلحت اور اپنی حکمت کی بنا پر اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور مانگنے والوں کی جھولی بھر دیتا ہے۔

صحیفہ سجادیہ کی دعا نمبر ۱۳ میں وارد ہوا ہے:

”تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعا تیرے محتاج ہیں لہذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرنا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے اور جس نے بھی اپنی حاجت کا رخ تیرے علاوہ کسی اور کی طرف موڑ دیا، یا کامیابی کا راز تیرے علاوہ کسی اور کو قرار دیا ہے اس نے محرومی کا سامان مہیا کر لیا ہے اور تیری بارگاہ سے احسانات کے فوت ہوجانے کا استحقاق پیدا کر لیا ہے۔ خدایا! میری تیری بارگاہ میں ایک ایسی حاجت ہے جس سے میری کوشش قاصر ہے اور میری تدبیریں منقطع ہو گئی ہیں اور مجھے نفس نے ور غلایا ہے کہ میں اسے ایسوں کے پاس لے جاؤں جو خود ہی اپنی حاجتیں تیرے پاس لے کر آتے ہیں اور اپنے ضروریات میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ خطاکاروں کی لغزشوں میں سے ایک لغزش ہے اور گناہوں کی ٹھوکروں میں سے ایک ٹھوکر ہے اس کے بعد تیری یاد دہانی کے ذریعہ میں خواب غفلت سے چونک پڑا اور تیری توفیق کے سہارے اپنی لغزش سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیری رہنمائی سے اپنی ٹھوکر سے پلٹ پڑا اور میں نے فوراً اعلان کر دیا کہ میرا رب پاک و پاکیزہ ہے کوئی محتاج کسی محتاج سے کیسے سوال کر سکتا ہے اور فقیر کسی فقیر کی طرف کس طرح رغبہ کر سکتا ہے۔“

یہ سوچ کر میں نے تیری طرف رغبہ کی اور اپنی امیدوں کو لے کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا کہ مجھے تجھ پر بھروسہ تھا اور مجھے معلوم تھا کہ میں جس کثیر کا سوال کر رہا ہوں وہ تیری عطا کے مقابلہ میں قلیل ہے اور جس عظیم کا تقاضا کر رہا ہوں وہ تیری وسیع بارگاہ میں حقیر ہے تیرا کرم کسی کے سوال سے تنگ نہیں ہوتا ہے اور تیرے ہاتھ عطا کرنے میں ہر ہاتھ سے بالا تر رہتے ہیں۔ تمام ممکنات ایک روز عدم محض تھے، موجود ہی نہیں تھے کہ قابل ذکر ہوتے، تیرے ارادہ اور قدرت کے زیر سایہ پیدا ہوئے اور ان کی زندگی بھی تیرے ہی لطف و کرم کی بدولت ہے، کسی بھی طرح کا کوئی استقلال نہیں رکھتے ان کے پیشانی پر فقر ذاتی اور ذلت و خواری کی مہر لگی ہوئی ہے اور تیری قدرت ازلی کے سامنے خاکساری اور ذلت کی حالت میں سجدہ ریز ہیں۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تیری بے نہایت قدرت کے سامنے اپنی قدرت کی بساط پھیلائے، انانیت کا ڈنکا بجائے، اور تکبر کا نعرہ لگائے، اپنی اس کم بضاعتی جس خلقت ایک مشت خاک سے ہوئی ہو محض ذلیل و خوار ہے اور اس کا وجود صرف ایک پھونک کا کام ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اپنی اس کم عقلی کی بنا پر جو ایک ذرہ کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر و ناتوان ہے اپنے مولا و آقا، مدبر اور پروردگار کی قدرت کے سامنے؛ جس کی قدرت نے تمام چیزوں کو تحت الشعاع قرار دے رکھا

ہے، اس کے سامنے اپنی قدرت کے نعرہ لگائے !! اور اگر ایسا کرے بھی تو اس کی قدرت کا بوریا بستر لپیٹ دیا جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائے، نیز رحمت خدا سے محروم کر دیا جائے اور عذاب الہی میں گرفتار ہو جائے۔

”وَجِبْرُوتِكَ الَّتِي غَلَبَتْ بِهَا كُلَّ شَيْءٍ“

” اور اس جبروت کے واسطہ سے ہے جو ہر شے پر غالب ہے۔“

”جبروت“ لغوی اعتبار سے ”صیغہ مبالغہ“ ہے، یعنی تمام موجودات اور ممکنات کے نقائص کا بہت سی نعمتوں اور بہت سے ساز و سامان کے ذریعہ ان کا جبران اور تدارک کرتا ہے، اور وہ بھی بلندترین درجہ اور کثیر تعداد میں۔ ابتدائے خلقت مینکوئی بھی موجود قابل ذکر نہ تھا، اس کی پہلی تصویر ایک ذرہ "Atome" کی شکل میں تھی یا ایک دانہ یا بے اہمیت نطفہ کی طرح تھی۔ ہر موجود ناقص تھا، خداوند عالم کی صفت جبروتیت نے تمام خامیوں اور نواقص کو پورا کیا تاکہ ان کو مکمل شکل و صورت مل جائے، اور ایک با اہمیت شکل میں جلوہ نما ہو اور اپنی اصل صورت میں پیدا ہو۔

خدائے مہربان کے ذریعہ نقص کا پورا ہونا

خداوند عالم کی طرف سے کمیوں اور نواقص کا پورا ہونا ایک اہم اور قابل توجہ مسئلہ ہے، اس سلسلہ میں چند چیزوں کو ایک اہم کتاب سے نقل کرتے ہیں جس کی بنا پر ہمارے ایمان میں اضافہ ہو اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ خداوند عالم ہمارے یا دوسری مخلوقات کے نقص کو کیسے پورا کرتا ہے:

سورج کی خرچ شدہ طاقت کا جبران

جس سورج کی وجہ سے اکثر طاقت ملتی ہے یہ ”کل شے“ کا ایک چھوٹا سا مصداق ہے۔

سورج کی گرمی اتنی زیادہ ہے کہ بہت زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ بھی اس کے سامنے ٹھنڈی ہے، سورج کی گرمی

تقریباً "cg6093" ہے اور اس کے اندر کی گرمی تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

سورج ہر سیکنڈ میں 12400,000 ٹن انرجی "E`nergiee" (طاقت) فضا میں پھیلاتا ہے، کہ اگر سورج کی ایک منٹ کی

گرمی کو کوئلہ کے ذریعہ حاصل کرنا چاہیں تو تقریباً 679,000,000,00 ٹن کوئلے کو جلانا ہوگا۔

اس ایک سیکنڈ میں حاصل شدہ سورج کی طاقت کا وزن تقریباً 4000,000 ٹن ہوتا ہے اور یہ مقدار ایک سال میں تقریباً

126,144,000,000,000 ہوجاتی ہے، اور یہ طے ہے کہ اگر جلتی ہوئی آگ کا ایندھن ختم ہوجائے تو آگ خاموش

ہوجاتی ہے، لہذا جب سورج کوئی ایندھن نہیں لےتا اور ہر سال اتنی طاقت خرچ کرتا ہے تو پھر اس کو ختم ہوجانا چاہئے

تھا؟! جبکہ اگر سورج خالص کوئلہ سے بنا ہوتا تو ۶۰۰ سال کے بعد ختم ہوجاتا۔

قارئین کرام! اس سوال کا جواب صرف صفت ”جبروت“ کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے، اس نے سورج کو گیس کے ایک

عظیم پہاڑ کی طرح بنایا ہے جس کا گیس سکڑنے اور پھیلنے کی بنا پر کھوئی طاقت دوبارہ لوٹا دیتا ہے۔

یہ بات مشرق و مغرب کے بڑے بڑے دانشوروں کی تحقیق کا نتیجہ ہے جس کے بارے میں کتاب کے ہزاروں صفحات

لکھے جاچکے ہیں جو ایک سادہ جملہ میں ہم تک پہنچا ہے۔

جی ہاں! وہی ہے جو اشیاء کی کھوئی ہوئی طاقت کو لوٹاتا کرتا ہے، اور سورج کی کھوئی ہوئی طاقت کو واپس پلٹانا اس

کی صفت ”جبروتی“ کی ایک نشانی ہے۔

دریائے خزر کے جزر و مد [1] کا جبران

دریائے خزر کی سطح آزاد دریا سے ۲۷۶ میٹر نیچے ہے، اور اس سے نیچے ہوتی جائے گی، دریائے خزر آزاد دریاؤں

سے متصل نہیں ہے، لہذا عمومی اقیانوس کے جزر و مد کے تابع بھی نہیں ہے۔ دریائے خزر چونکہ چھوٹا ہے لہذا چاند

کی قوت جذبہ سے بھرہ مند نہیں ہوسکتا، لہذا اس میں جزر و مد نہیں ہونا چاہئے اور اس کے پانی کو گندا ہوجانا چاہئے

اس دریائے خزر کو پیدا کرنے والے کا وجود مبارک جانتا ہے کہ اس نقص کو کس طرح پورا کیا جائے، اس نے

”سرنوک“، ”خزری“ اور ”میانوا“ نامی ہوائیں چلائیں تاکہ اپنی پوری طاقت کے ذریعہ پانی کو متحرک کرے یہاں تک

کہ جو دریا اس میں گرتے ہیں ان کے پانی کو اوپر نیچے کرے۔

یہ ہوائیں اس قدر طاقتور ہوتی ہیں کہ دریائے خزر کے پانی کو اس قدر اوپر لے جاتی ہیں کہ اکثر کشتیوں کے ناخدا اس کا

مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں، یہ ہوائیں ایک دوسرا کام بھی کرتی ہیں وہ یہ کہ دریائے خزر کے شمال میں موجود بادلوں کو

جنوب کی طرف بھگادیتی ہیں جس کی بنا پر ایران کے شمالی علاقہ میں بارش ہوتی ہے تاکہ وہاں پر کھیتی ہری بھری

ہوجائے۔

یہ ہوائیں اس دریا کے پانی کو ”مرداب انزلی“ میں ڈھکیل دیتی ہیں تاکہ مرداب (بہت گہرا تالاب اور گڑھا) کاپانی صاف ہوجائے، شہر گیلان کا دریا مسلسل بارشوں کی بنا پر اکثر اوقات مٹیالا ہوتا ہے جس میں جنگلی گھاس وغیرہ کے بیج وغیرہ ہوتا ہے اور جب اس مرداب میں مٹی بھر جاتی ہے، اس سے پانی پر کف (جھاگ) پیدا ہوتا ہے، گھاس کے بیج وغیرہ وہاں رشد ونمو کرنے لگتے ہیں، انہیں دو اسباب کی بنا پر اس مرداب کا پانی خشک ہوجانا چاہئے اور اسے دلدل کی شکل اختیار کر لینا چاہئے، لیکن ہزاروں سال سے یہ مرداب اسی طرح باقی ہیں، کیوں؟

اس لئے کہ خداوند عالم جبران کرنے والا ہے لہذا اس مشکل سے روک تھام کے لئے اس دریا کا پانی سیلاب سے ملادیتا ہے اور جس وقت ”سرنوک“، ”خزری“ اور ”میانوا“ نامی ہوائیں بادلوں کو برسنے کے لئے جنوب کی طرف روانہ کرتی ہیں تو دریا کا پاک و صاف پانی، گدالے پانی سے مل جاتا ہے جس کی بنا پر اس گدالے پانی کی غلظت ہلکی ہوجاتی ہے، بیج اور بیل وغیرہ دریا کے نمکین پانی میں نابود ہوجاتے ہیں۔

جس وقت یہ (مذکورہ) ہوائیں بند ہوجاتی ہیں، اس وقت ”کرامو“، ”کناروا“ اور ”آفتاب بوشو“ نامی ہوائیں چلتی ہیں تو ان مرداب کے پانی کو دریائے خزر میں پھونچادیتی ہیں جس کی بنا پر وہاں گدلا پانی صاف ہوجاتا ہے۔

اسی طرح ”گیلوا“ اور ”درشتوا“ نامی ہوائیں مرداب کے پانی کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جاتی ہیں اور اس پانی کو ملانے میں کافی مدد کرتی ہیں۔!! [2]

پھلوں کے نقص کو دور کرنا

جب تک پھلوں کے بیج بوئے نہ جائیں اور خداوند عالم کی صفت جبروتی مختلف طریقوں سے اس کے نقائص کو پورا نہ کرے تو ان سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

خوشمزه اور لذیذ سبب کے سلسلہ میں غور و فکر کریں کہ ایک روز بھی دانہ اور ایک ذرہ کی شکل میں دکاندار کے یہاں تھا۔ اور جس وقت وہ ایک دانہ تھا صرف اس کو بونے کے علاوہ دوسرے کام کے لئے کارگر نہ تھا اور جب کسان اس کو زمین میں ڈال دیتا ہے، تو ہوا، نور، پانی اور نمک اس کے پاس آتے ہیں، اور خداوند عالم کے ارادے سے اس کی کمی پوری کی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں ایک خوش رنگ اور لذیذ غذا بن جاتا ہے اور دسترخوان کی زینت بن جاتا ہے۔

قارئین کرام! خداوند عالم کی صفت جبروتی سے مزید آگاہی کے لئے درج ذیل مطالب کو غور و فکر کے ساتھ پڑھیں:

سیب کے اندر بطور خلاصہ درج ذیل چیزیں پائی جاتی ہیں:

نیٹروجن ترکیبات (پروٹین، امینو ایسڈ، لیزین، آرژینین، ہسٹاڈین اور ٹیروزن)

مواد معدنی: (آیوڈین، پوٹاشیم، برم، فاسفورس، کیلشیم، آرن، تانبا، سوڈیم، سفار، میگنیز، قلعی، منیزیم)

اجزائے نشاستہ: (ڈکسٹروز، سیلولوز، پیٹازن، اسٹارچ (نشاستہ))

شکر: (گلوکوز، فریکٹوز، سیکروز)

مواد پکٹک: (پکٹک ایسڈ، پیکٹن، پیکسٹک ایسڈ، پروٹوپکٹن)

چربی اور ایسڈ: (میلک ایسڈ، سڑک ایسڈ، ایگزیلک ایسڈ، اسکوریک ایسڈ، لیکٹک ایسڈ)

ترکیبات رنگی: اینٹوسینیز، فلاوونز، کلوروفل)

ویٹامن: (A.B.C.G)

اینزیم: (کیٹلوز، ایکسیڈوز)

پانی: ۸۴ فی صد۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ خدائے جبار کس طرح ایک پھل کی کمی اور اس کے نقص کو پورا کرتا ہے۔ اور اگر دوسری چیزوں کے مادی عناصر نیز معنوی چیزوں کے نواقص کے جبران کا ذکر کیا جائے تو تمام موجودات کے برابر صفحات بھر جائیں گے!!

”وَبِعِزَّتِكَ الَّتِي لَا يَقُومُ لَهَا شَيْءٌ“

” اور اس عزت کے واسطے سے ہے جس کے مقابلہ میں کسی میں تاب مقاومت نہیں ہے۔“

وہ پاک و پاکیزہ ذات جس نے اپنی قدرت کے ذریعہ تمام چیزوں کو خلق فرمایا، اور سب پر اپنی رحمت نازل کی، اور وہ تمام چیزیں جو اپنے پورے وجود کے ساتھ یہ اعلان کرتی ہیں کہ جو اس کی قدرت کے سامنے ذلیل و خوار ہیں اور وہ اپنے صفت جبروتی کے ذریعہ تمام چیزوں کے نواقص کو برطرف فرماتا ہے، اس کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز قدرت نامانی نہیں

کرسکتی؟

ایک چیز کا وجود اپنے تمام تر خواص و ترکیبات کے ساتھ آسمان و زمین سے لے کر اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، چاہے وہ غیبی موجودات ہوں یا ظہاری اللہ ان کی عزت اور قدرت کا ایک معمولی عکس ہے، اور اپنے مولا و آقا کے مقابلہ میں ایک معمولی سایہ کی طرح ہے؛ لہذا اس کی ازلی اور ابدی عزت اور لامتناہی قدرت کا مقابلہ کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ ”عزت“ کے معنی قدرت و توانائی ہیں، اور تمام ہی موجودات میں اس کی عزت کا ایک معمولی سا جلوہ پایا جاتا ہے۔ ایک معمولی اور بے مقدار شعاع کہاں اور بے نہایت اور ازلی و ابدی نور کہاں!!

”فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا“ [3] ”عزت سب پروردگار کے لئے ہے۔“ جی ہاں، قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تمام ”عزت“ خداوند عالم ہی کے لئے ہے، اور جس کو چاہے اس کی صلاحیت کے لحاظ سے عطا کر دیتا ہے، اور جس کو نہ چاہے اس کو یہ عزت نہیں دیتا، اور اگر چاہے تو عزت دینے کے بعد چھین سکتا ہے، لہذا کوئی بھی اس کے مقابلہ میں مستقل طور پر صاحب عزت نہیں ہے، اور کوئی بھی اس کی قدرت کا مقابلہ نہیں کرسکتا، وہ شکست ناپذیر قدرت کا مالک اور غالب غیر مغلوب ہے۔

”وَيَعْظَمُتِكَ الْتِي مَلَأْتُ كُلَّ شَيْءٍ“

”اور اس عظمت کے واسطہ سے ہے جس نے ہر چیز کو پر کر دیا ہے“

فعل سے اس کے فاعل کی پہچان قارئین کرام! آپ حضرات جانتے ہیں کہ کسی بھی فاعل (کام کرنے والا) کی عظمت اور بزرگی اس کے کام کے ذریعہ کافی حد تک پہچانی جاسکتی ہے۔ وہ انجینئر جو ایک سو دس (110) منزلہ بلڈنگ یا اس سے کم زیادہ منازل کی بلڈنگ بنالے تو اس فلک شگاف عمارت کو دیکھ کر انجینئر کی قوت فکر اور علمی صلاحیت کا اندازہ لگا جاسکتا ہے۔ ایک عظیم الشان مؤلف، جیسے صدر المتألهین جنہونے ”اسفار“، ”عرشہ“، ”حکمت متعالیہ“ اور ”اسرار الآیات“ جیسی عظیم الشان کتابیں لکھ دے تو اس کی علمی صلاحیت اندازہ اس کی کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ برقی رو "Electricity" کا کارخانہ ایجاد کرنے والے کو دیکھ کر؛ جس کی وجہ سے رات کی تاریکی دن میں بدل جاتی ہے، اس کی عظمت اور قوت فکر کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

خداوند عالم کی عظمت اور بزرگی ”ازلی، ابدی اور بے نہایت“ ہونے کی وجہ سے ہے، اور ہم چونکہ وجود کے اعتبار سے محدود ہیں اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں، لیکن اس کی عظمت اور بزرگی کے جلووں کو دنیا میں غور و فکر کر کے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، جس کی عظمت کے جلوے تمام ہی چیزوں میں روز روشن کی طرح چمک رہے ہیں۔

ہم اس سلسلہ میں صرف دو روایت اور اس کے بعد ایک علمی مطلب کی طرف اشارہ کریں گے، اور اس اشارہ کی بنا پر ہم کافی حد تک اپنی مطلوب حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔

چند عالم کی خلقت

کم نظیر کتاب ”اسلام و ہیئت“ تالیف علامہ کبیر دانشمند مصلح جناب ہبہ اللہ شہرستانی صاحب کتاب ”خصال“ صدوق، ”بحار الانوار“ علامہ مجلسی، اور ”انوار نعمانیہ“، و ”شرح صحیفہ“ اور ”تفسیر نور الثقلین“ سے معتبر اور قوی سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

” اِنَّ بِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اِثْنَيْ عَشَرَ اَلْفَ عَالَمٍ كُلُّ عَالَمٍ مِنْهُمْ اَكْبَرُ مِنْ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ وَسَبْعِ اَرْضِيْنَ مَا يُرَىٰ عَالَمٌ مِنْهُمْ اَنْ بِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَالَمًا غَيْرُهُمْ “ [4]

”خداوند عالم کے بارہ ہزار جہان ہیں، جن میں سے ہر ایک ساتوں آسمان اور زمین سے بڑا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے رهنے والے دوسرے جہان کی خیر نہیں رکھتے۔“

آج کل کے ستارہ شناس ماہرین کہتے ہیں: جہان ہستی ہزاروں جہان سے مرکب ہے اور ہر جہان میں ہماری زمین و آسمان سے بڑے زمین و آسمان ہیں۔ [5]

اکثر اوقات عدد (مثلاً بارہ ہزار) قرآن مجید اور روایات میں حدود اور تعداد کو بیان کرنے کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ اس سے مراد کثرت اور زیادتی ہوتی ہے؛ لہذا یہ تصور نہ پیدا ہوجائے کہ ہستی بارہ ہزار جہان میں محدود ہے، جہان کی تعداد

اس سے کہیں زیادہ ہے جن کی تعداد قرآن مجید، روایات اور علم نجوم میں بیان ہوئی ہے۔

آسمان پر لٹکی ہوئی قنڈیلیں اور منظومہ شمسی

سید نعمت اللہ جزائری ”شرح صحیفہ“ میں حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے روایت ہے :

خداوند عالم نے ایک لاکھ قنڈیلیں خلق فرمائی ہیں، اور ان کو عرش پر لٹکایا ہے ، اور تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے یہاں تک کہ بہشت و دوزخ ایک قنڈیل میں ہے ، اور خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ دوسری قنڈیلوں میں کیا کیا ہے !!

علامہ شہرستانی اس معجز نما روایت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

قنڈیل؛ منظومہ شمسی سے چند شبابت رکھتی ہیں:

پہلی شبابت: قنڈیل انڈے کی طرح ہے ، اور ہمارے نظام شمسی بھی آج کل کے ماہرین فلکیات کی بنا پر انڈے کی شکل کے ہیں۔

دوسری شبابت: قنڈیل ایک لطیف جسم والی ہے جو اس کے درمیان میں ہے اور وہ اپنے چاروں طرف نور و نار پھیلاتا ہے ، اسی طرح ہمارا شمسی نظام ایک لطیف کرہ سورج پر مشتمل ہے جو وسط میں ہے اور اپنے اطراف موجود ستاروں کو نور و نار عطا کرتا ہے۔ [6]

تیسری شبابت: قنڈیل ہوا میں لٹکی ہوئی ہے ، دیوار یا کسی دوسری چیز پر نصب نہیں ہے ، اسی طرح ہمارا نظام شمسی فضا میں لٹکا ہوا ہے۔

چوتھی شبابت: قنڈیل کا نور بخش حصہ بالکل وسط میں نہیں ہے بلکہ وسط کے کافی حد تک قریب ہے ، اسی طرح سورج بھی منظومہ شمسی کے بالکل وسط میں نہیں ہے۔

قارئین کرام ! مذکورہ شبابتوں کے پیش نظر یہ معجز نما روایت آج کل کے فلکیاتی ماہرین کے عقیدہ کے موافق ہے اور قدیم فلسفہ کے مخالف ہے ، جو اس بات کی طرف واضح طور پر اشارہ کر رہی ہے کہ ہزاروں جہان ، منظومہ شمسی موجود ہیں، جو ایک دوسرے سے جدا اور مستقل ہیں اور ان میں بھی سورج، چاند، ستارے، شہر و بستی، اور بہشت و دوزخ وغیرہ ہیں؛ اور ان میں سے ہر ایک قنڈیل کے جہان میں نظام شمسی اور زمین و آسمان ہیں!! [7]

بے شمار سورج

بیسویں صدی کے آغاز میں جب عوام الناس نے یہ سنا کہ ہمارے اس کہکشاں میں جو رات کو واضح طور پر دیکھا جاتا ہے، تیس ملین سورج موجود ہیں، تو سب انگشت بندناں ہو گئے، اور بھاگنے لگے۔ لیکن آج سائنس نے تحقیق کی کہ ہمارے کہکشاں میں دس ہزار ملین (10.000.000.000) ستارے یعنی سورج موجود ہیں۔

ہم جب رات کے وقت بغیر دوربین کے اس کہکشاں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ چھوٹا دکھائی دیتا ہے، یہاں کہ برسات میں بادلوں کے ایک جھرمٹ کے برابر بھی دکھائی نہیں دیتا، لیکن اگر ایک فلکی بڑی دوربین جیسے رصد گاہ (جہاں سے ستاروں کا حال معلوم کیا جاتا ہے) کی دوربین ”ویلسون“ یا دوربین ”پالمر“ جس کا لینس پانچ میٹر کا ہوتا ہے؛ وغیرہ سے کہکشاں کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کتنا بڑا اور عظیم ہے۔

کہکشاں میں سورج یکے بعد دیگرے اس طرح ہیں کہ ان کا صحیح طریقہ سے شمار بھی کیا جاسکتا، اور ابھی تک کسی بھی نجومی نے صحیح طور پر یہ معین نہیں کیا ہے کہ ہمارے اس کہکشاں میں کتنے سورج ہیں بلکہ تخمینی طور پر کہتے ہیں: ہمارے اس کہکشاں میں دس ہزار ملین سورج ہیں!!

اس بنا پر کہکشاں کے ایک حصہ کو محدود کردہ سورج کو شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ہمارے اس کہکشاں میں دس ہزار ملین سورج ہیں۔

لیکن سورج کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہونے کا امکان، کیونکہ اس کہکشاں میں ستاروں کی تعداد اس زیادہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے مقابل آجاتے ہیں جس کے وجہ سے ان کے پیچھے کے ستاروں کو دیکھا نہیں جاسکتا، لیکن کہکشاں کے عجیب و غریب عمق (گہرائی) سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دکھائی دینے والے سورجوں کے علاوہ دوسرے سورج بھی

موجود ہیں۔ اس کہکشاں کے سورجوں کے درمیان ایسے سورج بھی ہیں جو ایک کروڑ ہمارے سورج سے بڑے ہیں!! ہمارے اس جہان میں ملیوں کہکشاں موجود ہیں اور کبھی ان کہکشاں میں دوسرے کہکشاںوں سے بیس لاکھ نوری [8] سال کی دوری سے بھی زیادہ کا فاصلہ ہے۔

آج کل کی سب سے بڑی اور طاقتور دوربین ”پالومر“ امریکہ میں ہے ، اس دوربین کے ذریعہ ایک ارب نوری سال کے فاصلہ پر کہکشاؤں کے مختلف رنگوں کو دیکھا جاسکتا ہے ، لیکن کبھی کبھی اس دوری کے پیچھے بھی نور دکھائی دیتا ہے جس سے نجومی حضرات اس بات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کہکشاؤں موجود ہیں۔ سورج کا وزن ارب در ارب (10000000000.0000000000) ہے ، اور ہمارا یہ کہکشاؤں جو جہان عظیم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے تقریباً سورج کے ۱۶۵ ہزار ملین گنا وزن ہے۔ ان تمام مادہ اور عناصر کے باوجود ؛ جس کی عظمت اور بزرگی پورے جہان میں پھیلی ہوئی ہے ؛ جہان کا زیادہ تر حصہ خالی یا تقریباً خالی ہے !!

ہم سے قریب ترین ستارے کا فاصلہ ۴۰ ملین ملین کلو میٹر ہے !! [9]

اس جہان عظیم کا ایک حصہ جس کو ایک محدود دور بین کے ذریعہ دیکھا گیا ہے ، ہم اسی کو دیکھ کر اور اس کے طول و عرض اور وزن کو ملاحظہ کرنے کے بعد کیا خدا نے بزرگی کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ لگاسکتے ہیں جس کی عظمت بے نہایت ہے اور پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے !!

یہ جہان عظیم ، خدائے عظیم کا کارخانہ اور اس کی کتاب ہے ، فعل خدا کی تکوینی کتاب اور اس کی عظیم کتاب کو تھوڑا بہت پڑھ کر خداوند عالم کی عظمت کا اندازہ لگاسکتے ہیں ، اور پھر اپنے دل سے خلوص کے ساتھ یہ جملہ کہیں:

” اللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ يُوصَفَ “ [10]

خدا اس کہیں زیادہ بزرگ ہے کہ اس کی توصیف کی جائے۔

کیونکہ بڑے سے بڑا عالم خدا کی توصیف کرنے والا اس کی توصیف سے عاجز ہے اور بلیغ ترین زبان اس کی تعریف کرنے سے گنگ ہے اور قوت فکر کی سب سے بڑی طاقت اس کی عظمت کے ایک حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی ہے ! جی ہاں ، اس کے بارے میں تو وہی جملہ کہا جس کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے تعلیم فرمایا ہے:

” مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ “ [11]

” جو حق تیری معرفت کا ہے وہ معرفت ہم حاصل نہیں کر سکتے۔“

” وَيَسْأَلُكَ الَّذِي عَلَا كُلَّ شَيْءٍ “

” اور اس سلطنت کے واسطہ سے ہے جو ہر شے سے بلند تر ہے۔“

قارئین کرام ! آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں جہان ہستی کی عظمت کے ناچیز گوشوں کے بارے میں پڑھا ، اور خداوند عالم کی بے چون و چرا سلطنت کو ملاحظہ کیا ، اسی کی ذات ! جہان اور اس کی مخلوقات کے ظاہر و باطن سے مافوق ہے۔ اس کی قدرت تمام چیزوں پر مسلط ہے ، اور تمام چیزیں اپنے تمام امور میں اسی مالک الملک کی فرمانروائی کے زیر سایہ ہیں۔ اس دنیا میں ہر شخص اپنی صلاحیت کے لحاظ سے فرمانروائی رکھتا ہے ، اور اس کی فرمانروائی خداوند عالم کی عطا کردہ بخشش ہے ، اور اگر وہ چاہے تو اس سے لے کر دوسرے کو عطا کر سکتا ہے۔

حکام اپنی فرمانروائی کو خداوند عالم کی سلطنت ، حاکمیت اور فرمانروائی کی ایک کرن تصور کریں اور عدل و انصاف سے کام لیں اور اگر عدل و انصاف کے علاوہ حکمرانی کریں تو ان کا شمار ظالمین میں ہوگا۔ اور جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اور تاریخ نے بھی یہ بات ثابت کی ہے کہ خدا کی لاثمی میں آواز نہیں ہوتی ، اور وہ انتقام لے لیتا ہے ، اور کچھ ہی مدت میں ظالم کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے ، اور دردناک عذاب میں ڈھکیل دیتا ہے۔

اس کی فرمانروائی ، زمانہ نوح (ع) کے کفار و مشرکین کو موسلا دھار بارش اور زمین سے پانی کا چشمہ ابال کر طوفان کی شکل میں نیست و نابود کر دیتی ہے۔

اس کی فرمانروائی ، قوم عاد کو تیز آندھی اور طوفان کے ذریعہ سوکھی ہوئی گھاس کی طرح اڑا دیتی ہے ، اور ایک منٹ میں ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس کی فرمانروائی ، کے ذریعہ دریائے نیل میں ظالم و جابر اور ستمگر جیسا فرعون غرق ہو جاتا ہے۔

” وَيَوَجِّهَكَ الْبَاقِيَ بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ “

” اور اس ذات کے واسطہ سے ہے جو ہر شے کی فنا کے بعد بھی باقی رہنے والی ہے۔“

اس کی ذات مقدس ؛ عین حیات ہے ، اس کی ہستی ازلی ، ابدی اور سرمدی ہے ، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ، کوئی چیز اس کے پہلو میں نہیں تھی اور نہ ہے ، اس نے اپنے ارادہ کے ذریعہ تمام چیزوں کو خلق فرمایا حالانکہ وہ تمام چیزوں سے بے نیاز ہے ، تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں ، جب کہ اس کی ذات ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی۔

اس جہان ہستی میں کئی چیز اپنی طرف سے مستقل حیات نہیں رکھتی، اس کی حیات خداوند عالم کی ایک روح پھونکنے کا ایک معمولی اشارہ ہے، لہذا تمام چیزوں میں فنا ہونے کی قابلیت حتمی ہے، فنا صفات نقص اور بقا صفات کمال میں سے ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کمال مطلق باقی رہے گا، اور فنا ایک ایسی مہر ہے جو تمام ہی موجودات کی پیشانی اور تمام چیزوں کی دفتر حیات پر لگی ہوئی ہے۔

”وَيَأْسُمَايَكَ الَّتِي مَلَأْتُ أَرْكَانَ كُلِّ شَيْءٍ“

” اور اور ان اسماء مبارکہ کے واسطے سے ہے جن سے ہر شے کے ارکان معمور ہیں۔“
دعا کے اس فقرہ میں ”اسماء“ سے مراد لفظی اسماء نہیں ہیں جو حروف سے مرکب ہوتے ہیں، بلکہ وہ حقائق اور مصادیق مراد ہیں جن پر الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

رحمت واقعی، لطف حقیقی، علم ذاتی، عدل عینی اور قدرت فعلی نے تمام چیزوں کی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے، یا یوں کہنے کے تمام چیزیں خدا کی حقیقی خالقیت، باریت، مصوریت، علم، بصیرت، عدل، حکمت، رحمت اور رافت کی مظہر ہے۔

تمام موجودات انہیں حقائق کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں، اور انہیں کے ذریعہ باقی و قائم ہیں، نیز انہیں کی برکت سے ان کی زندگی باقی ہے اور انہیں کے سبب سے ان کو روزی ملتی ہے۔

انہیں تمام چیزوں میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حروف سے مرکب شدہ لفظی اسماء ”اسماء حقیقی“ ہیں۔ اور ”کُلُّ شَيْءٍ“ یعنی تمام موجودات کے مختلف حالات اور ان کی حقیقت و حیثیت موثر ہیں اسماء حقیقی موثر ہیں اسماء لفظی نہیں۔

بہر حال بھی اسماء حقیقی جہان ہستی کی مختلف حقائق کے تحقق کے لئے واسطہ ہیں۔ جیسا کہ معصومین علیہم السلام سے وراد شدہ ”دعاء سمات“ میں ہم پڑھتے ہیں:

”بار الہا! تیری بارگاہ میں تیرے بڑے نام سے، تیرے عظیم نام سے، تیرے عزیز نام سے، تیرے برجستہ نام سے، اور تیرے گرانہا نام سے سوال کرتا ہوں۔“

قارئین کرام! اس دعا میں جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ لفظ قدرت کے ”ق د ر ت“ سے نہیں ہے بلکہ حقیقت قدرت اور عین قدرت کی وجہ سے ہیں۔

جن اسماء کے ذریعہ ”کُلُّ شَيْءٍ“ (یعنی تمام چیزوں) کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، در حقیقت وہ موجودہ حقائق ہیں جن کو قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں ”اسماء“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انہیں اسماء کے حقائق میں سے ”ائمہ طاہرین علیہم السلام“ ہیں جو تمام ہی مخلوقات میں خاص عظمت و اہمیت کے حامل ہیں، جو بندوں اور خدا کے درمیان روز قیامت کے لئے ”واسطہ فیض“ ہیں۔ خداوند عالم کی رحمت، ہدایت، لطف، رافت، کرم و بخشش انہیں حضرات کے صدقہ میں بندوں تک پہنچتی ہیں، اور انہیں حضرات کی معرفت اور ولایت کے زیر سایہ بندوں کے اعمال بارگاہ الہی میں قبول ہوتے ہیں۔

حکیم بزرگوار فیض کاشانی اپنی عظیم الشان تفسیر ”صافی“ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

”تَحْنُ وَاللَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى الَّذِي لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنَ الْعِبَادِ عَمَلًا إِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا“

”خدا کی قسم ہم خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں، کہ خدا اپنے بندوں کے اعمال ہماری معرفت اور ہماری ولایت سے تمسک کے ذریعہ ہی قبول کرتا ہے۔“

لہذا معلوم یہ ہوا کہ انسان اگر فقط الفاظ پر توجہ کرے تو کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا، لہذا الفاظ کو چھوڑتے ہوئے حقیقت کی تلاش کریں، کیونکہ عالم ہستی میں جتنے بھی آثار پائے جاتے ہیں وہ اسماء حقیقی یا عین واقعات ہیں۔

”وَ بِالْأَسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الْعَرْشَ وَ بِالْأَسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الْكُرْسِيِّ، وَ بِالْأَسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الرُّوحَ“۔

”اس اسم کی قسم جس کے وسیلہ سے عرش پیدا ہوا، اور اس اسم کی قسم جس کے ذریعہ کرسی کا وجود پیدا ہوا اور اس اسم کی قسم جس کی برکت سے روح کو خلق کیا۔“

”وَيَعْلَمُكَ الَّذِي أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ“۔

” اور اس علم کے واسطے سے ہے جو ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے “

خداوند عالم کے علم کے سلسلہ میں جو علم فعلی اور علم حضوری ہے اور جو تمام موجودات کے ظاہر و باطن کا احاطہ

کئے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے (اگرچہ کروڑوں ذرات میں سے کوئی بھی ذرہ کیوں نہ ہو) تمام مخلوقات کی تعداد، ان کے ذرات، اور مختلف قسم کے دانے یہاں تک کہ بارش کے قطروں کا علم اس کے پاس موجود ہے۔ ہم یہاں پر اس سلسلہ میں قرآن مجید میں بیان شدہ آیات پر اکتفاء کرتے ہیں:

”يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ...“ [12]

”وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے۔“

”وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْفُطُ مِنْ رَاقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا ...“ [13]

”اور وہ خشک وتر سب کا جاننے والا ہے کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے اس کا علم ہے۔“

”وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ“ [14]

”اور اللہ ہی تمہارے باطن و ظاہر دونوں سے باخبر ہے۔“

”يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَيُورِثُ الرِّجِيمَ الْعَفُورُ“ [15]

”وہ جانتا ہے کہ زمین میں کیا چیز داخل ہوتی ہے اور کیا چیز اس سے نکلتی ہے اور کیا چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اور کیا اس میں بند ہوتی ہے اور وہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔“

ان آیات کی حقیقت کو بہتر سمجھنے کے لئے پہاڑ کے ایک حصہ کو دیکھ لینا کافی ہے جو ہزاروں کی تعداد دنیا بھر میں موجود ہے۔

ماہرین نے آج تک کی رپورٹ کے مطابق کیڑے مکوڑوں کی سات لاکھ قسموں کا پتہ لگایا ہے، جبکہ ان کی تعداد اس قدر ہے کہ الفاظ میں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔

گرمی کے دنوں میں جب آسمان صاف ہو تو اس وقت سوسک، مکھی اور کنکھجوروں کی تعداد پہاڑ کی ایک دراڑھ میں اس قدر زیادہ ہے کہ ایک براعظم کے لوگوں سے بھی زیادہ ہے۔ اور اگر اس زمین سے ناگہاں نوع بشریت کا خاتمہ

ہوجائے تو زمین پر دوسری موجودات اس قدر زیادہ ہیں کہ مشکل سے نوع بشریت کے خاتمہ کا احساس کرپائیں گے۔ [16]

”وَيُنُورُ وَجْهَكَ الَّذِي لَمْ أَضَاءَ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ“

”اور اور اس نور ذات کے واسطے سے ہے جس سے ہر شے روشن ہے۔“

آیات و روایات میں نور کے معنی

قرآن مجید اور روایات میں کمالات اور اقدار کو ”نور“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

”نور“ سے مراد ہدایت ہے [17]، ”نور“ کے معنی ایمان کی طرف قدم بڑھانے کے ہیں۔ [18] ”نور“ یعنی اسلام۔ ”نور“

یعنی معرفت۔ ”نور“ یعنی علم۔ ”نور“ یعنی دلی روشنی۔ [19]

قرآن کریم میں ”نور“ کے معنی اس طرح بیان کئے گئے ہیں:

”فَدَجَاءَ كُمْ مِنْ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ“ [20]

”اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے جو ان میں سے بہت سی باتوں کی وضاحت کر رہا ہے جن کو تم کتاب خدا میں سے چھپا رہے تھے۔“

”نور“ کے معنی احکام الہی، مسائل اخلاقی اور اعتقادی حقائق ہیں:

”إِنَّا أَنْزَلْنَا النُّورَ فِيهَا بُدَىٰ وَنُورٌ“ [21]

”بیشک ہم نے توریت کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔“

قارئین کرام! مذکورہ معانی کے پیش نظر یہ بات کہی جائے کہ ”نور“ سے مراد خداوند عالم کے صفات، کمالات اور اسماء حسنیٰ ہیں جن سے ہر مخلوق اپنی استعداد اور قابلیت کے لحاظ سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اور اس کامرانی میں اپنی ظلمت و تاریکی سے نجات پیدا کرتی ہے۔

صاحب استعداد انسان؛ اس بہت اہم اور سنہرے موقع سے ظلمت عدم سے نور ہستی کی طرف، ظلمت نقص سے نور کمال

کی طرف، ظلمت جہل سے نور معرفت کی طرف، ظلمت ظلم سے نور عدالت کی طرف، ظلمت کفر سے نور ایمان کی

طرف، ظلمت ضلالت سے نور ہدایت کی طرف اور ظلمت مادیت سے نور معنویت کی طرف آتا ہے اور اس سے آراستہ و مزین ہوتا ہے، درحقیقت خدا کے اسماء و صفات کا طلوع مطلع الفجر ہوتا ہے جو نور محض اور نور خالص ہے۔

قرآن کریم کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ”نوروجہ“ سے مراد وہی حقائق اور کمالات ہیں جس کے ایک ہزار نمونے ”دعاء جوشن کبیر“ میں بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ”نور“ مفرد کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم کے تمام اسماء حسنیٰ اور اس کے بلند و بالا صفات، اس کی عین ذات ہیناور اس کی ذات مقدس میں کسی طرح کی کوئی ”ترکیب“ نہیں ہے یعنی صفت اور موصوف کا تصور نہیں پایا جاتا۔ خداوند عالم کا علم، اس کی حکمت، اس کا عدل، رحمت، لطف اور اس کی رحمانیت وغیرہ تمام کی تمام اسی خدا نے واحد و بیگانہ کی ذات بابرکت ہے۔ اور چونکہ لفظ ”نور“ کا استعمال ہدایت پر ہونا معارف الہی میں بہت زیادہ بیان ہوا ہے جس کے پیش نظر شاید اس نورا نی جملے کے معنی یہ ہوں:

”خدا! میں تجھ سے تیری اس ہدایت اور رہنمائی کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ تمام موجودات ہدایت یافتہ ہیں۔“

بہر حال لفظ ”نور“ میں تمام آسمانی اور ملکوتی معنی اور مفہیم سمائے ہوئے ہیں، یہ تو ذوق سلیم اور قلب نورانی اپنے لحاظ سے مختلف معنی میں استعمال کرتا ہے؟

”یا نُورُ یا قُدُّوسُ، یا أَوَّلَ الْأَوَّلِينَ، وَبِأَخِرِ الْأَخِرِينَ“۔

”اے نور، اے پاکیزہ صفات، اے اولین سے اول اور آخرین سے آخر۔“

اے تمام کمالات، اے سب کے پیدا کرنے والے، اے ظہور محض، اے ظاہر، اے آشکار اور اے واضح کہ روز عرفہ صحرائے عرفات میں تیرا عاشق بے قرار اور عارف دلدادہ نیز تیرا خالص بندہ اور تیرے نور کا مطلع الفجر یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہے:

”أَيُّكُونُ لِعَبْرِكَ مِنَ الظُّهُورِ مَا لَيْسَ لَكَ حَتَّى يَكُونَ بُوَ الْمُظْهِرِ لَكَ؟ مَتَى غَبَّتْ حَتَّى تَحْتَاجَ أَلَى دَلِيلٍ يَدُلُّ عَلَيْكَ وَمَتَى بَعُدَتْ حَتَّى تَكُونَ الْإِثَارُ بِى أَلَّتْى تُوَصِّلُ إِلَيْكَ؟“ [22]

”کیا تیرے علاوہ کسی غیر کے لئے کوئی ظہور ہے جو تیرے لئے نہیں ہے، جو کوئی دوسرا تیرے ظہور کے لئے وسیلہ بنے؟ بارالہا تو کب مخفی تھا جس کو ظاہر کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہوتی، تو کب دور تھا جو تجھ تک پہنچانے والے آثار کی ضرورت ہو؟“

”اے پرودگار عالم! جس وقت میں اپنی نفسانی حالت سے دور رہتے ہوئے اپنی حقیقت کو سمجھنے کے بعد غور سے دیکھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ اس جہان ہستی میں تیرے جلال و جمال کی روشنی ہر چیز سے روشن تر ہے، تیرے وجود کے لئے کوئی خفا اور پوشیدگی نہیں ہے، کہ کوئی چراغ جلا کر تیری ربوبیت کی جستجو کروں، کیونکہ جب بھی کسی حقیقت کے ذریعہ اپنے راستہ کی دلیل فرض کروں تو غور و فکر کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس دلیل کا پیدا کرنے والا اور اس چراغ کو روشن کرنے والا بھی تو ہی ہے۔“

تو کس وقت غائب اور چھپا ہوا تھا کہ کسی دلیل کا محتاج ہوتا جو تیرے وجود پر دلالت کرتی، اور تو کب اور کس موقع پر دور تھاتا کہ تیرے ہی پیدا کردہ آثار کے ذریعہ تجھ تک پہنچاتا؟

اے تمام عیوب سے پاک و پاکیزہ! اے تمام نواقص اور خامیوں سے پاک و منزہ! اے جو تمام توصیف بیان کرنے والوں کی توصیف سے بلند و بالا ہے! اے کل الکمال! اے حقیقت محض! یا نور یا قدوس! اے تمام چیزوں کی ابتداء بغیر اس کے تری ذات مقدس کے لئے کوئی ابتداء ہو، اے تمام چیزوں کی آخر کے آخر بغیر اس کے تیری ذات کے لئے کوئی آخر ہو، تو ہر چیز کی ابتداء کرنے والا ہے حالانکہ تیرے لئے کوئی ابتداء نہیں ہے، اور اے ذات ازلی! جو تمام چیزوں کے فنا ہونے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا۔

ابتداء اور آخر صفت ”کل شیء“ کی ایک اصطلاح ہے۔ تمام چیزیں اول اور آخر نیز ابتداء اور انتہا رکھتی ہیں اور اس ابتداء و انتہا میں دو حقیقتیں ہیں جن کو تو نے ہر مخلوقات کے لئے قرار دے رکھا ہے۔ ابتداء کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ موجودات ایک دن نہیں تھیں، تو نے ان کو لباس خلقت سے آراستہ کیا، اور آخر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام چیزیں ایک دن فنا کی چادر اوڑھ لے نگی اور تیری ہی ذات ان کو فنا دے گی۔ لہذا معلوم یہ ہوا کہ تو ”کل شیء“ سے پہلے تھا اور ”کل شیء“ کے بعد بھی باقی رہے گا، اور تیرے بعد کوئی چیز نہیں رہے گی۔

”يا أَوَّلَ الْأَوَّلِينَ، وَبِأَخِرِ الْأَخِرِينَ“۔

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ“۔

” خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔“

گناہ

وہ اعمال و افعال، حالات و رفتار اور وہ اخلاق و کردار جو خداوند عالم اور انبیاء و ائمہ معصومین علیہم السلام کے احکام کے خلاف ہوں ؛ ان کو گناہ شمار کیا جاتا ہے۔

بعض گناہوں کی شدت اور جرم اس قدر زیادہ ہے جن کو انجام دینا خدا و رسول سے جنگ کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے [23]

جو انسان اس دنیا میں گناہ کرتا ہے وہی روز قیامت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آتش جہنم بن کر گناہگار کے ساتھ ساتھ رہے گا:

” إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا...“ [24]

”جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔“
گناہ کرنا، خدانے رحمن و کریم کے دسترخوان پر نمک کھا کر نمک دان توڑ دینے کی طرح ہے۔
زندگی بھر نمک کھا کر نمک دان کو توڑنا بہت بے انصافی ہے۔

نمک کھا کر نمک دان توڑ دینے والی حکایت

یعقوب لیث، سیستان کی مشہور و معروف شخصیت، جس نے خونخوار اور ظالم عباسی حکومت کے خلاف انقلاب کی بنیاد ڈالی، شروع میں ”مسگر“ (تانبے کے برتن بنانے والے) کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔
کافی دنوں تک اپنے کام میں مشغول رہے اور اپنے حاصل کردہ پیسے کو فراخ دلی سے اپنے نوجوان دوستوں کو کھلاتے رہے۔

اس کی سخاوت اور شجاعت کی وجہ سے کچھ جوان بہادر اور محنت کش بھی اس کے پاس آگئے۔

اپنے اس ساتھی کی وجہ سے اس نے اپنا کام چھوڑ دیا ، اور ایک دوسرا کام شروع کر دیا، لیکن کچھ مدت کے بعد ہی اس کام کو بھی چھوڑ دیا اور سیستان کے حاکم یا امیر کے مال پر نگاہ جمالی اور اس کے مال میں خیانت کرنے کا پروگرام بنالیا۔ لیکن چونکہ امیر کی طرف مال کی حفاظت کے لئے سخت محافظ قرار دئے گئے تھے ، لہذا ایسا کرنا ممکن نہیں تھا، پروگرام یہ بنایا کہ بیرون شہر سے ایک سرنگ اس کے خزانہ تک کھودی جائے جس کے ذریعہ اس کا سارا مال حاصل کر لیا جائے۔ سرنگ کھودنے میں چھ مہینے لگ گئے ، آخر کار وہ اس کے خزانہ تک پہنچ گیا اور ایک سوراخ کے ذریعہ خزانہ میں وارد ہو گیا تمام سونا، چاندی اور قیمتی جواہرات ، درہم و دینار آہستہ آہستہ مختلف بوریوں میں بھر لیا اور کسی محافظ و نگہبان کو خبر تک نہ ہوئی ، سرنگ کے ذریعہ ان کو باہر لا ہی رہا تھا کہ اس آدھی رات میں یعقوب کی نگاہ ایک چمکتی ہوئی گوہر جیسی چیز کی طرف رکی۔ لیکن چونکہ کافی اندھیرا تھا اس کو نہ پہچان سکا، زبان سے چھک کر دیکھا تو بہترین چمکتا ہوا نمک تھا، اس موقع پر اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ تمام مال کو یہیں چھوڑ دو اور خالی ہاتھ یہاں سے نکل چلو۔

اس کے تابع اور مطیع جوانوں نے تمام مال کو وہیں چھوڑا اور خالی ہاتھ شہر سے باہر آگئے ، اور جب یعقوب سے اس کام کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ اگرچہ میں نے خزانہ تک پہنچنے کے لئے چھ مہینہ تک بہت زیادہ زحمت اٹھائی ہے اور چاہتا تو اس کا سارا مال لے جاتا، لیکن چونکہ میں نے امیر سیستان کا نمک کھالیا ہے لہذا یہ میری غیرت اور انصاف سے دور ہے کہ اس کا نمک کھا کر اس کے مال کو غارت کر ڈالوں!!

ادھر جب محافظوں نے خزانہ کا دروازہ کھولا تو وہاں کی حالت دیکھ کر خصوصاً وہاں پر موجود سونا چاندی اور درہم و دینار کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے اور اس کی رپورٹ امیر سیستان کو دی۔ امیر نے یہ واقعہ سن کر شہر میں اعلان کر دیا کہ جس نے بھی یہ کام کیا ہو وہ اپنے کو امیر کے سامنے حاضر کر دے تاکہ امیر اس کو بہترین انعامات سے نوازے۔
ادھر جب یعقوب نے امیر کا یہ اعلان سنا تو فوراً امیر کے پاس پہنچے ، اور کھا کہ میں نے تمہارا نمک کھالیا تھا، لہذا نمک کھا کر نمک دان توڑنا میری غیرت کے خلاف تھا۔

جب امیر سیستان نے ایسے شجاع، بہادر، محنتی ، انصاف پسند جوان کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اس کو سیستان کے لشکر کا امیر بنا دیا، اسی وقت سے یعقوب نے وہیں سے ترقی کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ عباسیوں کی ظالم حکومت سے مظلومین کو نجات دلانے کی کوششیں شروع کر دیں اور ایک انقلاب کی بنیاد ڈالی۔

گناہ ، ایک معنوی نجاست ہے جس کی وجہ سے انسان کی روح و جان اور خیال و فکر اور دل گندا ہو جاتا ہے ، جس کی بنا

پر انسان رحمت الہی، لطف خداوندی اور فیض الہی سے محروم ہو جاتا ہے۔
گناہ کی وجہ سے انسان سے حفاظت کرنے والے عذاب و ذلت کا پردہ پھٹ جاتا ہے، جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں اس کے اسرار اور راز فاش ہو جاتے ہیں، اور وہ بندگی کی منزل سے خارج ہونے لگتا ہے، نیز خداوند عالم کی بخشش و مغفرت اور اس کی پردہ پوشی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے!
علماء اسلام نے قرآن مجید اور معصومین علیہم السلام کی احادیث کے پیش نظر گناہوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ گناہ کبیرہ۔

۲۔ گناہ صغیرہ۔

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہیں جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا ان گناہوں کے بدلے دوزخ کو واجب کر دیتا ہے۔ [25]

اگر انسان گناہ کبیرہ سے دور رہے اور اس خطرناک وادی میں قدم نہ رکھے اور دامن انسانیت کو آلودہ نہ کرے تو خداوند عالم اس کے دوسرے گناہوں سے درگزر کر جاتا ہے اور اس پر اپنی رحمت و مغفرت نازل فرماتا ہے:

”إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا“ [26]

”اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے پرہیز کر لو گے تو ہم دوسرے گناہوں کی پردہ پوشی کر دیں گے اور تمہیں باعزت منزل تک پہنچا دیں گے۔“

کتاب گرانقدر ”عیون اخبار الرضا (ع)“ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے گناہان کبیرہ کی فہرست اس طرح بیان فرمائی:

۱۔ نفس محترم کا قتل کرنا۔

۲۔ زنا۔

۳۔ چوری۔

۴۔ نشہ آور چیزیں کھانا۔

۵۔ عاق والدین ہونا۔

۶۔ جنگ سے بھاگنا۔

۷۔ ناجائز طریقہ سے مال یتیم کھانا۔

۸۔ مردار، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو اس کا گوشت کھانا۔

۹۔ سود۔

۱۰۔ مال حرام کھانا۔

۱۱۔ قمار بازی (جوا)۔

۱۲۔ کم تولنا۔

۱۳۔ کسی پاک دامن پر تہمت لگانا۔

۱۴۔ لواط۔

۱۵۔ رحمت خدا سے مایوس ہونا۔

۱۶۔ اپنے کو عذاب خدا سے محفوظ گردانا۔

۱۷۔ ظالموں کی مدد کرنا۔

۱۸۔ ستمگروں سے دلی لگاؤ رکھنا۔

۱۹۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۲۰۔ بغیر تنگدستی کے حقوق الناس کو ادا نہ کرنا۔

۲۱۔ جھوٹ۔

۲۲۔ تکبر۔

۲۳۔ اسراف۔

۲۴۔ تہذیر (فضول خرچی کرنا)۔

۲۵۔ خیانت کرنا۔

۲۶۔ حج کو سبک اور کم اہمیت قرار دینا۔

۲۷۔ اولیاء اللہ سے جنگ کرنا۔

۲۸۔ بے فائدہ اور بے ہودہ کھیلوں میں مشغول رہنا۔

۲۹۔ گناہوں پر اصرار کرنا۔ [27]

گناہوں کے برے آثار

قرآنی آیات اور روایات معصومین علیہم السلام کے پیش نظر گناہوں کے برے آثار کو درج ذیل عناوین کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

گناہ کے ذریعہ انسان کے نیک اعمال نابود ہوجاتے ہیں۔ گناہ کی وجہ سے انسان دنیاوی بلاؤں اور آخروی درد ناک عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ گناہ کی وجہ سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ گناہ کی وجہ سے انسان شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے محروم ہوجاتا ہے۔ گناہ دل کو سخت و تاریک بنادیتے ہیں۔ گناہ کی وجہ سے ایمان ختم ہوجاتا ہے۔ گناہ کی وجہ موعظہ و نصیحت بے اثر ہوجاتے ہیں۔ گناہ انسان کو ذلیل و رسوا کردیتے ہیں۔ گناہ کی وجہ انسان رزق الہی سے محروم ہوجاتا ہے۔ گناہ انسان کو منزل عبادت اور بندگی سے دور کردیتی ہے۔ گناہوں کی وجہ سے انسان پر شیطان کے مسلط ہوجانے کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے۔ گناہ کی وجہ سے گھر، خاندان اور اجتماعی زندگی میں پریشانیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ گناہ کی وجہ ایک دوسرے پر اعتماد اور اطمینان کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ گناہ دل پر قبضہ کرلیتا ہے۔ گناہ کی وجہ سے انسان کو جان کنی کی حالت، فشار قیر اور برزخ میں سختی اور پریشانی ہوتی ہے۔ [28]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے :

”أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عِرْقٍ يَضْرِبُ وَلَا نَكْبَةٍ وَلَا صُدَاعٍ وَلَا مَرَضٍ إِلَّا بِذَنْبٍ وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ: ” وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ [29]

”کوئی بھی رگ نہیں کٹتی اور کبھی ٹھوکر نہیں لگتی اور کسی کے سر میں درد نہیں ہوتا اسی طرح کوئی بیماری یا مرض انسان کو نہیں ہوتا مگر یہ کہ انسان کے گناہوں کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے خداوندعالم نے قرآن [30] مجید میں ارشاد فرمادیا ہے: ”اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی وجہ سے ہے اور وہ بہت سی باتوں کو معاف بھی کردیتا ہے۔“

اسی طرح امام علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

”إِنَّ الرَّجُلَ يُذْنِبُ الذَّنْبَ فَيَحْرُمُ صَلَاةَ اللَّيْلِ وَإِنَّ الْعَمَلَ السَّيِّئَ أَسْرَعُ فِي صَاحِبِهِ مِنَ السَّكِينِ فِي اللَّحْمِ“ [31]

”بے شک جب انسان گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے تو خداوندعالم اس کو نماز شب پڑھنے کی توفیق سے محروم کردیتا ہے، گناہ کا اثر گوشت پر چاقو کی دھار سے تیز ہوتا ہے۔“

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

”أَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى نَبِيِّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ: إِذَا أُطْعِمْتَ رَضِيْتُ، وَإِذَا رَضِيْتُ بَارَكْتُ، وَلَيْسَ لِبِرْكَتِي نِهَائَةٌ وَإِذَا عُصِبْتُ عُصِبْتُ، وَإِذَا عُصِبْتُ لَعْنْتُ، وَلَعْنَتِي تَبْلُغُ السَّابِعَ مِنَ الْوَرَى“ [32]

”خداوندعالم نے اپنے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ جب کوئی شخص میری اطاعت کرتا ہے تو میں خوشنود ہوتا ہوں اور جب خوشنود ہوتا ہوں تو اس شخص کے لئے برکت قرار دیتا ہوں جبکہ میری برکت بے نہایت ہے۔ اور اگر کوئی شخص میری نافرمانی و معصیت کرتا ہے تو ناراض ہوتا ہوں اور جب ناراض ہوتا ہوں تو اس پر لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت سات پشتوں تک شامل رہتی ہے۔“

یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے کہ جب نیک افراد پر غربت و ناداری، بیماری و ناتوانی یا رزق کی قلت جیسی بلائیں نازل ہوتی ہیں تو یہ بھی ان کے لئے خدا کا ایک لطف و کرم ہوتا ہے تاکہ دوسروں کی طرح گناہ اور طغیان میں مبتلا نہ ہوں۔

گناہ پر اصرار (یعنی ایک گناہ کو بار بار انجام دینے) کے بارے میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے:

”خداوندعالم ہر بندہ کی حرمت کے لئے چالیس پردہ قرار دیتا ہے، مگر یہ کہ جب انسان چالیس گناہوں کا مرتکب ہوجاتا

ہے، (تو اس کے وہ پردہ ختم ہوجاتے ہیں) اس وقت خداوندعالم اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے پروں سے میرے بندے کو چھپالو۔ چنانچہ فرشتے اپنے بالوں سے اس کو چھپائے رکھتے ہیں، مگر وہ شخص گناہوں پر گناہ بجالاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے گناہوں پر فخر کرتا ہے، اس وقت فرشتے کہتے ہیں: پالنے والے! یہ تیرا بندہ ہر گناہ کا مرتکب ہوتا جاتا ہے اور ہمیں شرم آتی ہے۔ خداوندعالم ان پر وحی نازل کرتا ہے کہ اپنے پروں کو ہٹالو۔ اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو اس وقت وہ شخص اہل بیت (علیہم السلام) سے دشمنی کرنا شروع کردیتا ہے، اس وقت

زمین و آسمان میں اس کی حرمت و عظمت کا پردہ چاک چاک ہو جاتا ہے۔ اس وقت فرشتے کہتے ہیں: پروردگار! تیرے بندہ کا پردہ پارہ پارہ ہو چکا ہے، اس وقت وحی الہی نازل ہوتی ہے کہ اگر خدا اس پر توجہ رکھتا تو تمہیں پروں کے ہٹا لینے کا حکم ہی نہیں دیتا! [33]

وہ باتقویٰ اور پاکدامن انسان جو ہمیشہ یاد خدا اور قیامت پر توجہ رکھتا ہے اور گناہوں کے برے آثار سے ظاہر اور مخفی طریقہ سے دوری اختیار کرتا ہے وہ زندہ ہے، لیکن خداوند عالم قیامت اور انجام گناہ سے نہ ڈرنے والا گناہگار شخص مردہ ہے۔ [34]

جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے:

محدث بزرگوار شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”معانی الاخبار“ میں گناہوں کے برے آثار کے سلسلے میں ایک بہت اہم حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ جس کے ایک حصہ کو دعاء کمیل کے ”اللهم اغفر الی الذنوب“ سے شروع ہونے والے جملوں کی وضاحت میں فرمایا:

جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ نشہ آور چیزیں پینا۔

۲۔ جُوا کھیلنا۔

۳۔ بے ہودہ کاموں اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے بے جا مذاق میں مشغول رہنا۔

۴۔ دوسروں کے عیوب بیان کرنا۔

۵۔ گناہ و بدکاری سے متہم افراد کی ہم نشینی۔

شراب خوری:

حضرت امام موسیٰ کاظم، و امام رضا اور امام محمد تقی علیہم السلام نے شراب پینے کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ عصر حاضر کے مغربی و مشرقی دانشوروں اس بات کے قائل ہیں کہ نشہ آور اشیاء چاہے کم ہو یا زیادہ انسان کے دل و دماغ اور معدہ اور پھیپڑوں نیز سانس کی نالی اور خون کی روانی میں خطرناک اثرات پیدا کرتی ہیں جو اس کی اولاد میں بھی پہنچتے ہیں، اور بعض اوقات تو ان کا علاج کرنا ناممکن ہے، جس کے نتیجہ میں شراب پینے والے کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔

”شیطانی بوٹل“ یعنی شراب ایک بہت خطرناک شیطان اور جانی دشمن ہے اور شرعی لحاظ سے نجس ہے۔

قرآن مجید نے سیال نشہ آور اشیاء کو ناپاک، رجز اور شیطانی کاموں میں شمار کیا ہے۔ [35] اور اس کے فائدہ کو اس نقصان کے مقابلہ میں بہت کم اور ناچیز شمار کیا ہے۔ [36] لہذا شراب انہیننا قابل تلافی خطرات کی بنا پر تمام لوگوں پر حرام کی گئی ہے اور شراب پینے والے کو اگر توبہ نہ کر سکے تو اس کو دنیاوی اور اخروی عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے شراب کے سلسلہ میں دس لوگوں پر لعنت کی ہے:

۱۔ جو کوئی شخص شراب بننے والی چیزوں کے درخت کو شراب کے لئے لگائے۔

۲۔ جو شخص اس درخت کی دیکھ بہال کرے۔

۳۔ جو شخص شراب بنانے کے لئے انگور یا کسی دوسری چیز کا رس نکالے۔

۴۔ شراب پینے والا۔

۵۔ شراب پلانے والا۔

۶۔ جو شخص شراب کو اپنے کاندھے پر یا سواری پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے۔

۷۔ جو شخص اس لانے لے جانے والے سے لے کر رکھے۔

۸۔ شراب بیچنے والا۔

۹۔ شراب خریدنے والا۔

۱۰۔ شراب سے حاصل شدہ منافع کو کھانے والا۔

روز قیامت شراب خور اس حال میں محسوس کیا جائے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ، منہ ٹیڑھا اور اس کی زبان پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوئی ہوگی، اس وقت اس کو زنا زادوں کی میل و گندگی گرنے والے کنویں سے پانی پلایا جائے گا۔ [37]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”شراب خوری بت پرستی کے برابر ہے“۔ [38] شراب خوار روز قیامت کافر محسوس کیا جائے گا۔ [39] ”شراب خوری

تمام گناہوں کی بنیاد ہے۔“ [40]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کی نظر میں شراب خوری؛ چوری اور زنا سے بدتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں؛ کیونکہ زنا کرنے والا شاید کوئی دوسرا گناہ نہ کرے، لیکن شراب پینے والا جب شراب پی لیتا ہے تو وہ زنا بھی کر سکتا ہے، کسی کو قتل بھی کر سکتا ہے اور نماز کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ [41]

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

”جو شخص شراب پئے در حالیکہ مجھ سے اس کی حرمت کے بارے میں سن چکا ہو، تو اگر ایسا شخص کسی لڑکی سے رشتہ لے کر آئے تو اس کو مثبت جواب دینا سزاوار نہیں ہے، شراب پینے والے کی سفارش قابل قبول نہیں ہے، اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے۔ اس کو کسی چیز پر امانت دار بھی نہ بنایا جائے، لہذا اگر ایسے شخص کو کوئی امانت دی جائے تو خدا کی طرف سے کوئی ضمانت نہیں ہے۔“ [42]

قمار بازی (جوا کھیلنا)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک روایت کے ضمن میں قمار بازی کو گناہ کبیرہ شمار کیا ہے۔ [43]

قرآن مجید نے نہ صرف قمار بازی اور شراب کو گناہ کبیرہ سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ...“ (۴)

”یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہے دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔۔۔“

قمار بازی کے تمام وسائل و سامان بنانا، اور ان کے بنانے پر اجرت لینا نیز ان کی خرید و فروخت حرام ہے۔ بہت سے شیعہ فقہاء کرام کے نزدیک قمار بازی بغیر کسی شرط کے بھی شرعی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ ان وسائل کا رکھنا حرام اور ان کو نابود کرنا ضروری ہے۔

قمار بازی کو دیکھنا، وہاں بیٹھنا حرام اور اس جگہ کو ترک کر دینا واجب شرعی ہے۔

لوگوں کے ہنسانے کے لئے بے ہودہ کام انجام دینا

بے ہودہ کام سے مراد ایسے اعمال و افعال ہیں جن کے کرنے سے دنیاوی یا آخری کوئی فائدہ نہ ہو، صرف انسان کا وقت برباد ہوتا ہے۔ انسان کی عمر کا ایک لمحہ لاکھوں اور کر وڑوں اسباب کی باہم کارکردگی کی بنا پر حاصل ہوتا ہے۔ بے شک اپنی عمر برباد کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ کیونکہ انسان کی عمر خداوند عالم کی عطا کردہ ایک عظیم اور مفید نعمت ہے اور اس عظیم الشان نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ خداوند عالم کی عبادت و بندگی، اور حصول علم و دانش نیز بندگان خدا کی خدمت میں گزارا جائے۔

محدث قمی اپنی کتاب ”منازل الآخرة“ میں ایک حکایت نقل کرتے ہیں:

ابن صمد نامی شخص شب و روز اپنے وجود کا حساب کرتا تھا، اپنے زندگی کے گزرے ہوئے دنوں کو شمار کرتا تھا، اور جب اس کے لحاظ سے اس کی عمر ساٹھ سال ہو گئی اس کے دنوں کو شمار کیا تو ۲۱۹۰۰ ہو گئے تو اس نے ایک فریاد بلند کی کہ اگر میں نے ہر روز بھی ایک گناہ کیا ہو تو ۲۱۹۰۰ گناہ ہو گئے ہیں اور میں اس قدر گناہوں کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں گا، یہ کہتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اسی حالت میں اس دنیا سے چل بسا۔

دوسروں کے عیوب بیان کرنا

مسلمین اور مومنین کی عزت و آبرو کی حفاظت ایک بہت اہم فریضہ ہے جس پر اسلام نے بہت زیادہ توجہ دی ہے یہاں تک کہ اسلامی تعلیمات کے پیش نظر مومن کی عزت و آبرو اس کے خون کے برابر قرار دی گئی ہے:

”عرض المومن کدمہ“

”مومن کی عزت اس کے خون کی طرح ہے۔“

لوگوں کی آبرو کے ختم ہونے سے اطمینان و اعتماد کی عمارت ویران ہو جاتی ہے، گھریلو زندگی اور معاشرہ کا نظام درہم و برہم ہو جاتا ہے جس سے مسلمانوں کے امور میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔

فقط انبیاء اور ائمہ علیہم السلام نیز اولیاء اللہ بے عیب اور کامل انسان ہیں۔ ان کے علاوہ تمام انسانوں میں عیوب ہوتے ہیں جن کو سبھی چھپاتے ہیں۔

البتہ بعض ایسے بے شرم افراد ہوتے ہیں جو دوسروں کے سامنے اپنے عیب بیان کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں اور ان کے بیان کرنے پر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن اکثر لوگ اپنی عزت و آبرو کے قائل ہیں اور اپنی عزت و آبرو کو پامال

کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔

پس جو شخص دوسروں کے عیب بیان کرتا ہے، چاہے وہ جسمانی عیب ہوں یا عملی و اخلاقی یا مالی ہوں یا دینی و دنیاوی ہوں، وہ شخص دوسروں کو بے آبرو کرتا ہے اور ان کی ذلت و خواری کا باعث بنتا ہے، اور اپنے کو ایک بہت بڑے گناہ میں ملوث کرتا ہے اور قیامت کے درد ناک عذاب و رسوائی کا مستحق ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے :

”أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ إِلَى الْكُفْرِ أَنْ يُوَاخَى الرَّجُلَ عَلَى الدِّينِ فَيُحْصِي عَلَيْهِ عَثْرَاتِهِ وَرَأْيَهُ لِيُعَنِّفَهُ بِهَا يَوْمًا مَا“ [44]

”انسان کو سب سے زیادہ کفر سے نزدیک کرنے والی چیز یہ ہے کہ دینی بنیاد پر اپنے کسی برادر کی خطا و گناہوں کو شمار کرتا رہے تاکہ موقع آنے پر ان کے لحاظ سے اس کی ملامت و مذمت کرے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُخْلِصِ الْإِيمَانَ إِلَى قَلْبِهِ لَا تَذْمُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ ، فَإِنَّهُ مَنْ تَتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ تَتَّبَعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ ، وَمَنْ تَتَّبَعَ اللَّهُ تَعَالَى عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي بَيْتِهِ“ [45]

”اے وہ گروہ! جنہوں نے فقط زبان سے اسلام قبول کیا ہے جبکہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں، مسلمانوں کی سرزنش نہ کرو اور ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو، کیونکہ جو کوئی بھی ان کے عیوب کو تلاش کرے گا تو اس کے عیوب کو خدا تلاش کرے گا، اور جس کے عیوب کی تلاش خداوند عالم کرے اگرچہ وہ گہر ہی میں کیوں نہ ہو تو اس کو رسوا کر دے گا۔“

گناہ سے متہم افراد کے ساتھ ہمنشینی

انسان پر صحبت کا اثر دوسری چیزوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ انسان کے وجود میں ہمنشینی اور صحبت کا اثر سب چیزوں سے زیادہ ہے؛ اسی وجہ سے قرآن مجید اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں دوست اور ہم صحبت کے انتخاب کے لئے انسان خصوصاً اہل ایمان کے لئے تاکید کی گئی ہے۔

ان تمام چیزوں کی واقعیت بیان کرنے نیز آیات و روایات کی توضیح و وضاحت کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے، کہ الحمد للہ علماء اسلام نے اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

قرآن کریم و روایات معصومین علیہم السلام نے؛ لوگوں کو کفار، مشرک، فاسق و فاجر نیز یہود و نصاریٰ بلکہ گناہ و معصیت سے متہم افراد کی دوستی سے منع فرمایا ہے، تاکہ ہم صحبت کے اخلاق اور شیطانی عقائد اس انسان میں مؤثر نہ ہونے پائیں اور اس کو رحمت الہی سے دور نہ کر دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

” لَا يُتَّبَعِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَجْلِسَ مَجْلِسًا يُعْصَى اللَّهُ فِيهِ وَلَا يَقْدِرَ عَلَى تَغْيِيرِهِ“ [46]

”کسی بھی مومن کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ ایسی جگہ جائے جہاں پر خدا کی نافرمانی ہوتی ہو اور اس کی اصلاح نہ کر سکتا ہو۔“

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم کیوں عبد الرحمن بن یعقوب کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہو؟ میں نے کہا کہ وہ میرے ماموں ہیں۔ تب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خدا کے بارے میں ناسزا اور غیر قابل قبول باتیں کہتا ہے، ”ایسی باتیں جو قرآنی آیات اور اہل بیت (علیہم السلام) کی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔“ خدا کو دوسری چیزوں کی طرح توصیف کرتا ہے۔ لہذا یا اس کے ساتھ ہم نشینی کرو یا پھر ہمیں چھوڑ دو یا، یا ہمارے ساتھ ہم نشینی کرو اور اس کو ترک کر دو۔

میں نے عرض کیا: وہ کچھ بھی کہے ہمیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، جب میں اس کی بات کی تائید نہیں کرتا ہوں تو مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

تب امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اس پر عذاب الہی نازل ہو جائے اور ساتھ میں تمہیں بھی لپیٹ لے!! کیا تم نے یہ واقعہ نہیں سنا کہ ایک شخص جناب موسیٰ (علیہ السلام) کے دوستوں میں سے تھا اور اس کا باپ فرعون کے دوستوں میں سے تھا، جس وقت فرعون کا لشکر دریا کے کنارے حضرت موسیٰ (ع) اور ان کے اصحاب کے پاس پہنچا وہ بیٹا جناب موسیٰ سے جدا ہوا تاکہ اپنے باپ کو نصیحت کرے، اور پھر پلٹ کر جناب موسیٰ (ع) کے ساتھ ہو جائے، لیکن اس کا باپ فرعون کے باطل راستہ پر چلتا رہا اور یہ بیٹا اسے دین کی باتیں بتا رہا تھا یہاں تک کہ دونوں دریا کے کنارے پہنچ گئے، اور دونوں غرق ہو گئے، چنانچہ جب جناب موسیٰ کو خبر ہوئی اس وقت انہوں نے فرمایا: اس پر خدا کی رحمت نازل ہو رہی ہے، لیکن جب عذاب آتا ہے جو شخص گناہگار کے پاس ہوتا ہے اس کا دفاع نہیں

ہوسکتا۔[47]

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَفْخُرُ بِمَكَانِ رَبِّيَّةٍ“ [48]

”جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ مقام تہمت و شک سے دور رہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَابِ لِأَوْلِيَاءِ اللَّهِ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ تَعَالَى“ [49]

”جو شخص اولیاء اللہ کو گالی دینے والوں کے پاس بیٹھے ہے شک وہ خدا کا نافرمان ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنی دوستی کو اہل گناہ و معصیت سے کینہ و دشمنی کے ذریعہ ظاہر کرو، اور اس سے دور ہو کر خدا سے نزدیک ہو جاؤ اور خدا کی خوشنودی کو اس طرح کے لوگوں کی ناراضگی کے بدلے حاصل کرو۔ چنانچہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ کس کے ساتھ ہم نشینی کریں؟ تو فرمایا: اس شخص کے ساتھ جس کو دیکھنے کے بعد خدا کی یاد آجائے، اور اس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، اور تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلانے۔[50]

جی ہاں! تقویٰ اور پاکدامنی، ورع و زہد، صداقت و درستی، عبادت و خدمت جیسے پردے؛ انسان اور عذاب خدا کے درمیان مانع ہوتے ہیں، اور یہ پردے اس وقت مستحکم ہو جاتے ہیں جب انسان شراب پینے، قمار بازی، دوسروں کے عیوب بیان کرنے اور متہم افراد سے ہم نشینی وغیرہ سے پرہیز کرے؛ لیکن اگر خدا نخواستہ شیطانی وسوسوں کا شکار ہو کر گناہ سرزد ہو جائے تو اس نے گویا ان پردوں اور حجابات کو پارہ پارہ کر دیا ہے، اور بلا و مصیبت کے نازل ہونے کا راستہ ہموار کر لیا ہے۔

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُنَزِّلُ النَّقْمَ“۔

”ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں۔“

جن گناہوں کے ذریعہ بلائیں نازل ہوتی ہیں:

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے ایک اہم روایت میننو گناہوں کو بلا نازل ہونے کا سبب قرار دیا ہے:

۱۔ بغی۔(حق کے مقابلہ میں سرپیچی کرنا)

۲۔ حقوق الناس کو پامال کرنا۔

۳۔ بندگان خدا کا مذاق اڑانا۔

۴۔ عہد و پیمان توڑ دینا۔

۵۔ کھلم کھلا گناہ کرنا۔

۶۔ جھوٹی چیز مشہور کرنا۔

۷۔ حکم خدا کے برخلاف قضاوت اور فیصلے کرنا۔

۸۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

۹۔ ناپ و تول میں کمی کرنا۔[51]

بغی:

لفظ ”بغی“ لغت میں حق سے سر پیچی اور حدود الہی سے تجاوز، لوگوں پر ظلم و ستم، معصیت و گناہ، فساد اور زنا کے

معنی میں ہے، چنانچہ قرآن مجید اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی روایات میں موجود ہے:

”إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ...“ [52]

”بیشک قارون، موسیٰ کی قوم میں سے تھا مگر اس نے قوم پر ظلم کیا۔“

”وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ...“ [53]

”اگر خدا تمام بندوں کے لئے رزق کو وسیع کر دیتا تو یہ لوگ زمین میں بغاوت کر دیتے۔“

”يَا أُخْتُ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمَّكَ بَغِيًّا“ [54]

”اے ہارون کی بہن نہ تمہارا باپ بُرا تھا اور نہ تمہاری ماں بد کار تھی۔“

حضرت رسول اکرم(صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ارشاد فرمایا:

”أَنْ أَسْرَعَ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْبِرِّ وَأَنْ أَسْرَعَ الشَّرِّ عِقَابًا الْبَغْيُ“ [55]

”بے شک کہ سب سے جلدی ثواب ملنے والی نیکی، دوسروں کے ساتھ نیکی و بخشش اور اچھائی کرنے والی نیکی ہے

اور جلد بلا نازل ہونے والی برائی بھی دوسروں پر ظلم و ستم اور تجاوز ہے۔“
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
 ”سِنَّةٌ لَا تَكُونُ فِي الْمُؤْمِنِ: الْعُسْرُ وَ النَّكَدُ وَ اللَّجَاجَةُ وَ الْكِبْدُ وَ الْحَسَدُ وَ الْبَغْيُ“ (۳)
 ”مومن میں چہ برے صفات نہیں ہوتے، عجز و در ماندگی، حساست و کم خیر ہونا، لجاجت اور سرسختی، جھوٹ، حسد اور دوسروں پر ظلم و تجاوز کرنا۔“

حقوق الناس کا پامال کرنا
 خداوند رحمن و مہربان نے عوام الناس میں ایک دوسرے کے حقوق قرار دئے ہیں جن کو ادا کرنا لازم و ضروری ہے، اور ان سے تجاوز کرنا خدا کی معصیت اور سبب نزول بلا ہے۔
 ماں باپ کا حق اولاد پر، اولاد کا حق ماں باپ پر، رشتہ داروں پر ایک دوسرے کے حقوق، پڑوسی کا حق، حکومت پر عوام الناس کا حق، عوام الناس کا حق حکومت پر، شوہر کا حق زوجہ پر، زوجہ کا حق شوہر پر، ماتحت افراد کا حق صاحب نعمت پر، فقیر کا حق مالدار پر، اور ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث میں بیان شدہ دوسرے حقوق۔
 حقوق کے سلسلہ میں سب سے کامل اور بہترین کتاب؛ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ”رسالہ حقوق“ ہے؛ چنانچہ اگر انسان اس رسالہ کا مطالعہ کرے تو حقوق کے سلسلہ میں بہترین معلومات حاصل ہو جائیں گی، جس کے بعد انسان ان حقوق کے ادا کرنے کی ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔
 ان حقوق سے تجاوز کرنا ایک مسلم گناہ اور یقینی معصیت ہے، اور اگر انسان ان کو ادا نہ کرے تو پھر عذاب و بلا ضروری اور یقینی ہیں۔

بندگان خدا کا مذاق اڑانا
 بندگان خدا کا مذاق اڑانا؛ چاہے اس کی شکل و صورت کا مذاق بنائے یا اس کے فقر و غربت کا، خواہ دینداری اور ایمان کے لحاظ سے ہو یا اس کے کام اور کاروبار کی وجہ سے یا کسی بھی دوسرے موقع و محل کی بنا پر؛ حقیقت میں ایک بہت بڑا گناہ اور عظیم معصیت ہے جس کی بنا پر دنیاوی اور اخروی عذاب نازل ہوتا ہے۔
 کسی کا مذاق اڑانا درحقیقت اس کی شخصیت کی توہین اور اس کو ذلیل و خوار کرنا ہے۔
 قرآن مجید نے مذاق اڑانے والوں کو منافق، ستمگر اور مفسد کے نام سے یاد کیا ہے اور ان کو دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا ہے:

”وَإِذَا لُفُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلُّوا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ“ [56]
 ”جب یہ صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایمان لے آئے اور جب اپنے شیاطین کی خلوتوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہاری ہی پارٹی میں ہیں ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔“
 حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:
 ”مَنْ أَبَانَ لِي وَ لِيًّا فَقَدْ أَرَصَدَ لِمُحَارَبَتِي“ [57]
 ”جو شخص میرے دوستوں کی توہین کرے تو اس نے میرے ساتھ جنگ کی تیاری کی ہے!!“
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جس وقت قیامت برپا ہوگی، ایک آواز آئے گی: میرے دوستوں سے منہ پھیرنے والے کہاں ہیں؟ اس آواز کو سن کر کچھ لوگوں کا گروہ ظاہر ہوگا جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔ اس وقت کہا جائے گا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل ایمان کو تکلیف پہنچائی ہے، ان سے دشمنی کی ہے، ان سے بغض و عناد کیا ہے اور ان کے سامنے سختی اور شدت کے ساتھ ان کے دین میں سرزنش و ملامت کی ہے۔ اور اس کے بعد ان کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا۔
 حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا کہ خداوند عالم کا فرمان ہے:
 ”قَدْ نَابَدَنِي مَنْ أَدَلَ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ“ [58]

جو شخص میرے مومن بندہ کو ذلیل کرے وہ کھلم کھلا مجھ سے جنگ کے لئے میدان میں نکل آیا ہے!!“
 جی ہاں، لوگوں کا مذاق اڑانا، ان کا مسخرہ کرنا؛ درحقیقت ان کی توہین کرنا اور ان کو روحی تکلیف دینا اور ذلیل کرنا ہے۔
 قرآن مجید نے عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کا مسخرہ کرنے سے منع کیا ہے، اور اگر مسخرہ کرنے والے اپنے

اس برے کام سے توبہ نہ کریں تو ان کو ستمگر شمار کیا ہے [59]

عہد و پیمان توڑنا

عہد و پیمان اور ان کو وفا کرنا ، واقعاً دو اخلاقی اور انسانی صفات ہیں، قرآن مجید اور روایات معصومین علیہم السلام میں جن پر توجہ دی ہے، اور عہد و پیمان کو توڑنا گناہ و معصیت شمار کیا گیا ہے۔
عہد و پیمان اور ان کو وفا کرنے کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عہد و پیمان خدا یا پیغمبر یا امام (ع) کے ساتھ ہو یا عوام الناس کے ساتھ، اور وہ عہد و پیمان جو راہ عبادت، خدمت عوام، یا کاروبار و تجارت یا دوسرے کاموں میں کیا گیا ہو، تو اس پر وفا کرنا واجب شرعی اور اخلاقی ہے، اور ان کا توڑنا حرام اور عذاب خدا کا باعث ہے۔
ارشاد خداوند عالم ہوتا ہے:

”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولاً“ [60]

”اور جب کوئی عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو۔“

”الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ بُرِّئُوا مِنَ اللَّهِ“ [61]

”جو خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں اور جسے خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً خسارہ والے ہیں۔“

”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولاً“ [62]

”اور اپنے عہدوں کو پورا کرنا کہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ“ [63]

”ایمان لانے والو! اپنے عہد و پیمان اور معاملات کی پابندی کرو۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

”كُلُّ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانٌ مُنَافِقًا وَأَنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ: مَنْ إِذَا انْتَمَنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.“ [64]

جس شخص میں تین صفات پائے جائیں وہ منافق ہے، (اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور خود کو مسلمان جانتا ہو):
اگر اس کو کوئی امانت دی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، اور جب کوئی گفتگو کرے تو اس میں جھوٹ بولے، اور جب کوئی وعدہ کرے تو وفا نہ کرے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ عَامَلَ النَّاسَ وَلَمْ يَظْلِمُهُمْ، وَحَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ، وَوَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُمْ، فَهُوَ مِمَّنْ كَمَلَتْ مَرْوَةٌ لَهُ وَحُرِّمَتْ غَيْبَتُهُ وَظَهَرَ عَدْلُهُ وَوَجِبَتْ أَوْفُوهُ“ [65]

”جو کوئی شخص اپنی رفتار میں لوگوں پر ستم نہ کرے اور گفتگو کے وقت جھوٹ نہ بولے، اور اپنے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی نہ کرے، (تو وہ) ان لوگوں میں سے ہے جس کی مروت کامل ہے اور جس کی غیبت حرام اور جس کی عدالت واضح ہے اور ایسے شخص کو اپنا دینی برادر سمجھنا چاہئے۔“

کھلم کھلا گناہ کرنا

قرآن مجید نے لوگوں کو برے کاموں اور آشکار و مخفی طریقہ سے گناہ کرنے سے منع کیا ہے۔ [66]

کھلم کھلا سب کے سامنے معصیت و گناہ کرنا ، گناہگار کی انتہائی بے شرمی و بے حیائی کی دلیل ہے نیز قوانین اور اسلامی معاشرہ کی بے احترامی و بے ادبی ہے۔

اسلام معاشرہ کے ماحول کا آلودہ ہونا پسند نہیں کرتا، اور جو لوگ اسلامی معاشرہ کو گناہ و فساد سے آلودہ کرتے ہیں ، اسلام نے ان کے لئے سزا اور تعزیرات معین کی ہیں۔

دلسوز و آگاہ مومنین خصوصاً اسلامی حکومت کے کار گزاروں پر واجب ہے کہ ہر بدکاری کی بدکاری، ہر خطا کار کی خطا اور بے شرمی کی ممکن صورت میں روک تھام کریں، تاکہ گناہ کے خطرناک جراثیم عوام الناس خصوصاً جوانوں میں نہ پھیلنے پائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجود اسی وجہ سے ہے کہ معاشرہ سے گناہ کی خطرناک برائیاں ختم ہو جائیں۔

اگر مدارس اور گھر دونوں مل کر جوان طبقہ کی اسلامی طریقہ سے پرورش کریں ، تاکہ وہ ان کے لئے ایک ثابت اور قائم صفت بن جائے، تاکہ خلوت اور جلوت (ظاہر و مخفی جگہ میں) انسان برائیوں سے پاک رہے۔

حیا ، خدا پر توجہ اور گناہ کے سر انجام پر غور و فکر کرنا، گناہ و معصیت سے بہترین روکنے والی چیزیں ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے :

” اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ “ [67]

”حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے کہ خدا سے حیا کرو اور حق حیا کی رعایت کرو۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کس طرح؟ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص شب نہ بسر کرے ، مگر یہ کہ اپنی موت کو اپنی دو آنکھوں کے سامنے دیکھے ؛ اپنی آنکھ، کان اور زبان کو حرام سے محفوظ رکھے ، اور اپنے پیٹ کو مال حرام سے محفوظ رکھے ؛ قبر اور اس میں اپنے بدن کے خاک میں ملنے کو یاد رکھے۔ اور جو شخص آخرت کو چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ فریب کار دنیاوی زرو زینت سے پرہیز کرے۔ [68]

ایک شخص نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے ، تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

” اِسْتَحْيِ مِنْ اَللّٰهِ كَمَا تَسْتَحْيِي مِنَ الرَّجُلِ الصّٰلِحِ مِنْ قَوْمِكَ “ [69]

”خدا سے حیا (و شرم) کرو جیسا کہ اپنی قوم کے شائستہ اور صالح انسان سے حیا کرتے ہو۔“

ایک با ایمان عورت کی حیا اور خوف

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ دریا کا سفر کر رہا تھا۔ اتفاق سے کشتی ڈوبنے لگی اور اس شخص کی زوجہ کے علاوہ تمام لوگ دریا میں ڈوب گئے۔ اور وہ بھی ایسے کہ وہ عورت ایک تختہ پر بیٹھ گئی اور اس دریا کے ایک جزیرہ پر پہنچ گئی۔

اس جزیرہ میں ایک چور رہتا تھا جس نے حرمت خدا کے تمام پردوں کو چاک کر رکھا تھا، ناگاہ اس نے دیکھا کہ وہ عورت اس کے پاس کھڑی ہے ، اس نے سوال کیا کہ تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا انسان ہوں۔ چنانچہ وہ چور بغیر کچھ بولے ہی اس عورت کی بغل میناس طرح بیٹھا کہ جس طرح مرد اپنی زوجہ کے پاس بیٹھتا ہے ، اور جب اس نے اس عورت کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو وہ عورت لرز گئی۔ اس چور نے کہا تو ڈر کیوں گئی پریشان کیوں ہوگئی؟ وہ عورت بولی کہ اس سے ڈرتی ہوں ، اور آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس چور نے کہا کہ کبھی اس طرح کا کام انجام دیا ہے تو اس عورت نے کہا: نہیں، بخدا ہرگز نہیں۔ اس شخص نے کہا: تو خدا سے اس قدر خوف زدہ ہے حالانکہ تو نے ایسا کام نہیں کیا ہے اور میں جب کہ تم کو اس کام پر مجبور کر رہا ہوں ، خدا کی قسم، مجھے تو تجھ سے کہیں زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا، اور ہمیشہ توبہ و استغفار کی فکر میں رہنے لگا۔

ایک روز راستہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی ، دو پہر کا وقت تھا ، چنانچہ اس راہب نے اس شخص سے کہا: دعا کرو کہ خدا ہمارے اوپر بادلوں کے ذریعہ سایہ کر دے کیونکہ شدت کی گرمی پڑ رہی ہے ، تو اس جوان نے کہا کہ میں نے کوئی نیکی نہیں کی ہے اور خدا کی بارگاہ میں میری کوئی عزت و آبرو نہیں کہ میں اس سے اس طرح کا سوال کروں۔ اس وقت راہب نے کہا: تو پہر میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا۔ اس جوان نے کہا: یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ راہب نے دعا کی اور اس جوان نے آمین کہی ، اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے ان دونوں پر سایہ کر دیا، دونوں راستہ چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا راستہ الگ الگ ہونے لگا، دونوں نے اپنے اپنے راستہ کو اختیار کیا، تو بادل اس جوان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا!

چنانچہ یہ دیکھ کر اس راہب نے کہا: تو مجھ سے بہتر ہے ، تیری ہی وجہ سے دعا قبول ہوئی ہے ، نہ کہ میری وجہ سے ، اور کہا کہ تم اپنے حالات بتاؤ۔ چنانچہ اس نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔ تب راہب نے کہا: چونکہ خوف خدا تیرے دل میں پیدا ہو گیا تو خدا نے تیرے گناہ بخش دئے ، لہذا آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنا۔ [70]

جھوٹ:

حضرت رسول خدا ، امام صادق و امام رضا علیہم السلام نے جھوٹ کو گناہان کبیرہ بلکہ بزرگترین گناہان کبیرہ میں شمار کیا ہے [71]

سب سے بڑا جھوٹ انسان کا؛ خدا و رسول اور ائمہ علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر جھوٹ باندھنا ہے ، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

ہمیشہ دنیائے کفر و شرک کے حکمران اپنے سفید جھوٹ اور تہمتوں کو علم اور فلسفہ کے عنوان سے بیان کر کے بہت سے لوگوں کو دین، ایمان اور انبیاء و روز قیامت سے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ خناس اور بھانہ باز شیاطین، ایک نیا دین بنانے والے نیز وسوسہ ایجاد کرنے والے مکار یا حق و حقیقت سے دور امور کو ایک دوسرے سے ملا کر بہت سے لوگوں کی ہدایت ایمان اور صراط مستقیم میں مانع ہوتے تھے۔
یہ لوگ اپنے جھوٹ اور تہمتوں کے ذریعہ عوام الناس کے سامنے ہر باطل کو حق اور ہر حق و حقیقت کو باطل کی صورت میں پیش کیا کرتے تھے۔

انہوں نے ہمیشہ آسمانی کتابوں کی تکذیب کی ہے اور آسمانی کتابوں کو خدا کی طرف سے ہونے کو انکار کیا ہے، اور الہی نشانوں کا ہر ممکن صورت میں مقابلہ کیا ہے اور لوگوں میں اس بات کا پروپیگنڈا کیا ہے کہ کوئی بھی چیز خدا کی طرف سے نازل نہیں ہوئی ہے۔!! [72]

ان لوگوں نے انسانوں کو فیض ہدایت سے دور کرنے اور آخرت کی سعادت و خوشبختی سے دور کرنے کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام پر تہمتیں لگائیں اور ان سچے لوگوں پر جھوٹ و افترا باندھا ہے، وہ ان صاحبان عقل و بصیرت کو جادوگر شمار کیا کرتے تھے، اور ان انبیاء کرام (جو ہر لحاظ سے صحیح و سالم ہوتے تھے) کو دیوانہ اور مجنون کہہ دیتے تھے!!

یہ لوگ کسی بھی طرح کے جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے اور اپنی کارستانیوں کے ذریعہ حق و حقیقت کے معنی میں تحریف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ توریت و انجیل اور زبور میں بھی تحریف کر ڈالی، اور ان ہدایت کی کتابوں کو کفر و شرک اور گمراہی میں تبدیل کر ڈالا، اور اگر ان میں اس قدر طاقت ہوتی اور خداوند عالم محافظ و نگہبان نہ ہوتا تو یہ لوگ دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن کریم میں بھی تحریف کر ڈالتے۔

ان لوگوں نے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے آیات کی تحریف میں ذرا بھی شرم و حیا سے کام نہ لیا، اور نہ ہی اس کے خطرناک انجام سے خوف زدہ ہوئے، اور نہ ہی روز قیامت کے درد ناک عذاب سے ہراساں ہوئے۔
ان لوگوں نے سقیفہ کی حکومت کی بنیاد مستحکم کرنے، عوام الناس پر بنی امیہ و بنی عباس کی حکمرانی قائم کرنے، ان کو حق کے راستہ کو منحرف کرنے اور اہل بیت علیہم السلام کو خانہ نشین کر کے لوگوں کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے حقیقی خلفاء کی راہنمائی و ہدایت سے دور کرنے کے لئے حدیث گھڑنے کا ایک بہت بڑا کارخانہ بنایا اور تقریباً دس لاکھ جھوٹی حدیثیں پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی طرف منسوب کر دیں، اور بنی امیہ و بنی عباس کے مال و زر اور طاقت کی بنا پر ان تمام جھوٹی حدیثوں کو اسلامی ثقافت کے عنوان سے امت اسلامی کے سامنے پیش کیا ہے، کہ اگر ائمہ علیہم السلام خصوصاً حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے اپنے علم کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا نیز ائمہ علیہم السلام کے تربیت یافتہ شاگرد اور علماء کرام فقہاء عظام نہ ہوتے تو واقعاً آج شیعہ بھی بنی امیہ و بنی عباس کے کارخانہ کی جعلی احادیث کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

لیکن حق و باطل کی تمیز کرنے کے لئے ائمہ معصومین علیہم السلام نے اصحاب و فقہاء کرام کو تعلیم کردہ مسائل کے ذریعہ رسول اکرم کی طرف منسوب جھوٹی احادیث سے محفوظ رکھا، جس کے نتیجہ میں حقیقی اسلام، ائمہ معصومین علیہم السلام کے ذریعہ اور شیعہ علماء کی زحمت و مشقت کے ذریعہ خیانت کاروں کی خیانت سے محفوظ رہا تاکہ تا قیام قیامت لوگوں پر خدا کی حجت تمام ہو جائے اور کل روز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں تو حقیقی اسلام کا پتہ ہی نہیں چل سکا۔
ان جھوٹے اور خیانت کار لوگوں نے جس روپ میں بھی ہوں تقریباً ان دو صدیوں میں ایشیاء، یورپ اور امریکہ میں مختلف علوم، سیاست اور دوسرے مادی و معنوی مسائل میں ہزاروں دلفریب جھوٹ مختلف معاشروں میں رائج کر دیئے۔ اور اپنے اس کام سے لاکھوں انسانوں کو مختلف مسائل میں دھوکے میں ڈال دیا، اور جھوٹے و دلفریب اور جوانوں کی من پسند نعروں کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کر ڈالا اور لاکھوں لوگوں کو کیمونسٹ "communist" اور بے دین بنادیا ہے، نیز دوسرے سبھی لوگوں کو حیران و پریشان کر ڈالا ہے، ان لوگوں کے نعرے کچھ اس طرح ہیں: دین ملتوں کا افیون ہے، متمدن انسان کی حکومت کامیاب اور غالب ہے، سائنس تمام مشکلات کا حل کرنے والا ہے، جمہوریت، آزادی، نیک اور رصالحین کی حکومت کے بجائے جمہوری حکومت، مدنی اور لیبرل معاشرہ وجود میں آیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو حق و حقیقت کے راستہ سے بھٹکادیا ہے، اور ہر ملک میں رہنے والے مومنین پر ظلم و ستم کرایا جا رہا ہے، جس کے نتیجہ میں دنیا بھر میں فسادات اور ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔
قارئین کرام! یہ قرآن مجید جو حق و حقیقت، نور و ہدایت اور شفا و روشنی کی بہترین کتاب ہے ذرا درج ذیل آیات پر توجہ کیجئے:

ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

”فَتَجْعَلُ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ“ [73]

”اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔“

نیز ارشاد ہوتا ہے:

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ“ [74]

”بیشک اللہ کسی جھوٹے اور ناشکری کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔“

قارئین کرام! پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) و اہل بیت علیہم السلام کی اعلیٰ تعلیمات میں جھوٹ سے پرہیز پر کس قدر زور دیا گیا ہے جھوٹ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، مادی مسائل میں ہو یا معنوی مسائل میں۔ چنانچہ درج ذیل کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

”أَلَا أَنْبِئُكُمْ بِكَبِيرِ الْكِبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَكِنًا فَجَلَسَ ثُمَّ قَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزَّوْرِ...“ [75]

”کیا تم لوگوں کو گناہان کبیرہ میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ، تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کے ساتھ بُرا سلوک کرنا (یہ اس وقت فرمایا جب) آنحضرت اس وقت تکیہ لگائے تھے اس کے بعد بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے لوگو! جھوٹ سے پرہیز کرو۔۔۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ارشاد فرمایا:

”شَرُّ الرَّوَايَةِ رَوَايَةُ الْكِذْبِ“ [76]

”جھوٹ پر مبنی بدترین گفتگو ہے۔“

”أَقَلُّ النَّاسِ مُرُوءَةً مَنْ كَانَ كَاذِبًا“ [77]

”جھوٹے انسان کی مروت تمام لوگوں سے کم ہے۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے سوال کیا گیا کہ کیا ڈرنے والا مومن ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جی، کہا کیا بخیل مومن ہوسکتا ہے؟ ک

شرح دعاء کمیل

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُنَزِّلُ الْبَلَاءَ.“

”ان گناہوں کو بخش دے جو نزولِ بلاء کا سبب ہوتے ہیں۔“

جن گناہوں کے ذریعہ بلائیں نازل ہوتی ہیں

جس گناہوں کے ذریعہ بلائیں نازل ہوتی ہے وہ تین گناہ ہیں:

۱۔ دل سوز اور پریشان حال کی فریاد پر بے توجہی کرنا۔

۲۔ مظلوم کی مدد نہ کرنا۔

۳۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنا۔

دل سوز اور صاحبِ حزن و ملال کی فریاد پر بے توجہی کرنا

جس انسان کا مالی نقصان ہوجاتا ہے، یا اس کا کوئی عزیز مرجاتا ہے، یا کسی دوسری مصیبت اور رنج و غم میں گرفتار ہوجاتا ہے، اور اگر وہ اپنے دینی برادران سے اپنی مشکلات کو دور کرنے میں مدد و فریاد کرتا ہے، تو انسانی شرافت اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی مدد کے لئے قدم بڑھائے، اور حتی الامکان اس کے رنج و غم کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

جو لوگ درد مندوں کے درد اور دل سوز لوگوں کی آہ و فریاد سن کر ان کی مدد کے لئے قدم نہیں اٹھاتے تو ایسا شخص نہ یہ کہ مسلمان نہیں ہے بلکہ آدمیت و انسانیت کے دائرہ سے (بھی) خارج ہے۔

تو کز محنت دیگران بی غمی
نشاہد کہ نامت نہند آدمی

(اگر تجھے کسی دوسرے کے رنج و غم میں کا کوئی درد نہیں ہے تو پھر تجھے آدمی کہلانے کا بھی حق نہیں ہے)
حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) ارشاد فرماتے ہیں:

”مَنْ أَصْبَحَ لَا يَهْتُمُّ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ“ [1]

”جو شخص صبح اٹھے لیکن مسلمانوں کے مسائل و حالات پر اہمیت نہ دے وہ مسلمان نہیں ہے۔“

ایک دوسرے کی امداد کرنا اور مسلمانوں کے مسائل پر توجہ کرنا خصوصاً فریادیوں کی فریاد رسی کرنا، خدا و رسول اور انہم علیہم السلام کا حکم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو کسی مرد مومن کے رنج و غم کو دور کرے، خداوند عالم اس کی آخرت کے رنج و غم کو دور کرے گا، اور مطمئن طور پر قبر سے نکلے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مومن کی بھوک مٹائے، تو خداوند عالم اس کو بہشتی پھلوں سے نوازے گا، اور اگر کوئی شخص کسی مومن کو ایک گلاس پانی پلانے تو خداوند عالم اس کو رحیق مختوم سے سیراب فرمائے گا۔ [2]

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص کسی غم زدہ اور پیاسے مومن اور پریشانی کے وقت مدد کرے اور اس کا حزن و الم دور کرے اور اس کی حاجت روائی میں اس کی مدد کرے تو خداوند عالم اپنی طرف سے ۷۲ رحمتیں لکھ دیتا ہے جن میں سے ایک رحمت کے ذریعہ اس کی دنیا کے مسائل بہتر ہو جائیں گے اور ان میں کی ۷۱ رحمتیں قیامت کے ہولناک ماحول اور خوف و وحشت سے بچانے کے لئے محفوظ رہیں گی۔ [3]

مظلوم کی مدد نہ کرنا

اسلامی نقطہ نظر سے مظلوم کی مدد کرنا اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنی آخری عمر میں (شب ۲۱ رمضان المبارک) میں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”كُونَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا“ [4]

”ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مدد گار رہو۔“

جی ہاں! ظلم و ظالم اور مظلوم کے سلسلہ میں یہ اسلامی بہترین عملی شعار ہے۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں:

”مَنْ أَخَذَ لِلْمَظْلُومِ مِنَ الظَّالِمِ كَأَنَّ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ مُصَاحِبًا“ [5]

”جو شخص ظالم سے کسی مظلوم کا حق دلانے وہ جنت الفردوس میں میرا ہم نشین ہوگا۔“

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اگر کسی پر ظلم ہوتے دیکھو تو ظالم کے خلاف اس کی مدد کرو۔“ [6]

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

”أَحْسَنُ الْعَدْلِ نُصْرَةُ الْمَظْلُومِ“ [7]

”بہترین عدل مظلوم کی مدد کرنا ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کسی مومن کا؛ مظلوم کی مدد کرنا ایک ماہ کے روزے اور مسجد الحرام میں اعتکاف سے بہتر ہے، اور اگر کوئی شخص کسی مومن کی مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کی مدد کرے تو خداوند عالم اس کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا، لیکن اگر کوئی شخص برادر مومن کی مدد کر سکتا ہو اور وہ مدد نہ کرے تو خداوند عالم بھی دنیا و آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا۔“ [8]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے کہ خداوند عز و جل فرماتا ہے:

”اپنی عزت و جلالت کی قسم! میں دنیا و آخرت میں ظالم و ستمگر سے انتقام لوں گا، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مظلوم کو دیکھے اور اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد نہ کرے تو اس سے بھی انتقام لوں گا۔“ [9]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ترک کرنا

امر بالمعروف و نہی عن المنکر الہی فرائض میں سے دو اہم فریضے ہیں، اور دینی واجبات میں سے دو واجب ہیں جن کو انجام دینے کے اگر شرائط پائے جاتے ہیں تو واجب ہے یعنی امر بالمعروف کرنے والا معروف و نیکی کو جانتا ہو اور خوں بھی اس پر عمل کرتا ہو اور برائیوں سے دور ہو، اور ان دونوں فریضوں کو ترک کرنا گناہ عظیم اور سبب نزول بلاء ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا اہم ترین محور اور اس کی واضح حقیقت ہے جس کو برپا کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث برسالت ہوتے تھے۔

اگر یہ دونوں فرائض (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) ختم ہو جائیں اور ان دونوں کے سلسلہ میں علم و عمل نہ ہو، تو پھر تحریک نبوت کا خاتمہ ہو جائے گا، اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا، سب لوگ گمراہ ہو جائیں گے، اور ہر طرف جہل و نادانی پھیل جائے گی، لوگوں کے مسائل میں برائیاں جڑ پکڑ لیں گی، آبادی میں تباہی پھیل جائے گی اور انسانیت؛ ہلاکت کے گڑھے میں گر جائے گی۔

اس سلسلہ میں قرآن فرماتا ہے:

۱۔ ”وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ [10]

”اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور بھی لوگ نجات یافتہ ہیں۔“

۲۔ ”وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ...“ [11]

”مومن مرد اور مومن عورتیں سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں کہ یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں:

”لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيَسْلُطَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ شِرَارَكُمْ ثُمَّ يَدْعُو خِيَارَكُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ“ [12]

”اے لوگو! (یا) تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرو، ورنہ دشمن تمہارے اوپر مسلط ہو جائیں گے، اور تم سے اچھے لوگ (بھی) دعا کریں گے لیکن دعا مستجاب نہیں ہوگی۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے تھے: تم لوگ آنے جانے والوں کے راستہ پر نہ بیٹھا کرو، لوگوں نے کہا: ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اگر تم لوگ مجبور ہو تو راستہ کے حق کا لحاظ رکھو۔ لوگوں نے سوال کیا: (یا رسول اللہ) راستہ کا کیا حق ہے؟ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: نامحرم کو نہ دیکھو، لوگوں کو ادبیت نہ دو، سلام کرنے والوں کو جواب دو، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرو۔ [13]

اسی طرح آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر خدا کے علاوہ انسان کی تمام باتیں اس کے نقصان میں ہیں۔ [14]

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خداوند عالم نے (حضرت) شعیب پر وحی فرمائی: تمہاری قوم کے ایک لاکھ افراد پر جن میں سے چالیس ہزار برے لوگوں پر اور ساٹھ ہزار اچھے لوگوں پر عذاب کروں گا، (جناب شعیب (ع) نے) کہا: پالنے والے! برے لوگوں پر عذاب کرنا تو صحیح ہے، لیکن اچھے لوگوں پر کیوں؟ تو خداوند عالم نے فرمایا: (کیونکہ) نیک لوگوں نے برے لوگوں کے لئے بھلائی نہیں چاہی، ان کو برائیوں سے نہیں روکا، ان پر اعتراض نہیں کیا اور میرے خشم و غضب کی وجہ سے ان پر غضبناک نہیں ہوئے۔ [15]

قبیلہ ”ختعم“ کا ایک شخص پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی خدمت میں پہنچا اور کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام کی بہترین چیز سے باخبر فرمائیں؟

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد؟

فرمایا: صلہ رحم۔

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد؟

فرمایا: امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

اس نے سوال کیا: کونسا عمل خدا کے نزدیک سب سے بُرا ہے؟

آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: خدا کا شریک قرار دینا۔

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد؟

فرمایا: قطع تعلق کرنا۔

اس نے سوال کیا کہ اس کے بعد؟

آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: برائیوں کا حکم دینا اور نیکیوں سے روکنا۔ [16]

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ ذَنْبٍ أَذْنَبْتُهُ، وَكُلَّ خَطِيئَةٍ أَخْطَأْتُهَا“۔

”خدا یا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے۔“

گناہ کی لذت و کشش جب تک انسان کے دل میں مستحکم جگہ نہ بنالے بلکہ کبھی کبھی انسان کو بُرے اعمال میں مبتلا کر دے تو اسی کو اہل تحقیق کی نظر میں ”ذنب“ (گناہ) کہا جاتا ہے، اور جب یہ چیزیں انسان کے دل میں اپنی جگہ مستحکم کر لیں، اور انسان کے دل میں راسخ ہو جائے یہاں تک کہ انسان کسی بھی جگہ ہو کیسا بھی موقع ہو، کیسے بھی حالات ہوں؛ وہاں پر گناہ کرتا ہے، اہل لغت کی اصطلاح میں اس کو ”خطیئۃ“ کہا جاتا ہے۔

درگاہ رب العزت کا بھکاری اور خدائے مہربان کے در کا سوالی اپنے ان گناہوں کی طلب بخشش کے بعد جن کے ذریعہ خدا اور انسان کے درمیان موجود پردہ ختم ہو جاتا ہے، اور جن کے ذریعہ بلاء و مصیبت اور عذاب نازل ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ نعمتیں بدل جاتی ہیں، اور جو دعا قبول ہونے میں ممانع ہوتے ہیں، اور جن کے ذریعہ انسان پر بڑی بڑی مصیبت و بلاء نازل ہوتی ہیں؛ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے:

پالنے والے میرے تمام گناہوں کو بخش دے جو میری زندگی میں ہوئے ہیں چاہے چھوٹے گناہ ہوں یا بڑے گناہ، چاہے میں نے ان کو جان بوجھ کر انجام دیا ہو یا بھولے سے ہو گئے ہوں، چاہے بچپن کے گناہ ہوں یا نوجوانی کے، چاہے بلوغ کے شروعات کے ہوں یا بھر پور جوانی کے عالم میں، اور چاہے میں نے ان کو مخفی طور پر انجام دیا ہو یا علی الاعلان انجام دیا ہو، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ تمام گناہوں کو بخش دے۔ تو نے ہی اپنے لطف و مہربانی اور عظمت و بزرگی کا اعلان کیا ہے:

”لَا تَقْتُلُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“۔ [17]

”اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بیشک اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

”اللَّهُمَّ أَنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ بِذِكْرِكَ“

”خدا یا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں۔“

فانی دنیا کے کھنڈر

حد سے زیادہ مادی امور سے لگاؤ اور ایسی محبت جو خدا اور بندے کے درمیان حجاب کی طرح حائل ہو جائے، حد سے زیادہ شہوات، لذت کی دنیا میں غرق ہو جانا، مال دنیا حاصل کرنے کے لئے دن رات، ہفتوں اور مہینوں کا صرف کر دینا، جاہلوں اور غافلوں کے ساتھ نشست و برخاست کرنا، خیر و خیرات سے دور رہنا، لباس و پوشاک میں اسراف (فضول خرچی) کرنا، مختلف سامان میں پیسے کو بے جا خرچ کرنا، عوام الناس اور رشتہ داروں سے بے خبر ہو جانا، واجبات کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی کرنا، محرمانت و گناہوں میں آلودہ ہونا اور معرفت و حقیقت سے خالی ہونا؛ یہ تمام کی تمام چیزیں اس فانی دنیا میں زندگی بسر کرنے کی نشانی ہیں۔

اس فانی دنیا کے یہ کھنڈر؛ جن میں سانسپ، بچھو، مکاری، دھوکہ بازی، حیوان صفتی، شیطنیت و مستی، غارت و لوٹ مار، جھوٹ و ریاکاری و خود پسندی، غیبت و تہمت، سود و غصب، شہوت و خیانت، آلودگی و دنائیت (پستی) زنا و چوری، قتل و شرارت، کبر و نخوت، حرص و طمع، بخل و حسد، کینہ و دشمنی، خشم و غضب اور گناہ و معصیت کے علاوہ اس میں کچھ نہیں ملتا!!

اس فانی دنیا کے یہ کھنڈر؛ جس میں انسانیت کا (عظیم) خزانہ شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جس سے انسان کی عمر تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور انسان کا معنوی سرمایہ نابود ہوتا ہے، جہاں انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے، اور انسان کو ہمیشہ کے لئے خسارہ اٹھانا پڑتا ہے، اور جس سے ناشکری، شرک و نفاق اور کفر کا سایہ دل پر چھا جاتا ہے۔

اس فانی دنیا کے یہ کھنڈر؛ جس میں خرید و فروخت کا بازار شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور جس میں اکثر لوگ انسان کی صورت میں حیوان ہوتے ہیں؛ جس کا ظاہر کافر کی قبر کی طرح زر و زیور سے مزین ہوتا ہے لیکن باطن میں دوزخ کے درد ناک عذاب سے بھرا ہوتا ہے۔

فانی دنیا کے یہ کھنڈر؛ جس کے رہنے والے ظاہری طور پر انسان ہوتے ہیں لیکن کردار و عمل کے لحاظ سے حیوان، سبھی چون چرا میں مشغول، لیکن عبادت و بندگی کی لذت سے بے خبر، جن کی تصدیق تصور سے میرا، اور جن کی تحقیق

حقیقت سے جدا، بیہودہ باتیں اور بکواس کرنے والے زیادہ، سبھی اندھے او رگونگے، وہم و گمان کرنے والے لیکن ایمان و یقین سے دور ہوتے ہیں۔

یہ کھنڈر؛ جس کے رھنے والے گناہوں میں مدھوش، فسق و فجور سے ہم آغوش، گناہوں کا پردہ چاک کئے ہوئے، شہوت کا پرچم اٹھانے ہوئے، سبھی ہوا و ہوس کے بستر پر سوئے ہوئے، عیاش مرد بدکار عورتوں کو لئے ہوئے، جس مینمگار لڑکیاں غدار لڑکوں کے ساتھ، جس کے جوان ناشناختہ اور بے کار، جس کے بوڑھے فاسق و بدکردار، جو طور و طریقہ کے لحاظ سے چوھے ہیں اور کردار کے لحاظ سے خرگوش، ایک سانپ کی شکل میں تو دوسرا بچھو کی شکل میں، یہ دانتوں سے کاٹتا ہے، تو وہ دم کی طرف سے، اس کھنڈر کا نام جنگل ہے جس کا بادشاہ جہل ہے تو اس کا سپاہی برائی، اس کا مادہ حرام ہے اور اس کا کام انسان کو نابود کرنا ہے!!

مُلک وصال اس فانی دنیا کے کھنڈروں سے کوچ کرنا عقل و شرع کے لحاظ سے واجب ہے، بے ثمر چیزوں کی محبت کا سنگین وزن دل سے نکال پھینک دیا جائے اور مُلک وصال کے سفر کے لئے اپنے بال و پر کھول دئے جائیں، اور پوری طاقت سے اڑان بھری جائے اور ”ذکر و اذکار“ کی قدرت سے مدد لیتے ہوئے اس مُلک کے سفر کے لئے تیار ہوجائیں وہ مُلک جو معرفت و فضیلت، صدق و صفا، امانت و صداقت، حق و حقیقت، وفا و صفا، شور و وجد، بندگی و عبادت، شرافت و کرامت، محبت و صمیمیت، زہد و قناعت، صبر و توکل، بصیرت و استقامت، تقویٰ و پرہیزگاری، ورع و پارسائی، واقعیت و عزت اور احسان و عدالت کا مُلک ہے۔ (اس مُلک میں پہنچ کر) مقام قرب خدا کی چاشنی کا مزہ لیں، اور وصال محبوب کی خوشبو سونگھیں، اور معشوق کے اخلاق سے مزین ہوں، اور انبیاء و صدقین اور شہداء و صالحین جیسے دوستوں کی ہم نشینی حاصل کریں۔

قرآن مجید اس روحانی اور عاشقانہ سفر کے بارے میں جس میں تمام برائیوں اور پلییدیوں سے؛ تمام اچھائیوں اور نیکیوں کی طرف کوچ کیا جاتا ہے؛ فرماتا ہے:

”وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاعِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ [18]

ذکر محققین فرماتے ہیں: لفظ ”بذکرک“ میں حرف ”با“ سببیت کے معنی میں ہے۔ لہذا اس نورانی جملہ کے معنی یہ ہوں گے: خدا یا! میں تیرے ذکر کے سبب تجھ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

معنی ذکر لفظ ”ذکر“ کے لئے تین معنی بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ خداوندعالم پر توجہ اور دل میں اس کی یاد۔

۲۔ قرآن۔

۳۔ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور اہل بیت علیہم السلام۔

خداوندعالم پر توجہ اور دل میں اس کی یاد

توجہ اور یاد، ذکر و تذکر؛ یہ سب غفلت کی ضد ہیں، خدا سے غافل رھنے والے کو کچھ پروا نہیں ہوتی کہ اس کی عمر ریز باد ہو، وہ گناہوں میں غرق ہوجائے، حقوق الناس کو پامال کرڈالے، عبادت و بندگی سے محروم ہوجائے، حرام خوری کرنے لگے اور بد بختی و شقاوت اس پر مسلط ہوجائے۔

لیکن جس شخص کے دل میں خدا کی یاد اور اس کا سینہ ذکر محبوب کا گھر ہو، اور اسی کے لئے اس کا دل دھڑکے، ایسا شخص اس حقیقت کو جانتا ہے کہ خداوندعالم نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، آسمانی کتابیں نازل کیں، اور نیکیوں کے لئے بہترین جزا مثل جنت قرار دی اور برائیوں کے لئے دوزخ جیسی سزا معین کی، ایسا شخص شب و رز عبادت و بندگی، انسانوں کی خدمت، محرمات سے دوری، حقوق الناس کی رعایت، تقویٰ و عفت کا لحاظ، علم و معرفت کی تحصیل، جائز کاموں کے ذریعہ کسب حلال، پریشان حال لوگوں کی دست گیری، ضرورت مندوں کی حاجت برآری اور غریب و فقراء کی امداد کرتا ہے، اور ان تمام کاموں میں صرف خوشنودی خدا کو مد نظر رکھتا ہے۔

خدا کا ذکر کرنا اس پر توجہ کرنا یہ باطن اور دل کا کام ہے، جس کی وجہ سے نیکیوں سے آراستہ ہونے کی قدرت عطا ہوتی ہے اور کچھ ہی مدت میں خداوندعالم کی بارگاہ کا محبوب بندہ ہوجاتا ہے، اور اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے بے چین رہتا ہے، اور اس سے مناجات، عبادت اور بندگان خدا کی خدمت کی لذت محسوس کرتا ہے۔

جناب یونس (ع) کی قوم بہت زیادہ غفلت کی شکار ہوگئی تھی، ایک عالم و عارف کی تبلیغ سے خدا کی یاد آنے لگی، اور خدا

کی یاد سے غفلت کا پردہ اس کی آنکھوں سے اٹھ گیا، اور یہ قوم جنگل و بیابان میں نکل گئی اور وہاں پر جاکر سجدہ ریز ہو گئی، آنسوؤں سے اپنے باطن کو صاف کیا اور حقیقی توبہ کے ذریعہ اپنے وجود کو پاک کیا، اور اپنے اس کام سے آنے والے درد ناک عذاب (صاعقہ) کو اپنی بستی سے دور کر دیا، اور پھر بارگاہ الہی میں حقیقی بندے بن گئے اور باقی عمر کو عبادت و بندگی میں صرف کیا اور آخر کار خوشنودی خدا اور رحمت الہی کے زیر سایہ ان کو موت آئی، اور آخرت میں قدم رکھا یہاں تک کہ ہمیشہ کے لئے بہشت رضوان میں اپنی جگہ بنالی۔

بہت سے ایسے فاسق و گناہگار لوگ تھے جن کی عاقبت بخیر ہو گئی اپنے گناہوں سے ہاتھ کھینچ لیا اور ضلالت و گمراہی کے کھنڈر سے نور و ہدایت کے باغ و بوستان میں داخل ہو گئے، اور اپنی شیطنت و مکاری سے ہاتھ روک کر سلامت و امنیت کے دائرہ میں آ گئے، اور خدا کی عبادت و بندگی کے ذریعہ اپنے گزشتہ تمام گناہوں کا جبران کر دیا۔ ایسے لوگ یاد خدا اور قلبی توجہ کی برکت سے اس بلند مقام پر پہنچے ہیں، اور اپنی توبہ کے ذریعہ آئندہ کے لئے نمونہ عمل بن گئے ہیں، اور خدا کی حجت کو تمام لوگوں پر تمام کر دیا ہے۔

تاریخ کے اوراق پر ایسے حضرات کا ذکر ہمارے لئے نمونہ ہے اور ہماری زندگی کے لئے روشنی بخش ہے جیسے آسیہ، اصحاب کہف، بھلول نباش، حر بن یزید، فضیل عیاض وغیرہ، جن لوگوں نے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کر کے یاد خدا کو اپنا شعار بنالیا اور اپنی تاریک زندگی کو منور کر لیا، اور شیطان کے جنگل سے نکل کر رحمت الہی کے زیر سایہ آ گئے، اور لمحات مینا پنے کو پستی سے نکال کر کرامت و سعادت کی بلندی پر پہنچا دیا اور خدا کی رحمت و وصال تک پہنچ گئے۔

قرآن

خداوند مہربان نے متعدد آیات میں قرآن مجید کو ”ذکر“ سے یاد کیا ہے منجملہ:

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ [19]

”ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

قرآن مجید میں ایسے معارف و احکام بیان ہوئے ہیں جن کے بروئے کار لانے سے انسان کو دنیا و آخرت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم، ہماری زندگی کی کتاب ہے، اور انسان کی ہدایت کے لئے تمام مراحل میں پیش آنے والی ضرورتوں کے تمام حل اس میں موجود ہیں۔

قرآن کریم، انسان کو بہترین اور مستحکم ترین راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے، اور اپنی آیات پر عمل کرنے والے کے لئے اجر کریم کی بشارت دیتا ہے۔

قرآن کریم کی آیات پر غور و فکر کرنے سے جہل جیسی خطرناک بیماری کا علاج ہو جاتا ہے اور انسان کا دل معرفت کامکان بن جاتا ہے۔

قرآن مجید کی نیکیاں بیان کرنی والی آیات پر عمل کرنا اسی طرح برائیوں کو بیان کرنے والی آیات پر عمل کرنے سے انسان کو نجات کی امید پیدا ہوتی ہے اور قرب خدا کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

قرآن کریم پر عمل کرنے سے انسان تمام نیکیوں سے آراستہ ہو جاتا ہے، اور برائیوں سے دوری اختیار کرتا ہے، اور دنیاوی و آخری خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

گزشتہ کا علم اور آئندہ کی خبر، دردوں کا علاج اور امور زندگی کا نظم قرآن مجید میں موجود ہے۔

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے قرآن کی تبلیغ کے ذریعہ برے لوگوں کو نیک و صالح افراد بنا دیا، اور جاہل عرب و حقیقت سے دور عجم کو جہنم کی آتش سے نجات دلادی، اور آخرت کی خوشبختی و سعادت اور بہشت کی سرحد تک پہنچا دیا۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں:

”فَإِذَا التَّبَسُّتُ عَلَيْكُمْ الْفِتْنُ الْكُفْرُ الْكُفْرُ الْكُفْرُ فَاتَّعِ شَافِعَ مُشَفَّعٍ وَمَاجِلَ مُصَدَّقٍ وَمَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ وَرَاءَهُ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ“ [20]

”جب فتنہ و فساد کی وجہ سے حقیقت کا پتہ نہ چل سکے، اس وقت قرآن کی طرف رجوع کرو، کیونکہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول ہے، اور ایسا شکایت کرنے والا ہے کہ اس کی شکایت (بھی) مقبول ہے، جو شخص قرآن کو اپنے لئے ہادی و رہبر قرار دے وہ اس کو بہشت میں لے جائے گا، اور اگر کوئی اس سے منہ موڑے تو اس کو جہنم میں ڈھکیل دے گا۔“

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

”لَوْ مَاتَ مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَمَا اسْتَوْحِشْتُ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ الْقُرْآنُ مَعِيَ“ [21]

”مغرب و مشرق کے رہنے والے اگر تمام افراد مر جائیں اور قرآن میرے ساتھ ہو تو مجھے کسی چیز کا خوف نہیں ہوگا۔“
جی ہاں، امام سجاد علیہ السلام کے وجود میں توحید کی آیات تحقق پیدا کر چکی تھیں جس کی بنا پر دل کی آنکھوں سے خدا کا مشاہدہ کرتے تھے، اور اپنے ازلی و ابدی محبوب سے انس رکھتے تھے، اور اخلاق کی آیات باطن کے مشرق سے طلوع کر کے روشن و منور تھیں، آپ احکام و وظائف کی آیات پر مکمل طور پر عمل کیا کرتے تھے، اور ان کو نافذ کرنے میں مکمل طور پر اخلاص کی رعایت فرماتے تھے، اور قیامت کے بارے میں موجود آیات سے اس قدر مانوس تھے کہ اپنے کو نجات کے بلند درجہ پر دیکھتے تھے، تنہائی کے عالم میں بھی ذرہ برابر خوف و وحشت نہیں تھا۔

چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

”آيَاتِ الْقُرْآنِ خَزَائِنٌ فَكَلَّمَا فَتَحَتْ خَزَائِنَهُ يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَنْظُرَ مَا فِيهَا“ [22]

”قرآن مجید کی آیات (ایک عظیم) خزانہ ہے اور جس وقت خزانہ کھلتا ہے تو پھر اس کا غور سے دیکھا جانا ضروری ہے“

قرآن کریم کی آیات میں غور و فکر کرنے والا اور عرفانی و ملکوتی معنی و مفہیم تک پہنچنے والا ان پر عمل کر کے اپنے ظاہر و باطن کو قرآن مجید کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے، جس کی وجہ سے قرب خدا تک پہنچنے کے لئے قدرت و طاقت حاصل کر لیتا ہے، اور قرآن کریم (جو ذکر خدا ہے) کے ذریعہ قرب محبوب کی بارگاہ میں قرار پاتا ہے، اور اپنے دل کی آنکھ سے ہر وقت اس کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے:

تا مرا نور در بصر باشد

بہ جمال ویم نظر باشد

نظری را کہ او کند نظری

آن نظر کیمیا اثر باشد

کافر مگر بہ جنب رخسارش

نظم جانب دیگر باشد

(جب تک میری آنکھوں میں نور باقی رہے گا، اس کے حسن جمال کا نظارہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر وہ مجھ پر ایک نظر کر لے تو اس کی یہ نظر کیمیائی اثر رکھتی ہے۔ اگر میں اس سے نظر پھیر لوں تو میں کافر ہو جاؤں گا۔)

پیغمبر (ص) اور اہل بیت علیہم السلام

حضرت باقر العلوم علیہ السلام ایک بہت اہم روایت میں بہترین مطالب بیان فرماتے ہیں، مرحوم کلینی نے اس روایت کو اپنی گرانقدر کتاب ”کافی“ میں قرآن کی فضیلت میں پہلی روایت کے عنوان سے بیان کیا ہے جس میں قرآن مجید کی درج ذیل آیت کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے:

”إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ“ [23]

”بیشک نماز ہر بُرائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی شے ہے۔“

”وَتَحْنُ ذِكْرُ اللَّهِ وَتَحْنُ أَكْبَرُ“ [24]

بے شک ”ذکر“ سے مراد پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور بارہ امام ہیں، وہ بارہ امام جو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے ایمان و اخلاق علم و معرفت اور بصیرت کے وارث ہیں۔

وہ بارہ امام جو مفسر قرآن، احکام بیان کرنے والے، محافظ دین اور خداوند عالم کی طرف حق کے امانتدار ہیں۔

وہ بارہ امام جو قرآن مجید کے عینی مصداق، چراغ ہدایت، راہنمائے انسانیت اور دین و دنیا کی بھلائی دینے والے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام حقائق کی طرف متوجہ کرنے والے، واقعات کو واضح و روشن کرنے والے، علم و عرفان کا مخزن اور صفات الہی کا مظہر ہیں۔ اور چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام قرآن ناطق ہیں لہذا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ہم ہی ذکر اللہ ہیں اور ہم ہی اکبر ہیں۔“

بے شک ائمہ علیہم السلام کی سرپرستی اور ان کی تعلیمات کو قبول کئے بغیر نیز حقیقی جانشین رسول کی اطاعت کئے بغیر، اور ان کی ولایت کے دائرہ میں آنے بغیر؛ ایمان ناقص، اخلاق فاسد، اعمال نامناسب، دنیا میں بے نظمی اور آخرت میں درد ناک عذاب تیار ہے۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اپنی آخری عمر میں یہ اعلان فرمایا: ”میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت و اہل بیت، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گی، لہذا اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے تو کبھی بھی میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے۔“ [25]

اس حقیقت پر توجہ کرنا ضروری ہے کہ اپنے دل کو برائیوں اور آلودگی سے پاک کرا، اس کو برائیوں سے دھونا، خداوند عالم کے صفاتِ علیا اور اسماءِ حسنیٰ کے معنی و مفہوم کو دل میں حاضر کرنا، ان عظیم حقائق و کریم مراتب کو شیاطین جن و انس سے محفوظ کرنا، ہمیشہ اس کے حضور میں حاضر ہونا اور ہر کام میں اسی پر توجہ رکھنا، اور کسی بھی موقع پر اس کی یاد سے غافل نہ ہونائیں اپنے تمام واجبات کو بجالانا، اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر نیک کام اور عوام الناس کی خدمت کرنا؛ ”ذکر خدا“ ہے۔

بعض صاحبان دل، اور آب و گل سے آزاد شدہ حضرات اور بعض عارفین نیز ذکر کی طرف دعوت دینے والی قرآن مجید کی آیات، اسی طرح معصومین علیہم السلام سے وارد شدہ احادیث میں کلمہ ”ذکر“ کو ان ہی باطنی حقائق اور اعمال میں شمار کیا گیا ہے، اسی طرح قرآن مجید کی آیات، کلمات نبوت اور روایات معصومین علیہم السلام کے ذریعہ اپنی زندگی کو ڈھالنا ”ذکر“ کے کامل مصداق میں سے ہے۔

جی ہاں! قرب الہی کو ذکر خدا ہی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ گزشتہ حقائق کو ذکر کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، اور ذکر خدا کے علاوہ؛ قرب الہی حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

قارئین کرام! ہمارے دل پر یاد خدا کی حکومت ہونا چاہئے، اور قرآن مجید کی آیات پر عمل کریں، اور دل و جان سے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی نبوت اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کو قبول کرتے ہوئے ان کی پیروی کریں، تاکہ قرب الہی حاصل ہو جائے، اور مقربین الہی کے دائرہ میں شامل ہو جائیں، اور انس خدا اور اس کے احکامات کو جاری کر کے نیز پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور اہل بیت علیہم السلام کی ہمراہی کی شیرینی کا احساس کریں، جس کے بعد تمام ہی سعادت و خوشبختی کو اپنی آغوش میں لے لیں۔

جس وقت ہمارا یہ دل خداوند عالم کے اسماء و صفات کے معنی و مفہوم کا مظہر قرار پائے، اور ان معنی و مفہیم کے آثار ہماری روح اور اعضاء و جوارح میں سے ظاہر ہونے لگے، خوشبو دینے والی محبت اور آگ لگانے والا عشق (جو خود معرفت اسماء الہی کا بہترین ثمرہ ہے) ہمارے دل میں اپنا گھر بنالے اور ”أَشْدُّ حُبًّا لِلَّهِ“ [26] ”ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے“ ہمارے تمام وجود پر سایہ کر لے اور انسان اس آیت

”رَجَالٌ لَا تُلْهِيمُ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ“ [27]

”وہ مرد جنہیں کاروبار یا دیگر خرید و فروخت ذکر خدا، قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر سکتی“ کا مصداق بن جائے جو خود ایک بلند و بالا مقام ہے تو پھر انسان مسند خلافت و جانشینی خدا پر بیٹھا ہوا نظر آتا ہے اور پھر قرب خدا کی شیرینی کی لذت حاصل کرتا ہے۔

یہ بلند و بالا مقام ہر جال میں پھنسانے والے شیطان سے محفوظ ہے اور جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر کوئی بھی طاقت اس کو خدا سے دور نہیں کر سکتی، اور اس نورانی مقام پر پہنچنے کے بعد وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہیں پہچانتا، اور خدا کے علاوہ کسی غیر کو نہیں دیکھتا، خدا کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا اور خدا کے علاوہ کسی کو نہیں پاتا ہے۔

سید العارفین، امام المتقین، اسوہ عاشقین، رہبر شیعین، مقتداء بزرگان اپنے تمام وجود سے یہ عاشقانہ ترانہ زبان پر لاتا ہے:

”مَا رَأَيْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ“۔

”میں نے کچھ نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس سے پہلے اس کے بعد اس کے ساتھ خدا کو دیکھا ہے۔“

حضرت امام حسین علیہ السلام، دامن معرفت اور علم و بصیرت کی آغوش کے تربیت یافتہ؛ اپنی انتہائی بھوک و پیاس اور مصائب و آلام کی حالت میں ۷۱ ٹکڑے ٹکڑے لاشوں کے درمیان اور اہل حرم کے درد ناک نالہ و شیون کی آواز کو سنتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں سجدہ کی حالت میں زبان پر ان کلمات کو جاری کرتے ہیں:

”إِلَّ“

شرح دعاء کمیل

”اللَّهُمَّ عَظَمَ سُلْطَانُكَ“

”خدا یا تیری سلطنت عظیم ہے۔“

خداوند عالم کی سلطنت اور بادشاہی ذاتی اور حقیقی ہے، جبکہ دوسری سلطنتیں اعتباری اور ختم ہونے والی ہیں؛ خداوند عالم کی سلطنت اور بادشاہی دائمی، ہمیشگی اور لا محدود ہے، جبکہ دوسری سلطنتیں کم مدت والی اور بہت محدود ہیں۔

خداوند عالم کی بادشاہی تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے چاہے وہ ظاہری چیزیں ہوں یا پوشیدہ، حقیقت یہ ہے کہ اس کی سلطنت کے علاوہ کسی غیر کی سلطنت ہے ہی نہیں، کیونکہ اس کا غیر بھی خود اسی کا محتاج اور نیازمند ہے، اس کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے۔

خدا کی حجت اور اس کی برہان عظیم اور مضبوط ہے، جبکہ اس کے بالمقابل کوئی دلیل، حجت اور برہان نہیں ہے۔ عقل، نبوت، قرآن اور امامت خدا کی حجتیں ہیں جن کے ذریعہ خداوند عالم تمام مخلوقات کا فیصلہ کرے گا، اور ان کے گناہوں کے ارتکاب اور عمل صالح سے دوری کے بہانوں کو ختم کر دے گا۔

”وَعَلَا مَكَانُكَ“

”اور تیری منزلت بلند ہے۔“

وہ پاک و پاکیزہ ذات جس نے اپنے کو قرآن مجید میں ”لیس کمثلہ شیء“ [1] سے پہچنوا یا ہے، وہ ہر عیب و نقص سے پاک و پاکیزہ ہے تمام صفات کمال و جلال اس میں موجود ہیں، اس کے صفات عین ذات ہیں، اعلیٰ صفات اور اسماء حسنیٰ اسی کی ذاتِ بابرکت سے مخصوص ہیں، تمام ظاہری اور پوشیدہ چیزوں کا وجود اس کی قیومیت کی وجہ سے ہے، یہ تمام کائنات اس کے علم و ارادہ اور قدرت و رحمت کا ایک جلوہ ہے، اس کے صفات کی کوئی حد نہیں، اس کی قوت تمام قوتوں سے بالاتر، اس کی قدرت تمام قدرتوں سے بلند، اس کی عظمت تمام عظمتوں سے مافوق، اس کی سطوت تمام سطوتوں سے بلند و بالا ہے، اور اس کی شان و منزل اس کا مرتبہ ہر چیز سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

”وَحَفِي مَكْرُكَ“

”اور تیری تدبیر مخفی ہے۔“

”مکر“ خدا کے علاوہ حیلہ اور دھوکہ دینے کے معنی میں آتا ہے، جیسے کسی کو دھوکا دیا جائے، اس معنی میں خدا کے لئے یہ لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مکر کے یہ معنی جاہل و عاجز انسان کی صفت ہے، جبکہ خداوند عالم جہل و عجز سے پاک و پاکیزہ ہے۔ اس کا وجود بے نہایت علم، قدرت، رحمت اور کرم ہے، بہ ایک مسلم اور ثابت حقیقت ہے کہ تمام موجودات اس کے محتاج ہیں، حالانکہ وہ سب سے بے نیاز ہے۔

خدا کے سلسلہ میں ”مکر“ کا استعمال کرنا اس کے عذاب و سزا کے معنی میں ہے یعنی جس کو مستحق عذاب سمجھے گا اس کو عذاب میں گرفتار کر دے گا اور وہ اس سے بھاگ کر نکل بھی نہیں سکتا۔

گناہوں اور لذت دنیا میں غرق اور غرور و تکبر کرنے والوں کے لئے عذاب الہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ جس کا پہلا مرتبہ بہ صورت استدراج و استہمال ہے یعنی جس قدر گناہگار معصیت کا ارتکاب کرتا ہے اور گناہوں میں بہت زیادہ غرق ہوتا جاتا ہے، تو خدا اس کی نعمتوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ کثرت نعمت کی وجہ سے اس کی غفلت بڑھتی رہتی ہے، اور توبہ و استغفار کو بھول جاتا ہے، اور پھر اچانک اس پر عذاب نازل ہو جاتا ہے جس کے بارے میں وہ بالکل بھی نہیں سوچ پاتا اور وہ عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے، اور اس کی بے خبری کا انتقام لیا جاتا ہے، در حقیقت اس پر حقیقی طریقہ سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

”إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَأَذْنَبَ ذَنْبًا أَتْبَعَهُ بِنِعْمَةٍ وَيُذَكِّرُهُ الْاسْتِغْفَارَ، وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ شَرًّا فَأَذْنَبَ ذَنْبًا أَتْبَعَهُ بِنِعْمَةٍ لِيُنْسِيَهُ الْاسْتِغْفَارَ“

وَتَمَادَىٰ بِهَا وَبُوَ قَوْلُهُ: "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ." [2] [3]

”بے شک جب خداوند عالم کسی بندے کے لئے خیر و نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اگر انسان گناہ کرتا ہے، تو خدا اس کو نعمت عطا کرتا ہے، اور اس کو اس نعمت کے ذریعہ توبہ و استغفار کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور اگر خدا کسی کے لئے شر کا ارادہ کرتا ہے، تو خدا اس کو (بھی) نعمت عطا کرتا ہے اور انسان اس نعمت کی وجہ سے توبہ و استغفار کو بھول جاتا ہے اور اس نعمت کی وجہ سے اس کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور بھی معنی ہیں خداوند عالم کے (مذکورہ بالا قول کے) کہ ان کو عذاب و بلاء میں اس طرح گرفتار کر دیتا ہے کہ اس کو پتہ (بھی) نہیں چلتا (کہ کس چیز کی وجہ سے بلائیں نازل ہوئی ہیں)!“

”وَطَهَّرَ أَمْرَكَ“

”اور تیرا امر ظاہر ہے۔“

خدا کا حکم ایک مرحلہ میں ”فرمان تکوینی“ ہوتا ہے کہ جس کے سبب تمام موجودات جہان ہستی میں قدم رکھتے ہیں، اور ظہور کی کرسی پر بیٹھتے ہیں۔ اس کا دوسرا حکم ”فرمان تشریحی“ ہوتا ہے جس کی برکت سے قرآن مجید قلب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر نازل ہوا، اور اس حکم کے جلوے قواعد و احکامات اور حلال و حرام کی شکل میں ظاہر ہوئے، جو دوسری آسمانی کتابوں، انبیاء کی نبوت اور ائمہ علیہم السلام کی امامت کے ذریعہ تمام نوع بشر کے ذریعہ نشر ہوئے ہیں۔

”وَعَلَبَ قَهْرَكَ، وَجَزَتْ قُدْرَتُكَ“

”اور تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے۔“

قہر و قدرت کی وضاحت اور ضروری تفسیر شروع کتاب میں بیان ہو چکی ہے۔

”وَلَا يُمَكِّنُ الْفُرَارُ مِنْ حُكُومَتِكَ“

”اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے۔“

خداوند عالم کی ذات اقدس تمام چیزوں پر تمام موجودات پر اور ہر چیز پر محیط ہے، اور کوئی بھی چیز اس کے احاطہ سے باہر نہیں ہے۔ تمام موجودات اسی کے ارادہ سے وجود میں آئیں، لہذا تمام ہی چیزیں اس کے پاس موجود ہیں اور اس کی رحمت و لطف و کرم اور اس کی نعمتوں کے زیر سایہ اپنی زندگی بسر کرتی ہیں، لہذا وہ ان سب کے ساتھ میں موجود ہے، اور تمام چیزیں اسی کی طرف پلٹیں گی، لہذا وہ سب چیزوں کے بعد میں بھی باقی رہے گا، تو پھر کونسا ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ کوئی بھی چیز اس کی حکومت سے فرار کرے؟!

ایک بہت اہم روایت میں بیان ہوا ہے کہ: ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: میں ایک گناہگار شخص ہوں اور گناہ پر صبر نہیں کر سکتا، لہذا مجھے موعظہ فرمائیے، تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو پانچ چیزوں کو انجام دے اس کے بعد جو چاہے گناہ کرنا: اول: خدا کا عطا کردہ رزق نہ کھا۔

دوم: خدا کی حکومت و ولایت سے نکل جا۔

سوم: ایسی جگہ تلاش کر جہاں تجھے خدا نہ دیکھ رہا ہوں۔

چہارم: جس وقت ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئے اس کو اپنے سے دور کر دینا۔

پنجم: جب (روز قیامت) تجھے مالک دوزخ، دوزخ میں ڈالنا چاہے تو اس وقت دوزخ میں نہ جانا۔ [4]

جی ہاں! اگر انسان بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا اچھا ہو کہ انسان جہالت و نادانی سے نکل کر علم و معرفت کی طرف بھاگے، خبر اور سنی ہوئی باتوں سے نکل کر مشاہدہ کی طرف فرار کرے، اور آخر کار مخلوق سے نکل کر خداوند عالم کی طرف فرار کرے، جس کے نتیجہ میں اس کو دنیاوی اور آخری منافع حاصل ہوں اور سعادت ابدی اس کے شامل حال ہو، درحقیقت یہ فرار؛ ہوائے نفس سے عقل و خرد، دنیا سے آخرت نیز دوزخ سے بہشت کی طرف فرار ہو، اور آخر کار شیطان سے خدا کی طرف فرار ہونا چاہئے۔

”اللَّهُمَّ لَا أَجِدُ لِدُنُوبِيَغَا فِرَاءً، وَلَا لِقَبَائِحِ سَائِرَاءَ، وَلَا لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِي الْقَبِيحِ بِالْحَسَنِ مُبَدَّلًا غَيْرَكَ“

”خدا یا میرے گناہوں کے لئے بخشنے والا میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں

تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔“

گناہوں کا بخشنے والا

خداوند عالم کے اسماءِ حسنیٰ اور اس کے بلند و بالا صفات میں؛ صفت ”غافر“ اور ”غفور“ ہے، یعنی بخشنے والی ذات، بلکہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ صرف شرط یہ ہے کہ انسان واقعی اور حقیقی توبہ کرے۔ گناہگار کو چاہئے کہ خدا کی صفت ”غفور“ پر توجہ کرے اور اسی سے امیدوار رہے، کہ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے، برائیوں سے ہاتھ کھیچ لے، گناہوں سے دوری کرے اور ایمان و عمل صالح سے مزین ہو جائے تو یقیناً خداوند عالم اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں ناامید اور مایوس ہونا ایک گناہ عظیم اور عذاب الہی کا سبب ہے، بلکہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفر کے برابر ہے:

”... لَا يَبْتَئِسُ مِنَ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْكَافِرُونَ“ [5]

”اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا۔“

قرآن مجید نے گناہگاروں کے بارے میں اعلان کیا ہے کہ ان کو خدا کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خداوند عالم تمام گناہوں کا بخشنے والا ہے۔

ارشاد الہی ہوتا ہے:

”قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ بُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“ - [6]

”پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے، رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا، اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے، اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

قارئین کرام! درج ذیل آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہر گناہ کو بخش سکتا ہے:

”إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا“ [7]

”یقیناً اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

”وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ [8]

”اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

”فَمَنْ ظَلَمَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ [9]

”پھر ظلم کے بعد جو شخص توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو خدا اس کی توبہ قبول کرے گا کہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

”سَوَاتِقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ“ [10]

”اللہ سے ڈرو یقیناً وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

جی ہاں! اگر کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے، توبہ کے بعد گناہان کبیرہ سے اجتناب کرے اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ کرے، اور اپنے قضا شدہ واجبات کو ادا کرے، لوگوں کے غصب شدہ مال کو ان تک لوٹادے، یقیناً ایسی ہی توبہ، ”واقعی توبہ“ ہے جس کی بنا پر اس کی تمام برائیاں بخش دی جائیں گی۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) حقیقی طور پر توبہ کرنے والے کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں:

”أَمَّا عَلَامَةُ التَّائِبِ فَأَرْبَعَةٌ: النَّصِيحَةُ لِلَّهِ فِي عَمَلِهِ، وَتَرْكُ الْبَاطِلِ، وَالزُّرْمُ الْحَقِّ وَالْحِرْصُ عَلَى الْخَيْرِ“ [11]

”توبہ کرنے والے کی چار نشانیاں ہیں: اپنے اعمال و کردار میں خداوند عالم کی مطلق طور پر فرمانبرداری کرنا، باطل کو چھوڑ دینا، حق کا پابند ہونا اور نیکی و بھلائی میں بہت زیادہ رغبت رکھنا۔“

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا ایسا نہیں کرتا کہ بندے کے لئے شکر کا دروازہ کھولے رکھے اور اس پر نعمتوں کے اضافہ کا دروازہ بند کر دے،

اسی طرح دعا کا دروازہ کھولے رکھے، لیکن باب اجابت کو بند کر دے، نیز توبہ کا دروازہ کھلا رکھے اور عفو و بخشش کا دروازہ بند کر دے۔“ [12]

برائیوں کو چھپانے والا

خداوند عالم کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ جو شخص چھپ کر کسی گناہ کو انجام دیتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے

گناہ سے آگاہ ہو جائے، تو خدا بھی اس کو چھپاتا ہے۔

خداوند عالم نے خود کو ”ستار العیوب“ کہا ہے، تاکہ اس کے بندوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب تک وہ چھپ کر او رمخفی طریقہ سے گناہ کرتے ہیں تو ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے، اور دوسروں کے سامنے اس کے گناہ کی فائل کو نہیں کھولتا؛ مگر یہ کہ گناہ کرنے والا اپنی بے حیائی اور جرأت کی بنا پر سب کے سامنے گناہوں میں غرق ہو جائے اور اپنی عزت و آبرو کا خیال نہ کرے، کیونکہ اس صورت میں اس کے گناہوں پر پردہ ڈالنا اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے کے کوئی معنی نظر نہیں آتے۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے منقول ہے:

”مَنْ تَابَ، تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَأَمْرَتْ جَوَارِحُهُ أَنْ تَسْتُرَ عَلَيْهِ، وَيَقَاعُ الْأَرْضِ أَنْ تَكْتُمَ عَلَيْهِ، وَأُنْسِيَتِ الْحَفْظَةُ مَا كَانَتْ تَكْتُمُ عَلَيْهِ“ [13]

”جو شخص توبہ کرے، تو خداوند عالم اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے، اور اس کے اعضاء کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے رہو، اور زمین کو بھی حکم ہوتا ہے کہ اس کے گناہوں کو چھپائے رکھے، اور نامہ اعمال کے لکھنے والے فرشتوں کو اس کے گناہوں کو بھلا دیتا ہے۔“

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”إِذَا تَابَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ تَوْبَةً نَصُوحًا أَحَبَّهُ اللَّهُ فَسَتَرَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قُلْتُ فَكَيْفَ يَسْتُرُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: يُنْسِي مَلَكَ مَا كَتَبَا عَلَيْهِ مِنَ الذُّنُوبِ... فَيَلْقَى اللَّهُ جِبِينَ يُلْقَاهُ وَيَسِيءُ شَيْءٌ يَسْتُرُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنَ الذُّنُوبِ“ [14]

”جس وقت مومن بندہ توبہ نصح (یعنی خالص توبہ) کرتا ہے تو خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے، لہذا وہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا: خدا کس طرح اس کی پردہ پوشی کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: گناہوں کے لکھنے والے فرشتوں کو بھلا دیتا ہے، لہذا جب وہ خدا سے ملاقات کرے گا تو کوئی بھی چیز اس کے خلاف گواہی دینے والی نہیں ہوگی۔“

تفسیر ”منہج الصادقین“ میں منقول ہے: جب روز قیامت برپا ہوگا، ایک بندے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اس وقت حکم ہوگا: ایک قبہ (بلند جگہ) بنایا جائے اور اس پر اس بندے کو لایا جائے۔ اس کے بعد خداوند عالم اس سے خطاب فرمائے گا: اے میرے بندے! تو نے میری نعمتوں کو گناہوں میں خرچ کیا، اور جیسے جیسے میں نعمتوں میں اضافہ کرتا چلا گیا تو بھی گناہوں میں اضافہ کرتا رہا۔ اس وقت اس بندے کا سر شرمندگی کی وجہ سے جھگ جائے گا۔ اس وقت خطاب ہو گا: اے میرے بندے اپنے سر کو اوپر اٹھالے، جس وقت تو گناہ کرتا تھا میں تیرے گناہوں کو معاف کر دیتا تھا۔

اس وقت ایک دوسرے بندے کو لائے جائے گا اس پر بھی لعنت و ملامت کی جائے گا، اس کا سر بھی شرمندگی سے جھک جائے گا اور رونے لگے گا، اس وقت خطاب ہوگا: اے میرے بندے، جس وقت تو گناہ کرتا تھا اور ہنستا تھا تجھے میں نے اس وقت شرمندہ نہ کیا، آج جبکہ تو گناہ بھی نہیں کر رہا ہے اور گریہ و زاری کر رہا ہے، کس طرح تجھے عذاب کروں، اور تجھے رسوا کروں؟ (جا) میں نے تجھے بخش دیا اور جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی!!

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا

خداوند عالم کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے، اور ایمان سے مزین ہو کر اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو حسنات سے اور برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

چنانچہ ارشاد الہی ہوتا ہے:

”إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ [15]

”علاوہ اس کے جو شخص توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے کہ پروردگار اس کی برائیوں کو

اچھائیوں میں تبدیل کر دے گا۔“

”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَرُفُأً مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِئُ السَّيِّئَاتِ...“ [16]

”اور پیغمبر آپ دن کے دونوں حصوں میں اور رات گئے نماز قائم کریں کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دینے والی ہیں۔۔۔“

برائیوں کے نیکیوں میں بدل جانے کے سلسلہ میں اسلامی منابع میں بہت سے اہم مطالب ہیں جن میں سے بعض فلسفی، بعض عرفانی، بعض ذوقی اور بعض روایتی پہلو رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان کو بیان کرنا چاہئے تھا لیکن اس کتاب کے صفحات اجازت نہیں دیتے۔

صاحب ”تفسیر نمونہ“ (حضرت آیت اللہ مکارم شیرازی دام ظلہ) کہتے ہیں: برائیوں کے نیکیوں میں بدل جانے کے سلسلہ

میں چند تفسیریں ہیں جن میں سے ہر ایک کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ جس وقت انسان توبہ کرتا ہے، اور خدا پر اپنے ایمان کو مضبوط کرتا ہے، تو اس کے پورے وجود میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے، اور اسی اندرونی انقلاب کی بنا پر برائیائیوں میں بدل جاتی ہیں؛ اگر اس نے کسی کو قتل کیا ہے، تو پھر وہ آئندہ مظلوموں کے دفاع اور ظالم سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، اور اگر زنا کار تھا اس کے بعد عقیف اور پاکدامن بن جاتا ہے، اور یہ اندرونی انقلاب؛ ایمان اور توبہ کے زیر سایہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ اگر انسان توبہ کرتا ہے تو خداوند عالم اپنے لطف و کرم اور انعام کے تحت اس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دیتا ہے، جیسا کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے جناب ابوذر نے روایت کی ہے: جب روز قیامت بعض لوگوں کو محشر میں حاضر کیا جائے گا، حکم خدا ہوگا کہ (اس شخص کے) گناہان صغیرہ کو دکھادیا جائے اور گناہان کبیرہ کو چھپالیا جائے۔ اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں وقت فلاں گناہ صغیرہ انجام دیا تھا، اور وہ اس کو قبول کرے گا، لیکن گناہان کبیرہ کی وجہ سے اس کے دل میں خوف و ہراس سے لرزہ رہے گا۔

اس موقع پر خداوند عالم اپنے لطف و کرم کی بنا پر حکم دے گا کہ اس کی برائیوں کے بدلے نیکیاں لکھ دی جائیں۔ اس وقت وہ بندہ عرض کرے گا: پروردگار! میں نے بہت بڑے بڑے گناہ بھی انجام دئے تھے، لیکن اب ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ جناب ابوذر کہتے ہیں کہ اس وقت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) مسکرائے اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور اس کے بعد درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

”...فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ...“ [17]

”پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دے گا۔“

۳۔ برائیوں سے مراد؛ خود وہ برائیاں نہ ہونجن کو انسان انجام دیتا ہو، بلکہ ان کے برے آثار مراد ہوں جو انسان کے جسم و روح میں رچ بس جاتے ہیں، جس وقت انسان توبہ کرتا ہے، اور اپنے ایمان کو مستحکم کرتا ہے تو برائیوں کے برے آثار اس کے جسم و روح سے دھل جاتے ہیں اور نیک آثار میں تبدیل ہو جاتے ہیں، برائیوں کے حسنات اور نیکیوں میں بدل جانے کا بھی مطلب ہے۔ [18]

”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ وَيَعْمَدُكَ“

”تو وحدہ لا شریک، پاکیزہ صفات اور قابل حمد ہے۔“

کلمہ ”توحید“ یعنی ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ“ کو تہلیل کہا جاتا ہے اور ”سبحانک“ سے مراد تسبیح ہے اور ”بحمدک“ سے مراد حمد خدا ہے۔

جو شخص اپنی زبان سے تسبیح و تہلیل کرتا ہے، دل کی گھرائیوں سے سچے دل سے اس کا اقرار کرتا ہے، اس میں اخلاص سے کام لیتا ہے، نیز عملی میدان میں دوسرے معبود کی نفی کرتا ہے تو ایسا ہی شخص موحد اور خدا پرست ہے نیز خداوند عالم کی امان میں ہے، اور اس پر دنیا و آخرت کی ذلت یقیناً حرام ہے، ایسا ہی شخص روز قیامت جنت الفردوس کا ساکن اور محبوب خدا ہے، نیز انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہدائے کرام کی ہمنشینی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

انسان کے اندر تہلیل کی حقیقت اس وقت جلوہ نما ہوتی ہے جب وہ قرآن و اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خداوند عالم کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کی معرفت حاصل کر لے، اور اپنے دامن کو گناہوں کی کثافت و گندگی سے محفوظ رکھے اور خداوند عالم کے واجب کردہ وظائف کو صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ انجام دے نیز حتی الامکان خلق خدا کی خدمت میں کوشاں رہے۔

جی ہاں! اگر انسان اس راستہ کو اپناتے ہوئے آگے بڑھے تو اس کے پورے وجود سے یہ آواز نکلے گی:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهُ بَاطِلٌ
وَ كُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

”یقیناً آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے علاوہ ہر چیز باطل ہے، اور لامحالہ ہر نعمت کا زوال ہے۔“

جب انسان دل کی آنکھوں سے اپنے پروردگار عالم کے نور پُر جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے بدن کا ہر عضو یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“، ”لَا مَوْئِرَ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللَّهُ“، ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“۔

کیا واقعاً اس کائنات میں خدا کے علاوہ کوئی خدا ہے جس کی بارگاہ میں اپنا سر تسلیم خم کیا جائے، یا اس سے روزی طلب کی جائے، اپنی مشکل کشائی کی درخواست کی جائے، اور اس سے گناہوں کی بخشش اور برائیوں کے چھپانے کی التجاء کی جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دعائے کمیل کے اس حصہ میں خداوند عالم کی تسبیح و تہلیل اور مدح و ثنا کی گئی ہے، کیونکہ دعا کرنے والا اپنی ذلت و بے چارگی اور فقر و محتاجگی نیز گناہوں کے اقرار کے بعد اس کی بارگاہ میں یہ عرض کرتا ہے: میں نے اپنے گناہوں کو بخشنے والا یا ان کو چھپانے والا کسی کو نہیں پایا، چونکہ دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ یہ کام خداوند عالم ہی کا ہے، اور دوسرا کوئی بھی ان امور کو انجام نہیں دے سکتا۔ لہذا اس موقع پر ”لا الہ الا انت“، ”سبحانک“ اور ”بحمدک“ کہنا بہت مناسب ہے۔

جنت کی قیمت

جو شخص معرفت و خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی تسبیح و تہلیل کرے، عملی طور پر دوسرے معبود کا انکار کرے، نیز خداوند عالم کے علاوہ کسی غیر کی اطاعت نہ کرے، صرف اسی کی عبادت و پرستش کرے اور اسی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرے، تو در حقیقت اس کا یہ قدم جنت کی قیمت ادا کرنا ہے اور خداوند عالم کے ہر عذاب سے محفوظ ہونے کے لئے اس کے قلعہ میں داخلہ ملتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد کے حوالہ سے پیغمبر اسلام: (ص) سے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي“ [19]

”کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ“ میرا قلعہ ہے، لہذا جو شخص بھی اس قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”مَا جَزَاءُ مَنْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِالتَّوْحِيدِ إِلَّا الْجَنَّةُ“ [20]

”جس شخص کو خداوند عالم نے ”نعمت توحید“ سے نوازا ہے اس کی جزا بہشت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“

(جو شخص خداوند عالم کی توحید کو صدق دل سے قبول کرتا ہو اور اس کو عملی طور پر ثابت کرتا ہو تو اس کا مقام جنت ہے۔)

اسی طرح آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ حَقٌّ دَخَلَ الْجَنَّةَ“ [21]

”جس شخص کو اس حالت میں موت آئے کہ خدا کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو تو اس کا مقام بہشت ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَمَنُّ الْجَنَّةِ“ [22]

”لا الہ الا اللہ“ کہنا جنت کی قیمت ہے۔

اسی طرح امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَإِخْلَاصُهُ أَنْ تَحْجِرَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَمَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ“ [23]

”جس شخص نے خلوص کے ساتھ ”لا الہ الا اللہ“ کہا وہ بہشت میں داخل ہو گیا، ”لا الہ الا اللہ“ کا اخلاص کے ساتھ کہنے سے مراد انسان کی خدا کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہنا ہے۔“

ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مذکورہ حدیث کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے، وہ شخص امام علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر چل پڑا جب وہ آپ کے دولت کدہ سے باہر نکل گیا، تو آپ نے فرمایا اس شخص کو واپس بلاؤ، اس کے بعد فرمایا: کہ اس کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کے شرائط ہیں اور ہم اس کے شرائط میں سے ہیں۔ (کیونکہ ہم خدا کی طرف سے امامت کے لئے منتخب ہوئے ہیں اور ہماری

اطاعت تمام امور میں واجب ہے) [24]

بہر حال انسان کے لئے راہ نجات صرف اور صرف توحید (خدا) اور اس کے شرائط ہیں؛ یعنی: جب انسان خدا کی معرفت حاصل کر لے اور اس کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ تمام موجودات اس کی ملک ہے اور اسی کا عطا کردہ رزق کھاتے ہیں، نیز انبیاء علیہم السلام کی نبوت، ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت اور قرآن پر ایمان رکھے، اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارے تو ایسا انسان راہ نجات پر یقینا ہے۔

لہذا اگر انسان توحید کا اقرار کرتے ہوئے کوئی نیک کام کرے تو اس کا وہ عمل قابل قبول ہوگا اور اگر اس سے غفلت کی وجہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو شرمندگی کے ساتھ توبہ کرنے پر اس کا گناہ معاف ہو جائے گا، لیکن اگر کوئی شخص خدا وند عالم پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو تو اس کا کوئی بھی عمل قابل قبول نہ ہوگا اور اس کا چھوٹا سے چھوٹا گناہ بھی نہیں بخشا جائے گا۔

اگر مسلمان اپنے گناہان کبیرہ کی وجہ سے عذاب قیامت میں مبتلا ہوگا تو اسی توحید کی وجہ سے اسے نجات حاصل ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بہت سی اہم روایات معتبر و مستند کتابوں میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ہم نمونہ کے طور پر ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

حضرت پیغمبر اکرم نے جناب جبرئیل سے فرمایا:

” (اے جبرئیل) دوزخ کے صفات بیان کرو۔ جناب جبرئیل نے دوزخ کی ایک ایک صفت کو بیان کرنا شروع کیا یہاں تک کہ (دوزخ کے) پہلے طبقہ کی بات آئی، اس وقت جناب جبرئیل خاموش ہو گئے، پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: اس طبقہ میں کون لوگ رہیں گے؟ جواب دیا: اس طبقہ کا عذاب سب سے آسان ہے، اور اس طبقہ میں آپ کی امت کے گناہگار رہیں گے۔ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: کیا میری امت کے لوگ (بھی) دوزخ میں جائیں گے؟ اس وقت جناب جبرئیل نے کہا: (جی ہاں) اس میں آپ کی امت کے وہ لوگ جائیں گے جو گناہ کبیرہ سے آلودہ ہوں گے اور بغیر توبہ کئے اس دنیا سے چلے گئے ہوں گے۔“

پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) رونے لگے اور تین دن تک روتے رہے، یہاں تک کہ چوتھے روز حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائیں، اور جب آپ نے دیکھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) خاک پر منہ رکھے گریہ کر رہے ہیں اور آنسوؤں سے مٹی گیلی ہو گئی ہے! تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا جان واقعہ کیا ہے؟ (آپ اس قدر کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: جناب جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت کے گناہگار دوزخ کے پہلے طبقہ میں رہیں گے، لہذا میں گریہ کر رہا ہوں! جناب فاطمہ (ع) نے فرمایا: کیا آپ نے جبرئیل امین سے سوال کیا ہے کہ کس طرح آپ کے امتیوں کو دوزخ میں لے جایا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، مردوں کے بال اور عورتوں کے گیسو پکڑ کر جہنم کی طرف کھینچا جائے گا، چنانچہ جب وہ لوگ دوزخ کے قریب پہنچائے جائیں گے اور وہ دوزخ کے داروغہ کو دیکھیں گے تو چلائیں گے اور داروغہ جہنم سے التماس کریں گے کہ ہمیں اپنے حال پر رونے کی اجازت دیدے، اس وقت داروغہ دوزخ اجازت دے گا، چنانچہ وہ لوگ اس قدر گریہ کریں گے کہ آنسوؤں کے بجائے خون کے آنسو بھائیں گے، اس وقت داروغہ جہنم آواز دے گا: کیا اچھا ہوتا کہ تم لوگ اس وقت گریہ کرنے کے بجائے دنیا میں گریہ کرتے اور روز قیامت کے خوف سے آنسو بھاتے!!

اس کے بعد داروغہ ان کو جہنم میں ڈال دے گا، یہ لوگ دوزخ میں پہنچتے ہی ”لا الہ الا اللہ“ کا نعرہ بلند کریں گے، (اس وقت) آگ ان سے دور ہو جائے گی، داروغہ جہنم آواز دے گا، اے آگ ان کو پکڑ لے، آگ آواز دے گی: میں کس طرح ان کو پکڑوں حالانکہ یہ لوگ اپنی زبان پر ”لا الہ الا اللہ“ جاری کر رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر داروغہ جہنم آواز دے گا اے آگ ان کو پکڑ لے، اس وقت آواز قدرت آئے گی کہ ان کے چہروں کو نہ جلانا کیونکہ انہوں نے میرے سامنے سجدہ کیا ہے، اور ان کے دلوں کو بھی نہ جلانا کیونکہ انہوں نے ماہ مبارک (رمضان) میں پیاس کی شدت برداشت کی ہے۔ اور جب تک حکم خدا ہوگا یہ لوگ جہنم میں رہیں گے۔ اس وقت جبرئیل کو حکم ہوگا: ان گناہگار امتیوں کا حال معلوم کرو، اس وقت داروغہ جہنم پردہ ہٹائے گا، تو وہ جناب جبرئیل کو خوبصورت شکل میں دیکھیں گے، اور سوال کریں گے: یہ کون اتنی اچھی شکل میں ہے؟ جواب دیا جائے گا: یہ جناب جبرئیل ہیں جو دنیا میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی طرف وحی لے کر نازل ہوتے تھے، جیسے ہی یہ لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا اسم گرامی سنیں گے ایک نعرہ بلند کریں گے کہ ہماری طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کو سلام پہنچانا اور کہنا کہ آپ کے امتی دوزخ میں گرفتار ہیں!

جب جناب جبرئیل یہ خبر آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے پاس لے کر جائیں گے، تو آنحضرت یہ خبر سن کر بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے اور عرض کریں گے (پالنے والے) تونے میرے امتیوں کو دوزخ میں ڈال دیا اب ان کو میرے حوالہ کر دے، اس وقت آواز قدرت آئے گی کہ ہم نے ان کو آپ کے حوالہ کر دیا۔ اس وقت رسول خدا ان لوگوں کو جہنم سے نکال لیں گے، اور چونکہ یہ لوگ جل کر کوئلہ کی مانند ہو جائیں گے، لہذا ان کو ”چشمہ حیات“ پر لے جایا جائے گا، اور جس وقت اس چشمہ سے شربت پئیں گے اور اس کو اپنے اوپر ڈالیں گے تو ان کی ظاہری اور اندرونی غلاظت دور ہو جائے گی، اور وہ پاک و پاکیزہ بن جائیں گے، اور ان کی پیشانی پر یہ تحریر ابھر آئے گی:

”عتقاء الرحمن من النار“

”یہ خدائے رحمن کی طرف سے جہنم سے آزاد شدہ ہیں“

چنانچہ جب یہ لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو اہل بہشت ان لوگوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرائیں گے کہ یہ لوگ دوزخی تھے اور اب نجات پاگئے ہیں!

اس وقت وہ لوگ کہیں گے: پالنے والے تو نے ہمیں اپنی رحمت میں لے لیا ہے اور بہشت میں داخل کر دیا ہے اس تحریر کو ہماری پیشانیوں سے ہٹا دے۔ ان کی یہ دعا قبول ہو جائے گی، اور وہ تحریر ان کی پیشانی سے مٹ جائے گی۔“

حمدو تسبیح

تسبیح کا مطلب خداوندعالم کی ذات کو ہر نقص و عیب سے پاک و پاکیزہ ماننا ہے، دراصل خداوندعالم کے بے نہایت کمالات کے اقرار کا نام تسبیح ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ کہتا ہے: میں نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے ”سبحان اللہ“ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ“ کی تفسیر یہ ہے کہ خداوندعالم کو ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے۔ [25]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ”سبحان اللہ“ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: خداوندعالم کے جلال کو بزرگ شمار کرنا اور اس کو ہر طرح کے شرک سے پاک و پاکیزہ جاننا، لہذا جس وقت انسان (اخلاص و یقین کے ساتھ) ”سبحان اللہ“ کہتا ہے تو تمام فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ [26]

قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنیا کی تمام چیزیں خداوندعالم کی تسبیح کرتی ہیں:

”... وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ...“ [27]

”اور جو کچھ ان (زمین و آسمان) کے درمیان ہے سب اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔“

دعا کمال کے اس حصہ میں خداوندعالم کی تسبیح شاید اسی وجہ سے ہو: چونکہ دعا کرنے والا انسان گزشتہ فقرات میں اپنی خطا و غلطی اور گناہ کا اقرار کر چکا ہوتا ہے، جو خدا اور اس کے درمیان دوری اور تاریکی کے اسباب تھے، اور وہ انسان خدا کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء کے ذریعہ ظلمت و تاریکی سے نجات حاصل کر سکتا ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ دعا کرنے والا روتے ہوئے صدق دل اور خلوص کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کرے: ”سبحانک و بحمدک“ تاکہ جناب یونس علیہ السلام کی طرح اسے تاریکی سے نجات مل جائے اور خدا کی قربت حاصل ہو جائے۔ جی ہاں! جب جناب یونس علیہ السلام شب کی تاریکی، دریا کی تاریکی اور شکم ماہی کی تاریکی میں گرفتار ہوئے تو کہتے ہیں:

”...فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ...“ [28]

”پھر تاریکیوں میں نینجا کر آواز دی کہ پروردگار! تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں۔“

صاحب تفسیر ”منہج الصادقین“ اس آیت کی تفسیر میں حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

”مَا مِنْ مَكْرُوبٍ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ...“ [29]

”کوئی بھی پریشان حال ایسا نہیں جو یہ دعا پڑھے اور مستجاب نہ ہو۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: اعمال کی ترازو تسبیح کے ذریعہ ثواب سے بھر جاتی ہے۔ [30]

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم الشان کتاب ”بحار الانوار“ میں حمد پروردگار کے سلسلہ میں ایک اہم روایت اس طرح نقل کرتے ہیں:

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ أَمْرٌ يَسْرُهُ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى بَدَاةِ النِّعْمَةِ وَإِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ أَمْرٌ يَغْتَمُّ بِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ...“ [31]

”جس وقت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے سامنے کوئی خوش حال کرنے والا واقعہ پیش آتا تھا تو آنحضرت

فرماتے تھے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ بَيْدَةِ النَّعْمَةِ“ اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تھا جس سے آپ کو رنج پہنچتا تھا تو آپ فرماتے تھے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ“ الہی ہر حال میں تیرا شکر ہے۔“

”ظَلَمْتُ نَفْسِي، وَتَجَرَّأْتُ بِجَهْلِي، وَسَكَنْتُ إِلَىٰ قَدِيمِ ذِكْرِكَ لِي، وَ مَنَّكَ عَلَيَّ.“

”خدا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھا ہوں کہ تونے مجھے ہمیشہ یا د رکھا ہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے۔“

اپنے اوپر ظلم

حالانکہ میں نے اپنے غور و فکر اور اس کائنات کی حیرت انگیز چیزوں کو دیکھنے اور علماء و دانشوروں کی باتوں کو سننے اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد تجھے ایک لازمی حد تک پہچان لیا ہے، لیکن تیری طرف رجوع نہیں کیا، اور تیرے حکیمانہ احکام کی اطاعت نہیں کی، نیز تیری رضا کو اہمیت نہیں دی اور اپنے سر کو تیرے سامنے نہیں جھکایا تیری عبادت میں اپنا سر کو خاک پر نہیں رکھا اور تیرے سامنے اپنی جھولی نہیں پھیلائی ہے، المختصر اپنے تمام ہی امور میں تجھ سے غفلت کی، لہذا یہ وہ ستم تھا جسے میں نے اپنے اوپر ہمیشہ روا رکھا اور یہ میں نے بہت بڑا ظلم اپنے اوپر کیا ہے۔

حالانکہ مینے علماء کی زبان اور تاریخ کے مطالعہ کے بعد تیرے انبیاء (ع) کو پہچان لیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ وہ تیری راہ کی ہدایت کرنے والے، انسانیت کے لئے دلسوز اور مہربان ہیں اور ان کا انسان کی سعادت و خوشبختی کے علاوہ کوئی مقصد نہیں، صرف انسانیت کو گمراہی اور شیطانی و سوسوں سے نجات دلانا چاہتے ہیں ان کے امر و نہی باحکمت اور انسانیت کے لئے مفید ہوتے ہیں، اور چونکہ میں مسلمان ہونے لگا میں نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی معرفت ضروری حد تک حاصل کر لی، لیکن پھر بھی میں نے انبیاء (ع) سے روگردانی کی، اپنی زندگی میں دوسروں کے دروازے پر گیا اور غیروں کی تہذیب کو اپنایا، اور تیرے انبیاء علیہم السلام کی زحمتوں کی قدر نہ کی، ان کے وجود جیسی نعمت کا شکر ادا نہ کیا اپنی منحوس زندگی پر بھروسہ کیا جو نور نبوت سے خالی تھی اور گمراہی و ضلالت کی راہ پر چلتا رہا، یہ ستم میں نے اپنے ہی اوپر ڈھایا ہے اور یہ عظیم ظلم اپنے ہی نفس پر کیا ہے!!

حالانکہ میں مجالس و محافل اور دینی کتابوں کے مطالعہ سے کافی حد تک معارف الہی اور تعلیمات قرآن سے آشنا ہو گیا ہوں، نیز مجھے اس حقیقت کا علم ہو گیا ہے کہ یہ قرآن جس کو تو نے اپنے پیغمبر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر نازل کیا، تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور یہ ایک کامل ترین کتاب ہے جس میں مکمل اور مفید مطالب سمائے ہوئے ہیں، اور ایک ایسی کتاب ہے جو حکیمانہ احکامات، اہم معارف، محکم آیات، استوار قواعد و ضوابط اور جھنجھوڑنے والے موعظوں پر مشتمل ہے، گویا قرآن ایک بلند ترین اور زیبا ترین دستور العمل ہے، لیکن میں نے اس سے منہ موڑ لیا اور اس کی آیات کو چھوڑ دیا اس کے حقائق سے دوری اختیار کی، اس پر عمل کرنے میں غفلت کی، اس سے دور رہ کر زندگی بسر کی۔ یہ ستم میں نے اپنے ہی اوپر کیا ہے اور یہ عظیم ظلم اپنے ہی نفس پر کیا ہے!!

حالانکہ مختلف قسم کے وسائل کی مدد سے ائمہ طاہرین علیہم السلام کو پہچان لیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات بندوں میں تیری حجت ہیں، تیرے راستہ کی ہدایت کرنے والے کامل انسان ہیں، نیز پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اپنے بعد ان کو ولایت و رہبری کے عنوان سے پہنچوایا ہے، تاکہ لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کریں، نیز انہوں نے دین اسلام کے حقائق کی تعلیم دی اور حق و باطل کو پہنچوایا، اور قرآن مجید کی تفسیر بتائی جبکہ ان پر دشمنوں نے بہت ظلم اور بڑے بڑے مصائب ڈھائے غرض ہر ایک کو کسی نہ کسی طریقہ سے شہید کیا؛ لیکن ان حضرات نے اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، اور انسانی ہدایت سے ہاتھ نہیں کھینچا، بلکہ احکام الہی، حلال و حرام اور دینی فرائض کو ہر ممکن صورت میں بیان کرتے رہے، جس کو ان کے اصحاب نے چار سو کتابوں میں جمع کیا، تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس عظیم دریائے معرفت سے سیراب ہوسکیں، لیکن میں نے ان تمام حقائق کو نظر انداز کر دیا، اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اطاعت نہ کی اور فیض ہدایت کے ان مراکز سے منہ موڑ کر گمراہ ہو گیا، سیدھے راستہ پر چلنے کے بجائے ٹیڑھے راستہ کا انتخاب کیا اور میں اپنی ہوا و ہوس کا شکار ہو گیا اور اس پر بضد رہا، خدا و آخرت سے بے خبر استادوں سے تعلیم حاصل کی اور ان جاہل و گمراہ لوگوں (جن کی ضلالت و گمراہی پوری دنیا پھیلی ہوئی ہے) کو عظیم الشان ائمہ پر ترجیح دی۔ یہ ستم میں نے اپنے اوپر کیا ہے اور میں نے اپنے نفس پر یہ عظیم ظلم کیا ہے!! حالانکہ میں جانتا تھا کہ ”نبج البلاغہ“ جیسی عظیم الشان کتاب؛ جس میں حضرت علی علیہ السلام کے بے کراں دریائے علم کا ایک قطرہ ہے جس میں ہدایت کا بے بہا خزانہ ہے جس کے ذریعہ انسان کو خیر و سعادت اور پاک و پاکیزہ زندگی

کی ہدایت ملتی ہے، جس میں خطبوں، خطوط اور حکمت آمیز کلمات کا موجیں مارتا ہوا الہی معرفت کا سمندر ہے، جس کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کو ”تحت کلام الخالق فوق کلام المخلوق“ جیسا لقب دیا گیا ہے۔

حالانکہ میں جانتا تھا کہ ”صحیفہ سجادیہ“ جس میں امام عاشقین، مولائے عابدین سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ۵۴ دعاؤں میں انسان کے تمام وظائف اور ذمہ داریوں کو دعا کی زبان میں بیان فرمایا ہے، جس کے بارے میں نامہ طاہرین علیہم السلام نے توجہ دلائی ہے۔

حالانکہ میں جانتا تھا کہ احکام الہی، حلال و حرام اور اسلامی معارف و اخلاقی مسائل، ”اصول کافی“، ”تہذیب“، ”استبصار“، ”من لایحضرہ الفقیہ“، ”تحف العقول“، ”روضۃ الواعظین“، ”وافی“، ”شافی“، ”بحار الانوار“، ”وسائل الشیعہ“، ”روضۃ المتقین“، ”جامع احادیث شیعہ“ اور دوسری ہزاروں کتابوں میں موجود ہیں، لیکن میں نے اپنی آخرت کو سنوارنے کے لئے ان کتابوں کو پڑھنے کی زحمت نہیں کی، ان کے مطالعہ کے بجائے بے ہودہ رسالوں، اخباروں اور دین مخالف مضامین، اور گھٹیا قسم کی کتابوں کے مطالعہ میں لگا رہا، اور اپنی زندگی کے بہترین شب و روز کو یوں ہی گزار دیا جس سے میں نے اپنا ہی نقصان کیا۔ یہ ستم میں نے اپنے ہی اوپر کیا ہے اور یہ عظیم ظلم اپنے ہی نفس پر کیا ہے!!

نادانی کی وجہ سے گناہوں پر جرأت و جسارت چونکہ میں نے علم و آگاہی حاصل نہیں کی اور دینی تعلیمات سے محروم رہا اور حق و حقانیت سے بے خبر رہتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرتا رہا اور اپنی پُر طلاطم زندگی کو جہالت کی کشتی پر سوار کیا جس کی وجہ سے میں گناہوں کے دلدل میں پھنستا ہی چلا گیا۔

اور جہالت و نادانی کے سبب اپنی آخرت سے غافل ہو گیا اور حقائق کو سمجھنے سے قاصر رہا، جس کے انجام کے بارے میں نہیں سوچا، اور اپنے اعمال کے حساب و کتاب کی فکر نہیں کی، پل صراط اور جنت و جہنم کی پروا نہیں کی، لہذا میں نے تیری مخالفت کی اور مختلف گناہوں سے آلودہ ہو گیا، آخر کار اپنی نادانی کی بنا پر گناہوں کے سلسلے میں تیرے سامنے جرأت اور جسارت کی اور ادب و اخلاقی متانت کے خلاف قدم اٹھایا!!

گناہوں کا اقرار

پالنے والے! جس وقت مینرحم مادر میں تھا، اس وقت سے لے کر اب تک تیرے لطف و کرم میرے شامل حال رہے۔ یہ تیرا احسان و کرم ہی تو تھا جس نے ایک نجس نطفہ کو کامل انسان بنا دیا میرے لئے ضروری اعضا و جوارح عطا کئے، عقل و خرد سے نوازا، دل و جان عطا کئے، گوشت، ہڈی، نسیں، مغز، خون، سلول، تنفسی نظام آنکھیں، کان، ہونٹ اور عقل و ہوش عطا کیا، اس کے بعد مجھے دنیا میں بھیجنے کے لئے میری والدہ کے جسم میں طاقت دی تاکہ صحیح و سالم دنیا میں آسکوں، اس کے بعد دودھ سے بھرے پستان مادر سے میرے جسم کی ضرورت پوری کی، پیار بھری آغوش مادر اور محبت سے مالا مال قلب پر ر معین کیا، آہستہ آہستہ غذا اور تیرے محافظین خصوصاً والدین کی حفاظت میں پروان چڑھا، اور جہاں تک پہنچنا تھا مجھے پہنچادیا، اس کے بعد میری زندگی کے لئے مختلف اسباب فراہم کئے، وغیرہ وغیرہ۔

پالنے والے! تو نے مجھ پر اب تک یہ تمام لطف و احسان کئے لیکن میں مغرور ہو گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اگر میں گناہ بھی کرتا رہوں تو تیرا لطف و کرم پھر بھی میرے شامل حال رہے گا، اور کسی طرح کا کوئی عذاب نہیں ملے گا حالانکہ گزشتہ نعمتوں کے پیش نظر مجھے غرور نہیں کرنا چاہئے تھا اور گناہوں کی وادی میں قدم نہیں رکھنا چاہئے تھا۔

اور اب تیرے لطف و کرم سے مینخواب غفلت سے تھوڑا بیدار ہوا ہوں، اور اپنی تاریک زندگی اور ظلمت کی حالت سے آگاہ ہوا ہوں، اپنے تمام وجود سے تیرے دروازے پر آیا ہوں اور آہ و بکا، اشک ریزی کے ساتھ؛ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ: ”ظلمت نفسی“ (یعنی میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا) اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا یہ اقرار و اعتراف در حقیقت گناہوں کا اقرار ہے اور ایک طرح سے توبہ اور سبب نجات ہے، جیسا کہ یہ بات قرآنی آیات، انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات میں موجود ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

”وَاللّٰهُ مَا يَنْجُو مِنَ الذَّنْبِ اِلَّا مَنْ اَقْرَبَ بِهِ“ [32]

”خدا کی قسم! انسان راہ نجات حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ گناہوں کا اقرار و اعتراف کرے۔“

نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہی سے یہ روایت بھی ہے:

”لَا وَاللّٰهِ مَا اَرَادَ اللّٰهُ مِنَ النَّاسِ اِلَّا خَصَلَتَيْنِ: اَنْ يُرَوْا لَهٗ بِالنَّعْمِ فَيَرْيَدُوْهُمُ، وَبِالذُّوْبِ فَيَغْفِرَ لَهَا لَهُمْ“ [33]

”خدا کی قسم! خدا، اپنے بندوں سے دو چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا، ایک تو اپنی نعمتوں کا اقرار، تاکہ ان میں اضافہ

کرے، اور دوسرے گناہوں پر اعتراف، تاکہ وہ ان کو بخش دے۔“

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”المُؤْمِرُ بِالذَّنْبِ تَائِبٌ“ [34]

”اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرنے والا، توبہ کرنے والا شمار ہوگا۔“

نیز آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے:

”شَافِعُ الْمُذْنِبِ إِفْرَارُهُ وَتَوْبَتُهُ اعْتِدَارُهُ“ [35]

”گناہگار کی شفاعت کرنے والا خود اس کا اقرار کرنا ہے، اور اس کی توبہ عذر خواہی ہے۔“

کتاب ”تذکرۃ الاولیاء“ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

”جس گناہ کی ابتداء خوف و وحشت کے ساتھ اور اس کا آخر عذر خواہی کے ساتھ ہو، تو اس عمل سے بندہ خدا سے نزدیک ہو جاتا ہے، اور جس اطاعت کی ابتداء خود بینی اور اس کی انتہا خود پسندی ہو تو ایسی اطاعت انسان کو خدا سے دور کر دیتی ہے!“

ایک جوان گناہگار کا اقرار

منصور بن عمار کہتے ہیں: ایک روز رات کے وقت میں گھر سے باہر نکلا جب ایک گھر کے نزدیک پہنچا تو مجھے دروازے سے ایک جوان کے راز و نیاز اور مناجات کی آواز سنائی دی، میں نے غور سے سنا تو وہ بارگاہ رب العزت میں اس طرح مناجات کر رہا تھا:

”پالنے والے! میں جب گناہ کرتا تھا تو تیری مخالفت اور نافرمانی کے قصد سے نہیں بلکہ میرا نفس مجھ پر مسلط تھا اور شیطان نے مجھے دھوکا دیا تھا، جس کے نتیجے میں، میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہو گیا اور اب میں تیرے عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں۔“

جب میں نے ان کلمات کو سنا تو اپنے سر کو دروازے پر دے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کی:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا فُؤَادُكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ
يُعْتَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ“ [36]

”(اے) ایمان لانے والو! اپنے نفس اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر وہ ملائکہ معین ہوں گے جو سخت مزاج اور تند و تیز هیناؤ رخدا کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے اور رجو حکم دیا جاتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں۔“

جب میں نے اس آیت کی تلاوت کی تو اس جوان کے مزید رونے اور چلانے کی آواز سنائی دی، اور میں نے وہاں سے اپنی راہ لی۔

دوسرے روز جب میں اسی گھر کے پاس سے گزرا تو وہاں پر ایک بڑھیا کو دیکھا جو زار و قطار رو رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے کہ ہائے میرا بیٹا!! جو راتوں کو خوف خدا سے رویا کرتا تھا کل رات جب وہ مناجات میں مشغول تھا تو کوئی شخص دروازے پر آیا اور اس نے عذاب الہی سے متعلق ایک آیت پڑھی، جس کو سن کر اس کی ایک چیخ نکلی اور روتے روتے مر گیا۔

میں نے کہا: اماں جان! وہ آیت میں نے ہی پڑھی تھی جس کے سبب اس کی روح عالم بقا کی طرف پرواز کر گئی، کیا مجھے اجازت ہے کہ اس کو غسل (و کفن) دوں؟ اس نے اجازت دی، جیسے ہی میں نے اس کے اوپر سے کپڑا بٹایا تو دیکھا اس کی گردن پر ایک اور کپڑا ہے جیسے ہی مینے اس کپڑے کو بٹایا تو دیکھا کہ اس کے سینہ پر ہرے رنگ سے لکھا ہوا ہے:

”ہم نے اس بندے کو آب توبہ سے غسل دیدیا ہے!“ [37]

توبہ کرنے والے گناہگار کا انجام

عبد الواحد بن زید، ایک گناہگار، فاسق و فاجر اور بدکار شخص تھا، ایک روز وہ یوسف بن حسین نامی عابد و زاہد کی مجلس و عظ میں پہنچ گیا، دیکھا کہ وہ عابد و زاہد اس قول کے بارے میں بیان کر رہے تھے:

”دَعَاہُمْ بِلُطْفِهِ كَأَنَّهُ مُخْتَالٌ بِاللَّهِمْ“

”خداوند عالم اپنے گناہگار بندوں کو اپنے خاص لطف و کرم سے اس طرح دعوت دیتا ہے کہ گویا وہ بندوں کا محتاج ہے۔“

عبد الواحد نے جیسے ہی یہ کلام سنا، اس نے اپنے کپڑے اتارے اور روتا چلاتا قبرستان کی طرف چل پڑا۔ اسی رات

یوسف بن حسین نامی اس عابد و زاہد نے عالم خواب میں دیکھا کہ خدا آواز دے رہا ہے:
”ادرك الشاب التائب“

”اس گناہوں سے توبہ کرنے والے جوان کو درک کرو۔“

یعنی اسے مغفرت و بخشش کی بشارت دیدو۔ عابد اس کی عظمت کو پہچاننے کے لئے تین دن کے بعد قبرستان میں گیا، تو دیکھا کہ وہ اپنا سرزمین پر رکھے مناجات اور رگریہ و زاری میں مشغول ہے۔ پھر جب اس نے عابد کو اپنے پاس دیکھا تو کہا: آپ کو میرے پاس بھیجے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں اور آپ اب آرہے ہیں؟! یہ کہتے ہی اس کی روح پرواز کر گئی!!

”اللَّهُمَّ مَوْلَايَ كَمْ مِنْ قَبِيحٍ سَتَرْتَهُ، وَكَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلَاءِ أَقَلْتَهُ،
وَكََمْ مِنْ عِتَارٍ وَقَيْتَهُ، وَكَمْ مِنْ مَكْرُوهٍ دَفَعْتَهُ، وَكَمْ مِنْ نِنَاءٍ جَمِيلٍ لَسْتُ
أَهْلًا لَهُ نَشَرْتَهُ“۔

”خدا یا میرے کتنے ہی عیب ہیں جنہیں تونے چھپا دیا ہے اور کتنی ہی عظیم بلائیں ہیں جن سے تونے بچایا ہے۔ کتنی ٹھوکریں ہیں جن سے تونے سنبھالا ہے اور کتنی برائیاں ہیں جنہیں تونے ٹالا ہے۔ کتنی ہی اچھی تعریفیں ہیں جن کا میں اہل نہیں تھا اور تونے میرے بارے میں انہیں نشر کیا ہے۔“

لفظ ”مَوْلَايَ“ کے ذکر میں کیا لذت ہے وہ بھی ایک محتاج کی زبان پر رگریہ و زاری کی حالت میں، رات کے سنائے میں خصوصاً شب جمعہ میں، یقیناً اس طرح کی لذت اس دنیا میں نہیں پائی جاتی اور شاید اسی وجہ سے جناب موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا ہے: ”إِنَّ لِي فِي كَشْكُولِ الْفَقْرِ مَا لَيْسَ فِي خَزَائِكَ“

”(پالنے والے) میرے فقر و نیازمندی کے کشکول میں ایسی چیز ہے جو تیرے کسی بھی خزانہ میں نہیں پائی جاتی ہے۔“
آواز قدرت آئی کہ اے موسیٰ وہ کیا ہے؟ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: تیرے مثل ایک خدا میرے کشکول میں ہے۔ [38]

اپنے بندوں کی برائی، بدی اور عیوب کو چھپانا خداوند عالم کی بہت بڑی نعمتوں اور اس کے عظیم احسانات میں سے ایک ہے۔ جب خداوند عالم اپنے بندے کی برائی کو دوسروں سے چھپاتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے، تو پھر یقینی طور پر قیامت کے روز بھی وہ اپنے گناہگار مومن اور توبہ کرنے والے بندوں پر خاص توجہ کرے گا، چنانچہ حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) ارشاد ہے:

”مَا سَتَرَ عَلَيَّ عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرْتُ عَلَيْهِ فِي الآخِرَةِ“ [39]

”کسی بندے کی کوئی بھی برائی اس دنیا میں نہیں چھپائی گئی مگر یہ کہ روز قیامت بھی اس کو چھپایا جائے گا“ (یعنی جس گناہ کو خدا اس دنیا میں چھپاتا ہے اس کو روز قیامت بھی چھپائے گا)۔

خداوند عالم کے ستمار العیوب ہونے کے سلسلہ میں پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے ماثور ہ دعاؤں میں وسیع پیمانہ پر اشارہ ہوا ہے، جو گناہگار بندوں کے لئے ایک بشارت ہے: خداوند عالم اپنے بندے کی عزت و آبرو پائمال نہیں کرے گا، اس کی برائیوں کو چھپائے گا، اور کسی ایک کو بھی اپنے بندوں کے گناہوں سے مطلع نہیں کرے گا۔

نمونہ کے طور پر ہم یہاں ایک اہم روایت نقل کرتے ہیں جس کو ابن فہد حلی مرحوم نے اپنے کتاب ”عدة الداعی“ کے آخر میں نقل کیا ہے:

ابن فہد روایت کرتے ہیں: جبرئیل امین پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر یہ دعا لے کر نازل ہوئے جبکہ جبرئیل مسکراتے ہوئے بشارت دینے کی حالت میں تھے۔ اکر کہا: اے محمد! تم پر سلام ہو، آنحضرت نے فرمایا: اے جبرئیل تم پر بھی سلام ہو، اس کے بعد جناب جبرئیل نے کہا: پروردگار عالم نے آپ کی خدمت میں تحفہ بھیجا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے سوال کیا وہ کیا ہے؟ تو جبرئیل نے عرض کیا: وہ آسمانی خزانوں کے چند کلمات ہیں جن کے ذریعہ خداوند عالم نے آسمانوں کو بلندی عطا کی ہے۔ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں؟ تو جناب جبرئیل نے کہا:

يَا مَنْ أَظْهَرَ الْجَمِيلَ وَسَتَرَ الْقَبِيحَ، يَا مَنْ لَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجَرِيرَةِ وَلَمْ يَهْتِكِ السُّنَنَ، يَا عَظِيمَ الْعَفْوِ يَا حَسَنَ التَّجَاوُزِ، يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ، يَا صَاحِبَ كُلِّ نَجْوَى وَمُنْتَهَى كُلِّ شَكْوَى، يَا كَرِيمَ الصَّفْحِ، يَا عَظِيمَ الْمَنِّ، يَا مُبْتَدِئاً بِالنَّعْمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا، يَا رَبَّنَا يَا سَيِّدَنَا يَا مَوْلَانَا يَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا، أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ أَنْ لَأَنْسُوهُ خَلْقِي بِالنَّارِ“

”اے وہ جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور برائیوں کی پردہ پوشی کی، اے وہ جس نے میرے گناہوں پر عذاب نہیں کیا، اور

حرمت کے پردہ کو چاک نہیں کیا، اے وہ جس کا عفو عظیم ہے، جس کی بخشش بہترین ہے اور جس کی مغفرت وسیع ہے، اے وہ جو اپنی رحمت کے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے، اے ہر راز کے مالک اور ہر شکایت کی حد آخر، اے گناہوں سے درگزر کرنے والے کریم، اے وہ جس کی نعمت عظیم ہے اے وہ جس نے مجھے مستحق نعمت ہونے سے پہلے مجھ پر نعمتوں کی بارش کی، اے میرے پروردگار! اے میرے مولا! اے میرے شوق و رغبت کی غایت، اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے جسم کو آتش جہنم میں نہ جلا۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے جبرئیل سے فرمایا: ان کلمات کا ثواب کیا ہے؟ تو جبرئیل نے کہا: ہیہات! ہیہات! ان کلمات کے ثواب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اگر ساتوں آسمان و زمین کے فرشتہ مل کر روز قیامت تک اس دعا کے ہزار اجزاء میں سے ایک جزء کا حساب لگانا چاہیں تو نہیں لگاسکتے۔

جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا مَنْ لَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجُرَيْرَةِ وَلَمْ يَبَيْتِكَ السُّنَّ، تو خدا اس کے گناہوں کو چھپالینا ہے، دنیا میں اس پر رحمت نازل کرتا ہے، آخرت میں اس کی پریشانیوں کو دور کر دے گا، اور اس کو دنیا و آخرت میں ہزار پردوں سے ڈھانپ دے گا۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا مَنْ لَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجُرَيْرَةِ وَلَمْ يَبَيْتِكَ السُّنَّ“ تو خداوند عالم روز قیامت اس کا حساب نہیں لے گا، اور جب (دوسروں کے) پردہ اٹھائے جائیں گے تو اس وقت اس کا پردہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا عَظِيمَ الْعَفْوِ“ تو خداوند عالم اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے چاہے وہ کف دریا کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا حَسَنَ التَّجَاوُزِ“ تو خداوند عالم اس کے گناہان کبیرہ جیسے چوری، شراب خوری وغیرہ کو بخش دیتا ہے اور دنیا کے خوف و ہراس سے نجات عطا کرتا ہے۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ“ تو خداوند عالم اس رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے، اور بندہ مرتے وقت تک رحمت خدا کے زیر سایہ رہتا ہے۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ“ تو خداوند عالم اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا صَاحِبَ كُلِّ نَجْوَى وَمُنْتَهَى كُلِّ شَكْوَى“ تو خداوند عالم اس کو ہر مصیبت اور بلاء چاہے وہ اس پر نازل ہوئی ہوں یا نہ، چاہے وہ سالم ہو یا بیمار، قیامت تک ثواب عطا کرتا رہے گا۔ اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا كَرِيمَ الصَّفْحِ، يَا عَظِيمَ الْمَنْ“ تو خداوند عالم اس کی آرزوئوں کو اپنی تمام خلائق کے برابر عطا کرتا ہے۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا مُبْتَدِئاً بِالنُّعْمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا“ تو خداوند عالم اس کو اس شخص کے جیسا ثواب عطا کرتا ہے جو خدا کی نعمتوں کا شکر گزار ہوتا ہے۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا رَبَّنَا يَا سَيِّدَنَا“ تو خدا کہتا ہے کہ اے میرے فرشتو! گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا، اور اس کو تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر چاہے وہ جنت میں ہوں یا دوزخ میں، یاساتوں زمین و آسمان میں، یا چاند و سورج اور ستاروں، یا بارش کے قطرے، تمام پہاڑوں یا ذرات زمین، یا کرسی وغیرہ کے برابر اجر و ثواب دیا!! اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا مَوْلَانَا“ تو خداوند عالم اس کے دل کو ایمان سے بھر دیتا ہے۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”يَا غَايَةَ رَغْبَتِنَا“ تو خداوند عالم روز قیامت اس کو تمام مخلوقات کی خواہشات کے برابر عطا کرے گا۔

اور جس وقت بندہ کہتا ہے: ”أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ أَنْ تُلَاقِنَا بِخَلْقِي بِالنَّارِ“ تو اس وقت خداوند عالم فرماتا ہے: میرا بندہ آتش جہنم سے آزادی چاہتا ہے، اے فرشتو! گواہ رہنا میں نے اس کو، اس کے ماں باپ، بھائیوں اور اہل و اولاد اور اس کے پڑوسیوں کو آتش جہنم سے آزاد کر دیا ہے، اور اس شخص کو ایک ہزار لوگوں کی شفاعت کا حق دیا ہے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہے، اور ان سب کو آتش جہنم سے امان دیدی ہے۔

اس کے بعد جناب جبرئیل عرض کرتے ہیں: اے پیغمبر خدا! ان کلمات کو متقی اور پرہیزگار لوگوں کو تعلیم دیجئے، لیکن منافقین کو ان کی تعلیم مت دیجئے گا، دعا کرنے والے کے لئے یہ دعا مستجاب ہے، اور یہ دعائے اہل بیت المعمور ہے جب وہ اس کا طواف کریں۔ [40]

قارئین کرام! اس بات پر توجہ رکھنا ضروری ہے کہ مذکورہ دعا کا عظیم ثواب سن کر تعجب نہیں کرنا چاہئے اور اس کو حقیقت سے دور نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ خداوند عالم کا لطف و کرم اور اس کی رحمت بے نہایت اور اس کے خزانے تمام ہونے والے نہیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام ”كَمْ مِنْ قَبِيحٍ سَتَرْتَهُ“ پڑھتے وقت بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں: تو نے کتنی خطرناک بلائیں

مجھ سے دور کیں (جیسے زلزلہ، طوفان، سیلاب، صاعقہ، آتش سوزی، تصادم، آسمانی بلائیں، قحطی، مہنگائی، سخت مصائب، عزیزوں کا داغ وغیرہ وغیرہ)۔ اور مجھے بہت سے لغزشوں سے محفوظ کیا، (اگر ان لغزشوں سے دوچار ہوجاتا تو میرا ایمان ختم ہوجاتا، میرے اخلاق کا شجرہ طیہہ جل اٹھتا، میرے نیک اعمال تباہ و برباد ہوجاتے، مخلوقات میں میری آبرو ختم ہوجاتی وغیرہ وغیرہ) اگر میں ان لغزشوں میں گرفتار ہوجاتا تو میری زندگی کا چین و سکون اٹھ جاتا اور پریشانی و اضطراب میں غرق ہوجاتا، میری آنکھوں سے نیند اڑجاتی، میرے دل و جان میں تنگی اور سختی پیدا ہوجاتی، (تو نے ان تمام پریشانیوں کو مجھ سے دور کیا، حالانکہ میرا نامہ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا ہے، لیکن) تو نے لوگوں کے سامنے (مثلاً ماں باپ، بھائی بہن اور رشتہ داروں کے درمیان) میری بہت زیادہ تعریف اور نیکیاں پھیلادیں، اور ان کے سامنے مجھے ایسا آبرومند اور صاحب عزت بنا دیا (کہ وہ مجھے سب سے اچھا سمجھتے ہیں اور میری مدح و ثنا کرتے ہیں) حالانکہ میں اس چیز کا اہل نہیں تھا!!

”اللَّهُمَّ عَظْمُ بَلَائِي، وَأَفْرَطُ بَيْسُوءِ حَالِي، وَقَصْرَتُ بِيَأْغَمَالِي، وَقَعَدَتُ بِيَأْغَمَالِي“

”خدا یا میری مصیبت عظیم ہے میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے میرے اعمال میں کوتاہی ہے مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے۔“

یہ فقرات اس معنی کی نشاندہی کر رہے ہیں : گناہوں کا بیمار، معصیت کا اسیر اور مادی تعلقات کی وجہ سے نہایت پریشان، ماہر طبیب اور حکیم و قادر و توانا کے حضور پہنچ گیا ہے۔ ایسا مہربان طبیب جس نے اپنی رحمت و محبت کی بنا پر خود بیمار کو دعوت دی ہے تاکہ اسے شفا بخش معجون کھلائے، اس کے درد کا علاج کرے اور اس کو مادی پریشانیوں اور سختیوں سے نجات دے۔

بلاء کے معنی

صاحبان کرامت، اہل دل اور علماء عرفان نے ”اللَّهُمَّ عَظْمُ بَلَائِي، وَأَفْرَطُ“ میں لفظ ”بلاء“ کے معنی بیان کرتے ہوئے درج ذیل حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ گناہ و معصیت

علماء عرفان فرماتے ہیں: ”بلاء“ سے مراد گناہ و معصیت ہے جو سب سے بڑی بلاء اور سب سے بڑی بیماری ہے۔ گناہ ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ اگر انسان توبہ کر کے خدا کی طرف نہ پلٹے اور اعمال صالحہ بجالا کر ان کا تدارک اور علاج نہ کرے تو اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے اور جب انسان کادل مرجاتا ہے تو پھر خدا اور روز قیامت سے اس کا رابطہ ٹوٹ جاتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ جب انسان کا خدا اور روز قیامت سے رابطہ ٹوٹ جاتا ہے تو انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بد بخت ہوجاتا ہے اور رحمت الہی سے محروم ہوجاتا ہے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام ”توبہ کرنے والوں کی مناجات“ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

”أَمَاتَ قَلْبِي عَظِيمُ جَنَائِي“

”میرے عظیم ظلم و جنایت نے (جو میرے گناہ ہیں) میرے دل کو مردہ کر دیا ہے۔“

جناب ابوذر جسے سوال کیا گیا:

کس بیماری میں مبتلا ہو؟

جواب دیا: اپنے گناہوں کی بیماری میں گرفتار ہوں۔

ایک اہم سوال و جواب

امین اسلام مرحوم طبرسی اپنی عظیم الشان تفسیر ”مجمع البیان“ میں سورہ واقعہ کی تفسیر کے مقدمہ میں روایت بیان فرماتے ہیں: عثمان بن عفان، عبد اللہ بن مسعود کی مرض الموت کے وقت عیادت کے لئے جاتے ہیں، اور عبد اللہ سے سوال کرتے ہیں: آپ کس چیز سے پریشان ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اپنے گناہوں سے۔ سوال کیا کس چیز کی طلب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: رحمت پروردگار کا طالب ہوں۔ پوچھا کیا کسی طبیب کو بلاؤں؟ تو جواب دیا: طبیب نے مجھے مزید بیمار کر دیا ہے، کہا کہ کیا بیت المال سے تمہارا حق دیدوں، فرمایا: جس وقت اس کی ضرورت تھی تو تم نے نہ دیا اور اب جبکہ اس کی ضرورت نہیں ہے دینے کے لئے تیار ہو! کہا: کچھ پیش کئے دیتا ہوں تاکہ تمہاری بچیوں کے کام آسکے، تو فرمایا: میری لڑکیوں کو بھی اس کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ سورہ واقعہ کو پڑھتی

رہا کریں، کیونکہ میں نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے سنا ہے کہ جو شخص ہر شب سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا، تو ہر گز وہ فقرو فاقہ میں نہ رہے گا۔

اویس قرنی سے گفتگو

عطار ”تذکرۃ الاولیاء“ میں ہرم بن حیان سے روایت کرتے ہیں: ہرم کہتا ہے کہ میں نے جس وقت اویس قرنی کی شفاعت کے بارے میں سنا تو ان کی ملاقات کے لئے بے قرار ہوا، اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور ان کو تلاش کرنے لگا، یہاں تک کہ ان کو ڈھونڈ لیا، دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں، مجھے دیکھتے ہی فرمایا: اے ابن حیان! تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کہا: آپ سے قربت حاصل کرنے کے لئے، اویس قرنی نے جواب دیا: میں ہر گز یہ گمان نہیں کرتا کہ جو شخص خدا سے قربت رکھتا ہو وہ اس کے علاوہ کسی غیر سے انس حاصل کرے، میں نے کہا: آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔ (اویس قرنی نے نصیحت کرنا شروع کی:)

”اے حیان کے بیٹے جب سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو موت کو تکیہ کے نیچے تصور کرو، اور جب اٹھو تو موت کو اپنے اردگرد تصور کرو۔ اے ابن حیان! یہ نہ دیکھو کہ گناہ چھوٹے ہیں یا کم، بلکہ خداوند عالم کی کبریائی کو مد نظر رکھو کہ کس عظیم خدا کی مخالفت کر رہے ہو، کیونکہ اگر گناہ کو سُبک سمجھ رہے ہو تو تم نے خدا کو بھی سُبک سمجھ لیا ہے!!“

۲۔ مقام قرب سے دوری

فرماتے ہیں: ”بلاء“ سے مراد خداوند عالم کے مقام قرب سے دور ہونا ہے، وہ بلند مقام جو ایمان، اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، وہ مقام جس کی وجہ سے انسان خداوند عالم کی خوشی و خوشنودی کو حاصل کر لیتا ہے، نیز اسی مقام کی بنا پر انسان روز قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء و صالحین کا ہم نشین قرار پائے گا۔ جو لوگ اس عظیم مقام سے ہمیشہ دور رہتے ہیں آخر کار ان کے اندر سے انسانیت اور آدمیت، ایمان و عمل صالح اور نیک کردار کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جہاں پر شیطانوں، چوپایوں اور وحشی جانوروں کی جگہ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں پر انسان ظلم و ستم، فسق و فجور اور گناہ و معصیت کے علاوہ انجام ہی نہیں دیتا!! لیکن جو افراد مقام قرب کی طرف ہمیشہ قدم بڑھاتے ہیں وہ خداوند عالم کے خاص لطف و کرم سے فیضیاب ہوتے ہیں، جس کے سبب مکمل خوشی اور شوق و رغبت کے ساتھ عبادت الہی اور خدمت خلق میں مشغول رہتے ہیں اور ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

یہ افراد ہمیشہ اس معنوی تحریک میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں اور مخلصانہ بندگی کے علاوہ کوئی اور مشغلہ نہیں رکھتے، نیز معشوق کے دیدار کے علاوہ کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتے۔ ان حضرات کا دل ہمیشہ بارگاہ الہی سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے اور پھر انسان کے سارے وجود میں اس کا اثر پہنچتا رہتا ہے۔

حضرت یوسف قرب الہی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اور فیض الہی کو حاصل کرتے ہوئے اپنے چھوٹے سے مکان کو مسجد اور مکان عبادت میں تبدیل کرتے ہیں، اور اپنے راستہ میں خواب کے عالم میں آئندہ زمانے کی طرف پرواز کرتے ہیں اور اپنے بلند مقام و عظمت کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ کنویں کی گھرائی کو اپنے معشوق سے راز و نیاز کا بہترین مکان قرار دیتے ہیں، اور عزیز مصر کے محل کو (جو زلیخا کی پسپائی و بد بختی کی جگہ تھی) اپنے لئے تقویٰ و پرہیزگاری کی معراج کا محل بناتے ہیں، زندان مصر کو اپنے لئے عبادتگاہ اور دوسروں کی ہدایت کا مرکز قرار دیتے ہیں، خزانہ کی ذمہ داری، امانت داری کا مرکز اور عزیز مصر کے عہدہ کو بندگان خدا کی خدمت کا مقام قرار دیتے ہیں اور ان تمام چیزوں کے ذریعہ خداوند عالم کے مقام قرب کو حاصل کر لیتے ہیں۔

۳۔ جہل و نادانی

علمائے ربانی کہتے ہیں کہ ”بلاء“ سے مراد جہل و نادانی ہے جو تمام ہی بلاؤں اور بدبختیوں کا سرچشمہ اور ابدی شقاوت کا مرکز ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ”جہل اور جاہل“ کے سلسلہ میں چند حدیث بیان فرماتے ہیں:

”الْجَهْلُ دَاءٌ وَعِيَاءٌ“ [41]

”جہل بیماری اور ناتوانی ہے۔“

”الْجَاهِلُ أَدْوَأُ الدَّاءِ“ [42]

”جہل و نادانی سب سے بڑی بیماری ہے۔“

”الْجَاهِلُ مُمِيتٌ الْأَحْيَاءِ وَمُخَلِّدٌ الشَّقَاءِ“ [43]

”جہل زندگی کو تباہ کرنے والا اور ہمیشگی شقاوت و بدبختی کا باعث ہے۔“

”الْجَاهِلُ لَا يَعْرِفُ تَقْصِيرَهُ وَلَا يَقْبَلُ مِنَ النَّصِيحِ لَهُ“ [44]

”جاہل اپنی غلطی کو نہیں پہچانتا اور دوسروں کی نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔“

”الْجَاهِلُ مَيِّتٌ وَإِنْ كَانَ حَيًّا“ [45]

”جاہل مردہ ہے اگرچہ (بظاہر) زندہ ہے۔“

”الْجَاهِلُ صَخْرَةٌ لَا يَنْفَجِرُ مَآوُهَا، وَشَجْرَةٌ لَا يَخْضِرُ عُودُهَا، وَأَرْضٌ لَا يَطْبَهُرُ عُشْبُهَا“ [46]

”جاہل ایک ایسا کوہ سنگ ہے جس سے پانی نہیں نکلتا، اور ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں ہری نہیں ہوتیں، اور

ایسی زمین ہے جہاں پر گھاس نہیں اگتی۔“

حضرت علی علیہ السلام اپنی ایک دعا میں بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں:

”أَنَا الْجَاهِلُ عَصِيئْتُكَ بِجَهْلِي، وَإِرْتَكَبْتُ الذُّنُوبَ بِجَهْلِي، وَسَهَوْتُ عَنْ ذِكْرِكَ بِجَهْلِي، وَرَكَنْتُ إِلَى الدُّنْيَا بِجَهْلِي“ [47]

”میں وہ جاہل ہوں جس نے اپنے جہل کی بنا پر نافرمانی کی، اور اسی جہل کی بنا پر گناہوں کا مرتکب ہوا، اسی جہل

کی بنا پر تجھے بھول گیا اور اسی جہل کی بنا پر دنیا سے رغبت پیدا کی۔“

بد حالی

بد حالی سے مراد اخلاقی برائیاں اور حالات کے نشیب و فراز ہیں جو خطرناک اور تباہ کن بیماریوں میں سے ایک

ہے، علماء اہل بصیرت کی نظر میں یہ سب سے سخت اور سب سے بڑا پردہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقائق اور الہی

لطف و کرم اور خوشنودی پروردگار، راہ مستقیم پر چلنے اور قرآن و حدیث کے معنی سمجھنے سے محروم ہوجاتا ہے

، اور خداوندعالم کی بارگاہ سے دور ہوجاتا ہے!

”كَأَلَّا أَنَّهُمْ عَنِ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ“ [48]

”یاد رکھو انہیں روز قیامت پروردگار کی رحمت سے محجوب کر دیا جائے گا۔“

خداوندعالم نے جس قدر برے صفات سے دوری کرنے اور نیک کردار اپنانے پر توجہ دی ہے، دوسری کسی چیز پر اتنی

تاکید نہیں کی ہے۔ خداوندعالم نے قرآن مجید میں گیارہ قسمینکھانے کے بعد اہل تزکیہ کی کامیابی اور برے صفات والوں

کی ناکامی کو بیان کیا ہے:

”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا“ [49]

”بیشک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنا لیا اور وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کر دیا ہے۔“

بد حالی کی نشانیوں میں سے؛ چشم باطن کا اندھاپن، حقائق سے دوری، خدا اور رسول کی باتوں کو سننے کے لئے بھراپن اور

خداوندعالم کی رحمت کی خوشبو کو سونگھنے کے لئے قوہ شامہ میںخلل پیدا ہونا ہے:

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

”خَصَلْتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: الْبُخْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ“ [50]

”دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں، ایک بخل اور دوسری بد اخلاقی۔“

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

”لَا وَخَشَةَ أَوْ حَشً مِّنْ سُوءِ الْخُلُقِ“ [51]

”اخلاقی برائی سے ڈراؤنی کوئی چیز نہیں ہے۔“

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے:

”سُوءُ الْخُلُقِ شَرُّ قَرِينٍ“ [52]

”بد خلقی بد ترین ہم نشین ہے۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَبْلُغُ مِنْ سُوءِ خُلُقِهِ أَسْفَلَ دَرَكِ جَهَنَّمَ“ [53]

”بے شک انسان اپنے برے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالا جائے گا۔“

عمل میں کوتاہی

اگر انسان سعادت مندی کا خواہش مند ہے، اور روحانی کمالات اور بہشت کا طالب ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی تعلیمات اور احادیث اہل بیت علیہم السلام کے مطابق عمل انجام دے۔ نیز شوق اور خلوص کے ساتھ کمر ہمت باندھے، تاکہ اپنے اعمال کی وجہ سے سعادتِ آخری، کمالاتِ معنوی اور بہشت کے داخلہ کی قدرت حاصل کر سکے۔ انسان کے اعمال، اگر لباسِ معرفت سے برہنہ ہوں، رضائے الہی کے مطابق نہ ہوں، ان میں شوق و ہمت نہ ہو، سستی اور رکاوٹیں ہوں، خلوص کا نور ان پر جلوہ گر نہ ہو، اعمال کرنے والا؛ حق الناس، بخل، حسد، طمع، تکبر اور غرور و نخوت سے آزاد نہ ہو تو پھر یہ اعمال کس طرح انسان کو ساحلِ نجات تک پہنچا سکتے ہیں اور اس کو ہلاکت سے بچا سکتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام حالانکہ معنوی دولت سے مالا مال تھے، اپنی شب کی مناجات میں خداوند عالم کی بارگاہ میں گریہ و زاری کے عالم میں عرض کرتے ہیں:

”أَهْ مِنْ قَلَّةِ الزَّادِ وَبُعْدِ السَّفَرِ وَوَحْشَةِ الطَّرِيقِ!“ [54]

”ہائے زادِ راہ کی قلت، طولانی سفر اور راہ کے خوف و خطر سے۔“

کبھی کبھی ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کی عبادت کی تشریح کے سلسلہ میں گرانقدر کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ان کے شوقِ عبادت اور اخلاصِ عمل کو دیکھ کر ہمارے اندر بھی شوق و جذبہ پیدا ہو، شاید اس طرح سے ہمارے دل میں نور کی چمک پیدا ہو اور ہمارا ضمیر جاگ جائے، ہمارے قدم خلوص کے ساتھ اٹھے ناکہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں اور معنوی حیات کی لذت کو حاصل کر سکیں۔

شہیدِ راہِ حق قاضی نور اللہ شوشتری اپنی کتاب ”مجالس المومنین“ میں بیان کرتے ہیں: جناب اویس قرنی نمازِ شب پڑھتے وقت کہتے تھے: یہ رکوع کی رات ہے، چلو اس رات کو رکوع کی حالت میں گزار دوں، دوسری رات میں کہتے تھے: یہ سجدہ کی رات ہے، چلو اس رات کو سجدہ کی حالت میں بسر کر دوں! کسی نے ان سے کہا: اے اویس قرنی! تم میں اتنی لمبی رات کو عبادت کی طاقت کہاں سے آتی ہے؟

اویس قرنی جواب دیتے تھے: یہ رات کھالِ طولانی ہیں، اے کاش یہ رات تا ابد رہتی تو میں اس کو سجدہ میں بسر کر دیتا!!

زنجیر اور بیڑی

علمائے عرفان دعا کے اس فقرہ: ”وَقَعَدَتْ بِيَاغُلَالِي“ کی وضاحت میں بیان کرتے ہیں کہ یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ ”اغلال“ سے مراد گناہِ کبیرہ ہوں جن کی وجہ سے انسان زمین گیر (اور اپاہج) ہو جاتا ہے، جو طاعت و عبادت میں مانع ہو جاتے ہیں، اور فیضِ الہی سے محرومیت کے سبب انسان کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ اس بات کے ثبوت پر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی ایک اہم روایت بھی ہے جس میں کسی شخص نے آکر سوال کیا کہ مولا! میں نمازِ شب پڑھتا تھا، لیکن ایک مدت سے نمازِ شب پڑھنے کی توفیق چھن گئی ہے، ! تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

”أَنْتَ رَجُلٌ قَدْ قَيَّدَتْكَ ذُنُوبُكَ“ [55]

”تیرے گناہوں نے تیرے پیر میں زنجیر ڈال دی ہے (اور تجھے راتوں میں عبادت کرنے سے روک دیا ہے، اور تجھے اپاہج کر دیا ہے)

نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ”اغلال“ سے دنیاوی اور مادی امور سے بہت زیادہ لگاؤ مراد ہو جس کی وجہ سے انسان معنوی کمالات اور نیک کام کرنے سے رُک جاتا ہے۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے وہ بے ہودہ کام مراد ہوں جن کے نتیجہ میں انسان حقیقی مقصد سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“ [56]

”ایک مسلم مرد کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ خود کو بے کار اور بے ہودہ امور سے روکے رکھے۔“

”وَحَبْسَنِي عَنْ نَفْعِي بُعْدُ أَمَلِي.“

”اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے۔“

طولانی آرزوئیں

امید اور آرزو وہ نعمت ہے جس کو خداوند عالم نے انسانی وجود میں قرار دیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ نیک کاموں میں مشغول رہے اور ان کے اچھے منافع و نتائج کی امید پر جیتا رہے۔ اگر یہ عظیم نعمت نہ ہوتی تو پھر کوئی انسان کسی کام میں مشغول نہ ہوتا، کسی کام میں دل نہ لگتا اور کسی طرح کی سعی و کوشش نہ کرتا۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بیابان میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی کھیتی کرنے میں لگا ہوا ہے، جناب عیسیٰ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: پالنے والے! اس کے دل سے آرزوں کو ختم کر دے! جناب عیسیٰ کی دعا قبول ہوئی تو دیکھا کہ اس بوڑھے نے بیلچہ زمین پر رکھ دیا اور وہیں پر سو گیا، اور گھنٹوں تک اسی طرح سوتا رہا، جناب عیسیٰ نے پھر دعا کی کہ خدایا! اس کی آرزو کو واپس پلٹادے، (دعا قبول ہوئی تو) وہ بوڑھا اٹھا اور پہلے کی طرح اپنے کامیں لگ گیا۔ [57]

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”میری امت کے لئے آرزو رحمت ہے، اگر آرزو نہ ہوتو پھر کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ نہ پلاتی، اور کوئی کسان کسی درخت کو نہ لگاتا۔“ [58]

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں: خدایا! آرزوں میں جو حقیقی ترین آرزو ہے وہ عطا کر۔

”أَسْأَلُكَ مِنَ الْأَمْثَالِ أَوْفَقَهَا“ [59]

”خدایا! میں تجھ سے سب سے بہتر آرزو کی درخواست کرتا ہوں۔“

انسان کی نیک آرزوئیں جیسے علم کے بلند درجات کی آرزو، اخلاقی کمالات کی آرزو، سعادت دنیا و آخرت کی آرزو، اطاعت خدا اور خدمت خلق کی آرزو اسی طرح باقیات الصالحات کی آرزو جیسے مساجد، مدرسے، امام بارگاہ، لائبریریاں، ہاسپٹل، راستے وغیرہ بنانے کی آرزو، یہ وہ آرزوئیں جن کے ذریعہ انسان کے ایمان اور بلند ہمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ آرزوئیں اور تمنائیں صرف دنیاوی اور مادی چیزوں سے متعلق ہوں اور حد سے زیادہ ان کا شیدائی ہو، اس حد تک کہ انسان کا چین و سکون چھن جائے، انسان میں حرص و لالچ اور بخل پیدا ہو جائے، حقوق الناس پامال ہونے لگے اور انسان میں خود پسندی اور غرور آجائے، تو یہ وہ آرزوئیں ہیں جو ناپسند، باطل اور ناحق ہیناور یہ وہ شیطانی صفات ہیں، جن کی وجہ سے انسان خدا اور قیامت کو بھول جاتا ہے، اور خدا کی اطاعت و بندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقول روایات میں بہت سے اہم نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، لہذا ہر مومن کا فریضہ ہے کہ وہ ان چیزوں پر توجہ کرے (اور ان پر عمل بھی کرے)۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”الْأَمَلُ كَالسَّرَابِ يَغُرُّ مَنْ رَأَاهُ وَيُخْلِفُ مِنْ رَجَاهُ“ [60]

”(باطل و ناحق) آرزو، سراب کی مانند ہوتی ہے کہ جو بھی اس کو دیکھتا ہے وہ دھوکا کھا جاتا ہے اور جو اس پر امید رکھے اس کی امید خاک میں مل جاتی ہے۔“

”الْأَمَلُ خَادِعٌ غَارٌ ضَارٌّ“ [61]

”آرزو ایک دھوکا دینے والی اور نقصان دہ چیز ہوتی ہے۔“

”الْأَمَانِيُّ تُعْمَى عُيُونَ الْبَصَائِرِ“ [62]

”آرزو، انسان کی بصیرت کو اندھا کر دیتی ہے۔“

”الْأَمَلُ سُلْطَانُ الشَّيَاطِينِ عَلَى قُلُوبِ الْغَافِلِينَ“ [63]

”آرزو، غافل لوگوں کے دلوں پر شیطانی حکمراں ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے مناجات کرتے ہوئے آواز سنتے ہیں کہ:

”يَا مُوسَى! لَا تُطَوِّلْ فِي الدُّنْيَا أَمَلَكَ فَيَقْسُو قَلْبُكَ، وَالْقَاسِي الْقَلْبَ مَتَى بَعِيدٌ“ [64]

”اے موسیٰ! دنیا میں اپنی آرزوں کو نہ بڑھاؤ کیونکہ آرزوئیں تمہارے قلب کو سخت کر دیں گی اور جو شخص سنگ دل ہو جاتا ہے وہ مجھ سے دور ہو جاتا ہے۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دعائے عرفہ میں بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں:

”أَعُوذُ بِكَ مِنْ دُنْيَا تَمُنُّ خَيْرَ الْآخِرَةِ، وَمِنْ حَيَاةٍ تَمُنُّ خَيْرَ الْمَمَاتِ، وَمِنْ أَمَلٍ يَمُنُّ خَيْرَ الْعَمَلِ“ [65]

”پالنے والے! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس دنیا کے بارے میں جو بہترین آخرت سے روک دیتی ہے، اور اس زندگی سے جو بہترین (طریقہ سے) مرنے سے روک دیتی ہے، اور ان آرزوؤں سے جو بہترین عمل سے روک دیتی ہیں۔“
حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:
”مَنْ أَيْقَنَ أَنَّهُ يَفَارِقُ الْأَحْبَابَ وَيَسْكُنُ التُّرَابَ وَيُوجِهُ الْجِسَابَ وَيَسْتَعِينِي عَمَّا خَلْفَ وَيَقْتَرُ إِلَى مَا قَدَّمَ، كَانَ حَرِيئاً بِقَصْرِ الْأَمَلِ وَطَوَّلِ الْعَمَلِ“ [66]

”جس شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ (ایک روز یہ) موت دوستوں سے جدا کر دے گی، اور مٹی کا گھر بنادے گی اور کل خداوند عالم کی بارگاہ میں سارا حساب و کتاب دینا ہے اور جو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہے ان سے بے نیاز ہو گیا ہے اور جن چیزوں کو پہلے بھیج چکا ہے ان کی ضرورت ہے، تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی آرزوؤں کو مختصر اور تلاش و جستجو کو زیادہ کرے۔“

لمبی لمبی آرزوؤں کی وجہ سے بعض اوقات انسان کو ایسے ناقابل جبران نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جن کے ذریعہ انسان ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے اور خداوند عالم کے لطف و کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔
انسان، پیدائش کے وقت ایک آمادہ کھیت کی طرح ہوتا ہے؛ اور جب تک اس کی یہ قابلیت باقی رہتی ہے تو فیض الہی کی بارش سے ایمان، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے گل کھل اٹھتے ہیں، لیکن اگر یہ صلاحیت و قابلیت غرور، تکبر اور غفلت و حرص خصوصاً لمبی لمبی آرزوؤں کی وجہ سے کھودے تو وہ بنجر زمین میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور اس میں اخلاقِ حسنہ کے پھول اور عملِ صالح کا شجر نہیں اگ پاتا۔

”وَالْبُلْدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِأَذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خُبْتُ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِذَا...“ [67]

”اور پاکیزہ زمین کا سبزہ بھی اس کے پروردگار کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو زمین خبیث ہوتی ہے اس کا سبزہ بھی خراب نکلتا ہے۔“

لمبی لمبی آرزوؤں جو مکڑی کے جالے اور ریشم کے کیڑے کی مانند انسان کے تمام باطن کو گھیر لیتی ہیں اور اس سے غور و فکر کی طاقت کو چھین لیتی ہیں اس وقت انسان حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور خدا و قیامت کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔

یقیناً انسان اپنی اس چند روزہ زندگی میں (لمبی لمبی) آرزوؤں اور خیالات میں ڈوب جاتا ہے، اور ہر وقت آرزوؤں کے اس سراب میں اپنی امیدوں کو حاصل کرنے کے لئے، بے حساب مال و دولت اور دنیا بھر کے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں اپنی پوری زندگی صرف کر دیتا ہے اور اپنی تمام تر توجہات کو دنیاوی امور میں مصروف کر لیتا ہے، پھر ایسا انسان کس وقت خدا کو یاد کر پائے گا، اور نیک اعمال انجام دینے کے لئے وہ کس وقت فرصت پائے گا، اور اپنی اصلاح اور گزشتہ گناہوں کی تلافی کے لئے کب وقت نکال پائے گا!!

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) ایک بہت اہم روایت میں بیان فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافَ عَلَيْكُمْ حَصَلَتَانِ اثْبَاعُ الْهَوَىٰ وَطَوَّلُ الْأَمَلِ، أَمَا اثْبَاعُ الْهَوَىٰ، فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَا طَوَّلُ الْأَمَلِ، فَيُنْسِي الْأَجْرَةَ“ [68]

”میں تمہارے بارے میں دو خصلتوں سے ڈرتا ہوں: ایک ہوائے نفس کی پیروی سے دوسرے لمبی لمبی آرزوؤں سے کیونکہ ہوائے نفس کی پیروی آدمی کو حق قبول کرنے سے روکتی ہے، اور لمبی لمبی آرزوؤں آخرت کی یاد کو بھلا دیتی ہیں۔“

ان خطرناک زنجیروں اور تباہ کنندہ بیڑیوں سے رہائی کے لئے ضروری ہے کہ ہم گزشتہ افراد کے حالات کو دیکھیں، دینی پروگراموں میں شرکت کریں، تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کریں اور قرآن و اہل بیت علیہم السلام کی احادیث پر دقت کریں، نیز قبرستانوں میں جائیں قبروں کے درمیان سے گزریں اور قبر میں سوئے ہوئے مردوں کے حالات کے بارے میں غور و فکر کریں، یہ تمام چیزیں ان زنجیروں اور بیڑیوں سے نجات دے سکتی ہیں۔
جی ہاں! جس وقت انسان کے دل میں آرزوؤں کا سیلاب اٹھ رہا ہو اور بے جا خواہشات کا طوفان جان و دل میں ٹھائیں مار رہا ہو تو پھر انسان دنیا و آخرت کے حقیقی فائدوں، زندگی کے حقیقی منافع اور عقل و فکر جیسی بے بہا اشیاء کو کھو بیٹھتا ہے۔

ایک عجیب و غریب حکایت

”عطار نیشاپوری“ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ”حسن بصری“ کسی جگہ چلے جا رہے تھے، راستہ میں ”دجلہ“ سے گزرنا تھا کشتی کے انتظار میں کھڑا تھا، اچانک دیکھا کہ ”حبیب اعجمی“ (جو بہت بڑے عابد و زاہد تھے) چلے آ رہے

ہیں، انہوں نے کہا: آپ یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ جواب دیا کہ میں کشتی کے انتظار میں ہوں، حبیب نے کہا: اے استاد میں نے آپ سے تعلیم حاصل کی اور اسی کے دوران آپ سے یہ بات بھی سیکھی ہے:

”لوگوں سے حسد اور لمبی لمبی آرزوں کو دل سے نکال دو، یہاں تک کہ دنیا (کے حصول) کی آگ تمہارے اندر خاموش ہو جائے، اس وقت (خداوند عالم اس مقام پر پہنچادے گا کہ) پانی پر پیر رکھتے ہوئے اس سے گزر جاؤ گے۔“

یہ کہہ کر حبیب نے پانی پر چلنا شروع کر دیا اور دریا کے اس طرف پہنچ گئے؛ یہ دیکھتے ہی حسن بصری بے ہوش ہو گئے، اور جب ہوش آیا تو لوگوں نے ان سے پوچھا:

”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جواب دیا کہ اس شخص نے مجھ سے علم حاصل کیا اور آج مجھے ملامت کرتا ہوا پانی سے گزر گیا، اگر کل روز قیامت آواز قدرت آئے کہ پل صراط سے گزر جاؤ اور میں اسی طریقہ سے رہ جاؤں تو پھر کیا ہوگا!!۔“

اس کے بعد حبیب سے سوال کیا آپ اس عظیم مقام تک پہنچے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: اے حسن! میں دل کو سفید کرتا ہوں اور تم کاغذ کو سیاہ کرتے ہو!! اس وقت حسن بصری نے کہا:

”عَلِمِي يَنْفَعُ غَيْرِي وَ لَمْ يَنْفَعْنِي۔“

”میرا علم دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور میں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔“

”وَ خَدَعَتْنِي الدُّنْيَا بَعْرُورًا۔“

”اور دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے“

دنیا کی اچھائیوں اور برائیوں نیز اس کے مکر و فریب کو نفسانی حالات اور انسانی تفکرات کی ترازو میں تولنا چاہئے جو شخص اپنے نفس کا اسیر ہو اور اس پر بے ہودہ خیالات کا غلبہ ہو، نیز تکبر، غرور، طمع و لالچ اور بخل جیسی بری عادتوں میں غرق ہو، اور خدا و قیامت سے غافل ہو اسی طرح وہ انبیاء کی نبوت اور ائمہ علیہم السلام کی امامت سے بے خبر ہو، دنیاوی زرق و برق مال و منال اور مقام و ریاست سے دھوکا کھائے ہوئے ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ بھی چیزیں بنیادی اور اصل ہیں ان کے علاوہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں اور اپنی پوری زندگی انہیں کے لئے خرچ کردے، ایسا انسان موت کے وقت جب ان مادی نعمتوں کے چھوڑنے کا وقت آتا ہے تو بے دار ہوتا ہے، تب اسے یہ سب چیزیں بے حقیقت نظر آتی ہیں اور جن چیزوں کے لئے دن رات محنت کرتا تھا اور اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لاتا تھا وہ سب ایک دھوکا دکھائی دینے لگتی ہے اور اس وقت وہ ایمان اور عمل صالح کی دولت سے خالی ہاتھ نظر آتا ہے اور اس دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے۔

تاریخ کے فرعون اور قارون پیدائش کے وقت سے فرعون و قارون نہیں تھے، بلکہ ان کے غلط تفکرات اور خواہش نفسانی نے ان کو فرعون اور قارون بنا دیا تھا۔

لیکن اگر انسان ہوائے نفس کی گندگی سے پاک ہو، ناپاک خیالات سے دور ہو، اخلاقی برائیوں کا طوفان اس کے دل میں نہ اٹھتا ہو اور خدا اور رسول، ائمہ (ع) اور قیامت کی معرفت رکھتا ہو تو وہ اس دنیا کو آخرت کے سنوارنے اور اعمال صالحہ بجالانے کا وسیلہ سمجھتا ہے اور اپنی تمام زندگی کو انہیں حقائق کو حاصل کرنے میں صرف کر دیتا ہے۔

حضرات ائمہ معصومین اور انبیاء علیہم السلام بھی انسان تھے لیکن اس دنیا کے زرق و برق اور مادی امور میں گرفتار نہیں ہوئے اور امور دنیا سے دھوکا نہیں کھائے۔

وہ اہل بصیرت علماء جو دل کی آنکھ سے تمام چیزوں کی حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان حضرات نے لوگوں کو پند و نصیحت کی ہے تاکہ ان کے دل بیدار ہو جائیں ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں باغ فدک کے ایک حصے میں بیلچہ سے کام کر رہا تھا (وہ فدک جو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مخصوص تھا) اچانک ایک عورت کو دیکھا، جو شریف اور بزرگوار دکھائی دے رہی تھی مجھے محسوس ہوا کہ یہ ”ثنیہ بنت عامر جمحی“ ہے، جو قریش کی عورتوں میں حسن و جمال سے مشہور تھی۔

مجھے دیکھ کر وہ کہنے لگی: کہ: اے ابن ابی طالب! کیا مجھ سے شادی کرو گے؟ اگر آپ چاہیں تو میں تیار ہوں، اس صورت میں، میں تمہاری مددگار ثابت ہوں گی، اور اپنی معاشی زندگی کے لئے آپ کو اس طرح کام نہیں کرنا پڑے گا، میں زمین کے خزانوں سے باخبر کردوں گی اور ایسے مواقع فراہم کروں گی کہ دنیا میں بادشاہ بن جائیں گے۔

میں نے کہا: تو کون ہے جو میں تجھ سے شادی کروں؟

اس نے جواب دیا: میں دنیا ہوں۔

میں نے کہا: جا، میرے علاوہ کسی دوسرے کو تلاش کر، جا میں نے تجھے تین بار طلاق دی جس کے بعد رجوع کی

کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ [69]

قارئین کرام! جو شخص دنیاوی امور اور اس کے زرق و برق میں کھو گیا گویا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو گیا، اور اس نے دنیا سے صحیح فائدہ نہ اٹھا کر اپنی آخرت کو تباہ کر لیا لیکن اگر کوئی شخص اس دنیا سے بے رغبت ہو تو ایسا شخص آخرت کے ابدی فائدوں اور خوشنودی خدا کے خزانہ سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ زَهَدَ فِي الدُّنْيَا أَتَتْهُ اللَّهُ الْحِكْمَةُ فِي قَلْبِهِ، وَأَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهُ، وَبَصَّرَهُ غُيُوبَ الدُّنْيَا وَدَاءَ هَا وَدَوَاءَ هَا، وَأَخْرَجَهُ مِنَ الدُّنْيَا سَلَامًا إِلَى دَارِ السَّلَامِ“ [70]

”جو شخص دنیا سے اعراض کرے اور اس سے بے رغبتی دکھائے، تو خداوند عالم اس کے دل میں حکمت کو قائم کر دیتا ہے، اور اس کی زبان پر حکمت کے کلمات جاری کر دیتا ہے، اور اس کے دل کی آنکھوں کو دنیاوی عیوب، بیماری اور اس سے شفا کی طرف کھول دیتا ہے، اور اس کو دنیا سے صحیح وسالم اور بے عیب نکال کر دار السلام کی طرف لے جاتا ہے۔“

جناب لقمان حکیم اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

”يَا بُنَيَّ! إِنَّ الدُّنْيَا بَحْرٌ عَمِيقٌ، قَدْ غَرِقَ فِيهَا عَالَمٌ كَثِيرٌ، فَلْتَكُنْ سَفِينَتَكَ فِيهَا تَقْوَى اللَّهِ، وَحَسْبُهَا الْإِيمَانُ، وَشِرَاعُهَا التَّوَكُّلُ، وَقِيمُهَا الْعَقْلُ، وَدَلِيلُهَا الْعِلْمُ، وَسُكَّانُهَا الصَّبْرُ“ [71]

”بیٹا! یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے، جس میں بہت سے غرق ہو چکے ہیں، لہذا اس میں تقویٰ الہی کی کشتی بناؤ، اور اس میں ایمان (و عمل صالح) کو رکھو، اس کے بادبان کو توکل خدا قرار دو اور عقل کو اس کا ناخدا بناؤ اور علم و معرفت کا اس میں چراغ جلاؤ اور صبر و استقامت کو اس کی سواری قرار دو۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ كَأَنَّكَ عَابِرُ سَبِيلٍ، وَعِدَّةُ نَفْسِكَ فِي أَصْحَابِ الْقُبُورِ“ [72]

”دنیا میں مسافر کی طرح رہو، یا اس دنیا میں گزرنے والے ہو، تم اپنے کو اہل قبور میں شمار کرو۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے:

”يَابْنَ جُنْدَبِ! إِنَّ أُحْبَبْتَ أَنْ تُجَاوَرَ الْجَلِيلَ فِي دَارِهِ، وَتَسْكُنَ الْفَرْدَوْسَ فِي جَوَارِهِ فَلْتَهُنْ عَلَيْكَ الدُّنْيَا“ [73]

”اے جندب کے بیٹے! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ آخرت میں خداوند عالم کے پڑوسی قرار پاؤ اور اس کے نزدیک جنت الفردوس میں مسکن قرار دو، تو تم دنیا کو کوئی اہمیت نہ دو۔“

قرآن مجید کی آیات اور اہل بیت علیہم السلام کی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اگر دنیا کو نیک کام کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کا وسیلہ قرار دیا گیا اور اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو آباد کیا گیا تو یقیناً یہ دنیا ایک باارزش اور قیمتی چیز ہے، لیکن اگر اس دنیا کو ظلم و ستم اور گناہ و معصیت کی جگہ قرار دیا گیا جس کی وجہ سے انسان کی آخرت تباہ ہو جاتی ہے تو یہ دنیا ناپسندیدہ اور بے ارزش ہے غرض یہ کہ دنیا کی خوبی اور برائی انسان کے عقائد و حالات کے لحاظ سے ہوتی ہیں، اگر انسان اس دنیا میں رہ ایمان، عمل صالح اور بلند اخلاق کو اپنا شعار بنائے تو واقعاً یہ دنیا انسان کے لئے سو فی صد مفید ہے، لیکن اگر اس دنیا میں رہ کر کفر و شرک، گناہ و معصیت اور ناشکری و بداخلاقی میں گرفتار ہو جائے تو پھر بھی دنیا انسان کے لئے سو فی صد نقصان دہ ہے۔

قارئین کرام! انسان کے دنیا سے رابطہ رکھے بغیر دنیا کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے، لہذا دنیا کے بارے میں گفتگو اسی رابطہ کی جاسکتی ہے اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اس دنیا کے لگاؤ کی بنا پر انسانی فکر و شعور میں جو خلل واقع ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کو مکر و فریب کا مرکز کہا جاتا ہے دنیا کی برائیاں ایسی ہینکہ گویا وہ ایک مکان میں جمع ہو گئی ہیں جس کی کنجی خود اسی دنیا کی محبت ہے۔

اس دنیا میں آنا آسان ہے، لیکن اس سے صحیح و سالم چلے جانا بہت مشکل ہے، اگر آخرت مٹی کے برتن کی طرح ہوتی لیکن ہمیشہ رہنے والی اور یہ دنیا سونے کے برتن کی طرح ہوتی لیکن فانی تو بھی دنیا کی نسبت آخرت کے بارے میں زیادہ رغبت ہونا چاہئے تھی اور جب معاملہ ہی الٹا ہو یعنی آخرت سونے کے برتن کی طرح اور باقی رہنے والی اور دنیا مٹی کے برتن کی طرح اور فانی تو پھر تو آخرت کی طرف اور بھی زیادہ رغبت ہونا چاہئے۔

ابو حازم مکی کہتے تھے: تمہیں دنیا سے بچنا چاہئے، کیونکہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ روز قیامت بندہ کو حساب و کتاب کے لئے لایا جائے گا اور خدا کی طرف سے منادی ندا دے گا کہ یہ وہ بندہ ہے جس نے خدا کی سُبک کردہ چیزوں

کو اہمیت دی ہے اور جس چیز کو خدا نے ناپسند فرمایا تھا اس نے اس کو دوست اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔

”وَنَفْسٍ بِجَنَابِهَا وَمَطَالِي“

”اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے۔“

نفس، ایک ایسی چیز ہے جس کی حقیقت کو سمجھنا یا بہت مشکل یا ناممکن ہے؛ لیکن اس کے آثار کی شناخت قرآن و حدیث کی روشنی میں کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اگر نفس کی تربیت و تذکیہ نہ کیا جائے تو نافرمانی اور ہوا ہوس کا شکار ہو جائے گا اور پھر اس کے ذریعہ کوئی بھی گناہ انجام دینا بہت آسان ہو جائے گا۔

”ہوا“ کے لغوی معنی: ”راستہ کے انتخاب میں اوپر سے نیچے اور ہلاکت کی طرف گرنے۔“ کے ہیں، جس کے معنی یہ ہونگے کہ ”مادی یا معنوی امور سے بہت زیادہ محبت رکھنا۔“

”ہوس“ کے لغوی معنی: ”ٹوٹنا، فساد اور حیرت و پریشانی میں سرگراں ہونے“ کے ہیں۔

نفسیات کے لحاظ سے ”ہوس“ کے معنی: ”اضطراب کی حالت میں کسی سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانا جس کی بنا پر ہوس باز کو کسی طرح کا کوئی آرام نصیب نہ ہو، جیسے: حب، بغض، کینہ، خشم اور نفرت۔“

جو شخص ہر وقت اپنی ہوس کا شکار ہوتا ہے اسے ”بو الہوس“ اور ”دم دمی“ کہا جاتا ہے، بو الہوس اور بے قرار میں کمال کی طرف ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہیں ہوتی ہے۔

کمال و بلندی کی طرف حرکت کرنے کی شرط یہ ہے کہ انسان چین و سکون سے ہولیکن جب انسان ہوس کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ پریشان رہتا ہے اور اس کی عقل کام نہیں کرتی۔

بچوں پر ہوس کی حکومت ہوتی ہے لہذا ان کی دیکھ بھال ضروری ہے تاکہ ان میں ہوس ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ نہ بنالے اور وہ ہوس باز نہ بن جائیں۔

اسی طرح عورت پر بھی فطری لحاظ سے ہوس کا غلبہ ہوتا ہے، اور چھوٹی سے چھوٹی چیز پر نظر رکھتی ہے، اور (عورت کو) ہونا بھی ایسا ہی چاہئے، کیونکہ اس کی خلقت کی حکمت کی بنا پر گھر کے اندر کی ذمہ داری اسی پر ہوتی

ہے، لہذا اس کو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی طرف متوجہ رہنا چاہئے، اور عورت حسد کی وجہ سے زیادہ پریشان ہوتی ہے، پس اس سرکش خواہش کو تعلیم و تربیت اور عقل کی اطاعت کے ذریعہ ختم کیا جانا چاہئے۔

عام طور پر جب ہوس کو آزاد کر دیا جاتا ہے یعنی جب ہوس پر عقل کی لگام نہیں ہوتی تو یہ شہوت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور جب خود اپنی عقل یا دوسروں کی عقل کے ذریعہ اس پر کنٹرول نہ کیا جائے تو حد سے آگے بڑھ جاتی ہے یہاں

تک کہ مرض او رجنون کی حد تک پہنچ جاتی ہے!!

بعض انسانوں میں اس مرض اور جنون کو حرص، لالچ اور جاہ طلبی کی صورت میں اچھے طریقہ سے دیکھا جاسکتا ہے، آپ حضرات دیکھیں کہ وہ لوگ کس طریقہ سے اندھے او رگونگے بن جاتے ہیں اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے

کسی بھی طرح کے ظلم و ستم اور برائی سے باز نہیں آتے، یہاں تک کہ اسلام کے مسلم اصول کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ وطن فروش اور دشمن کے غلام بننا پسند کر لیتے ہیں۔

اس طرح کے لوگوں سے دوستی اور عہدو پیمان کی کوئی توقع نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ ان کا معشوق ایک ہوتا ہے جس پر تمام چیزوں یہاں تک کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی قربان کر دیتے ہیں!!

ایسے لوگوں کے نزدیک وہی دوست اور مقرب ہوتا ہے جو ان کے برے مقاصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے، اور یہ لوگ دلی طور پر متقی افراد سے بیزار ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ ہوس؛ شہوت میں اور شہوت؛ جنون میں بدل جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ شہوت کے مقابلہ میں اپنی عقل کھو بیٹھتے ہیں، دیوانہ وہی ہوتا ہے جو اپنی عقل سے کام نہیں لے سکتا ہے، اور

مریض وہی ہوتا ہے جو اپنے مرض کے مقابلہ میں مغلوب ہو جاتا ہے۔

جاہ طلبی کی خواہش، دوسری شہوتوں سے زیادہ شدید ہوتی ہے، دنیا نے اس شہوت کی بنا پر بہت زیادہ نقصان اٹھایا ہے، اس سلسلہ میں تاریخ کے خونین واقعات شاہد ہیں، باپ نے اپنی اولاد، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو قتل کر ڈالا

ہے، اور اولاد نے بھی اپنے ماں باپ کے خون سے ہاتھ لال کئے ہیں!!

البتہ نفس کی پیروی کی ممانعت اور خواہش نفسانی کی پیروی سے رکاوٹ اسی صورت میں ہے جب انسان کا نفس بری چیزوں کی طرف رغبت رکھتا ہو اور حیوانی خواہشات لئے ہوئے ہو، نہ یہ کہ تمام خواہشات نفسانی کو پامال کر دیا

جائے، اور اسی غلط فہمی میں خودکشی کر لے، جیسا کہ بعض ارباب سلوک نے یہی سمجھتے ہوئے اس پر عمل بھی کیا

ہے۔

علماء اور بزرگوں نے نفس اور نفسانیت کی جو اس قدر مذمت کی ہے اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے ڈرایا ہے، ان کا مطلب بری خواہشات سے پرہیز کرنا ہے، اور چونکہ عام طور پر خواہشات نفسانی برائیوں کے سلسلہ میں ہوتی ہیں اسی وجہ سے مطلق طور پر نفس کی مذمت کی ہے، جیسا کہ مثال مشہور ہے کہ ”بہ مرگ گرفتہ اند کہ بہ تب راضی شویم۔“ (موت سے نجات ملنے پر بخار پر راضی ہوں) اسی وجہ سے اپنی تقریروں اور وعظ و نصیحت میں امید سے زیادہ ڈرایا ہے، ورنہ تو ہماری خواہشات اور رغبت تو تمام چیزوں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر پائی جاتی ہے، یہ خواہشات انسان کی فطرت میں مختلف شکلوں میں پائی جاتی ہے، اس فطرت کو حکمت الہی نے ہمارے وجود میں ہمارے محفوظ رہنے اور کمال کی منزلوں کو طے کرنے کے لئے ودیعت کیا ہے۔

لہذا اس خودی کو خدا اور قیامت پر ایمان کے ذریعہ، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی اطاعت اور احکامات شرعیہ پر عمل کرنے کے ذریعہ نیز حقوق الناس کی رعایت کے ذریعہ قابو میں کیا جاسکتا ہے، البتہ خودی خود خواہی کی منزل تک نہ پہنچانے، بلکہ ہم خواہشات کی پیروی اس حد اعتدال سے کریں کہ شہوت اور جنون کی منزل تک نہ پہنچ جائیں، اور خود غرض اور صرف اپنے ہی فائدے کی فکر مینہ لگے رہیں۔

قارئین کرام! یہ خود غرضی جیسی بری صفت جس میں بھی پائی جاتی ہے تو پہلے مرحلہ میں خود اسی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اور اس کے بعد معاشرہ اور سماج کے لئے ضرر رساں واقع ہوتی ہے، مثال کے طور پر غصہ خودخواہی کے لئے ایک لازمہ ہے لیکن خشم و غصہ کو صرف اپنی جان و مال اور عزت و ناموس اور حق و حقیقت نیز وطن کے دفاع کے لئے بروئے کار لائے، نہ یہ کہ کمزور اور اپنے ماتحت لوگوں پر برس بڑے، بہت زیادہ غصہ کرنا حیوانیت کی نشانی ہے، اور غصہ نہ کرنا بے پروائی اور بے غیرتی کی نشانی ہے۔ (لہذا اس سلسلہ میں انسان سوچ سمجھ کر قدم بڑھائے)

آزادی، زندگی کا ایک بہترین پھل اور کمال ارادہ کی شرط ہے، کیونکہ اگر انسان آزاد ہو تو پھر وہ دوسروں کی مرضی پر نہیں چلے گا، لیکن توجہ رہے کہ یہ آزادی جو فطری چیز ہے اپنی حد اعتدال میں باقی رہے اور اس پر عقل و شعور کی حکومت ہو، کیونکہ آزادی کی افراط انسان کو طغیان اور سرکشی کی منزلوں تک پہنچا دیتی ہے اور آزادی میں تفریط (کمی) ہونا اپنے کو ظلم و ستم کے حوالہ کرنا ہے۔

حبّ مال کی خواہش اچھی ہے لیکن جب تک بخل، حقوق الناس کی پامالی، جوا، سٹہ، چوری اور دھوکا دھڑی وغیرہ کی منزل تک نہ پہنچے۔

دوسروں سے تعلقات برقرار کرنا نیک کام ہے لیکن اس میں بھی میانہ روی اختیار کی جائے، ایسا نہ ہو کہ خود اپنے اوپر یا اپنے گھر والوں کے اوپر ظلم و ستم کا باعث بن جائے۔

حسن معاشرت، اور دوسروں کو خوشحال کرنا اچھا کام ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ اس ہنسی مذاق سے کسی کی توہین ہو جائے۔ دوستوں کے اچھے صفات کا ذکر کرنا ان کو شوق دلانا صحیح ہے لیکن یہ کام چابلوسی کی منزل تک نہ پہنچ جائے۔ [74]

قارئین کرام! گزشتہ مطالب کے پیش نظر اگر نفس کی تربیت نہ ہو اور اخلاق اسلامی سے آراستہ نہ ہو تو پھر اس کے نقصانات اور خیانت کو اچھی طرح سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اوصاف نفس

قرآن مجید میں نفس کے چند صفات ذکر کئے گئے ہیں، جو انسان میں واقعات اور دینی و اخلاقی حقائق سے بے توجہی کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں:

۱۔ نفس امارہ۔ ۲۔ نفس دسانی۔ ۳۔ نفس سفہی۔ ۴۔ نفس تسویلی۔ ۵۔ نفس رہینہ ای۔ ۶۔ نفس ہوائی۔ ۷۔ نفس حسرتی۔

ان تمام اوصاف کو بیان کرنے والی آیات حسب ذیل ہیں:

”إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَجَعْنَا رَبِّي...“ [75]

”نفس بھر حال برائیوں کا حکم دینے والا ہے۔“

”وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا...“ [76]

”اور وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کر دیا ہے۔“

”وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ...“ [77]

”اور کون ہے جو ملت ابراہیم سے اعراض کرے مگر یہ کہ اپنے ہی کو بے وقوف بنائے۔“

”سَقَالَ بَنُ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ...“ [78]

”(یعقوب نے) کہا کہ یہ بات صرف تمہارے دل نے گھڑی ہے۔“

”كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ.“ [79]

”ہر نفس اپنے اعمال میں گرفتار ہے۔“

”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ.“ [80]

”اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے تو جنت اس کا ٹھکانا اور مرکز ہے۔“

”أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ.“ [81]

”پھر تم میں سے کوئی نفس یہ کہنے لگے گا کہ ہائے افسوس میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے۔“

شیخ بھائی اپنی عظیم الشان کتاب ”اربعین“ میں تحریر فرماتے ہیں: روایات کی روشنی میں ”نفس“ سے مراد حیوانی طاقت جیسے شہوت، غیظ و غضب اور غصہ ہے۔

غزالی اپنی کتاب ”مدارج القدس“ میں ایک جملہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

”يُطْلَقُ النَّفْسُ عَلَى الْجَامِعِ لِلصِّفَاتِ الْمَذْمُومَةِ الْمُضَادَّةِ لِلْقُوَى الْعَقْلِيَّةِ.“

”نفس ان تمام برے صفات پر اطلاق ہوتا ہے جو عقل کے مخالف ہو۔“

حکمائے الہی کہتے ہیں: ”جہاد بالنفس“ کو جہاد بالنفس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نفس کا بدن سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس نفس سے زندگی اور شیطانی صفات پیدا ہوتے ہیں، ورنہ تو ان چیزوں کے علاوہ نفس میں عقل اور فرشتوں کے صفات پائے جاتے ہیں، اور اپنی خلقت کے اعتبار سے نفس کے ذریعہ خدا کی عبادت کی جاتی ہے، اور اسی کے ذریعہ بہشت کو حاصل کیا جاتا ہے۔ لہذا نفس کے برے صفات سے جہاد کیا جائے تاکہ انسان کو سکون حاصل ہو سکے اور وہ حیوانوں کے شر سے محفوظ رہ سکے، ورنہ تو اس گھر میں ہمیشہ ایک طوفان اور جنگ و جدل برپا رہتا ہے!

ایران کے مشہور شاعر مرحوم سعدی کہتے ہیں: ایک شخص سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی اس حدیث کے

بارے میں سوال کیا، جس میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

”أَعْدَىٰ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ“ [82]

”تیرا سب سے بڑا دشمن (خود تیرا) نفس ہے، جو تیرے ہی پہلو میں موجود ہے۔“

چنانچہ اس نے جواب دیا: کیونکہ اگر کسی بھی دشمن کے ساتھ احسان کرو گے وہ تمہارا دوست بن جائے گا، سوائے نفس کے کیونکہ جتنا اس کے ساتھ جتنا احسان کرو گے جس قدر اس کی پیروی کرو گے اور اس کا کہنا مانو گے تو وہ اتنی ہی مخالفت اور دشمنی زیادہ کرے گا!!

قارئین کرام! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہوائے نفس کی پیروی کرنے والے (چونکہ عقل سے کام نہیں لیتے، لہذا) پاگل اور دیوانے ہو جاتے ہیں۔

جناب بھلول سے سوال کیا گیا: شہر میں دیوانوں (اور پاگلوں) کی تعداد کتنی ہوگی؟ تو انہوں نے جواب دیا:

ان کا شمار کرنا مشکل ہے، عقلاء کے بارے میں پوچھو تو میں بنا سکتا ہوں۔

اصلاح نفس کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کا نظریہ

حضرت علی علیہ السلام جو ہر چیز کے بارے میں مکمل بصیرت رکھتے تھے اور ان کے تمام رموز سے آگاہ تھے، آپ نے اصلاح نفس کے لئے چند چیزوں کی رہنمائی کی ہے، جن کو ایک عظیم الشان شیعہ عالم دین علامہ آمدی نے اپنی گرانقدر کتاب ”غرر الحکم“ میں بیان کیا ہے:

”أَدَا رَغِيْبٌ فِي صِلَاحِ فَعْلَيْكَ بِالِاِقْتِصَادِ وَ الْقُنُوْعِ وَ التَّقَلُّبِ“ [83]

”جس وقت تم اپنے نفس کی اصلاح کرنا چاہو تو میانہ روی اور قناعت کو اپنا شعار بناؤ، اور تھوڑی سی دنیا پر اکتفاء کرو۔“

”صِلَاحُ النَّفْسِ مُجَاهَدَةُ الْهَوَىٰ“ [84]

”نفس کی اصلاح کے لئے ہوائے نفس سے جہاد کرنا ہوگا جس کے سبب نفس پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔“

”سَبَبُ صِلَاحِ النَّفْسِ الْعُرُوْفُ عَنِ الدُّنْيَا“ [85]

”اصلاح نفس کا طریقہ خود کو دنیا سے دور رکھنا ہے۔“

”دَوَاءُ النَّفْسِ الصَّوْمُ عَنِ الْهَوَىٰ“ [86]

”نفس کا علاج اس کے بے حساب و کتاب خواہشات سے اجتناب کیا جانا ہے۔“

”سَبَبُ صِلَاحِ النَّفْسِ الْوَرَعُ“ [87]

”گناہوں سے دوری، اصلاح نفس کا سبب ہے۔“

”إِنَّ تَقْوَى اللَّهِ دَوَاءٌ دَاءِ قُلُوبِكُمْ سَوْ طَهُورٍ دَنَسِ أَنْفُسِكُمْ“ [88]

”تقویٰ الہی تمہارے دلوں کی بیماریوں کی دوا اور نفسانی گندگی کو پاک کرنے والا ہے۔“

”أَفَهُ النَّفْسِ الْوَلَةُ بِالْذُّنُوبِ“ [89]

”دنیا کا عشق و بانیے جان ہے۔“

”رَأْسُ الْآفَاتِ الْوَلَةُ بِالذَّلَاتِ“ [90]

”ناجائز لذات کا شیدائی ہونا تمام مفساد کی جڑ (اور بنیاد) ہے۔“

”طُوبَى لِمَنْ عَصَى فِرْعَوْنَ بَوَاهُ وَأَطَاعَ مُوسَى عَقْلَهُ“۔

”خوشا نصیب اس شخص کا جو اپنے نفس کے فرعون کی مخالفت کرے اور اپنی عقل کے موسیٰ کی اطاعت کرے۔“

لیکن ان روحانی اور ملکوتی فقرات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص کے اندر (یعنی اس عالم صغیر میں)

ایک موسیٰ اور ایک فرعون ہوتا ہے، لہذا اگر حضرت موسیٰ کے کمال کو اختیار کرنا چاہے تو اپنے نفس کے فرعون

کی مخالفت کرنا ہوگی، ورنہ تو پھر فرعون کی طرح دریائے ہلاکت میں غرق ہونا ہوگا، لیکن اگر اپنی عقل کے موسیٰ

کی اطاعت کی تو انسان پھر جناب موسیٰ کی طرح پروردگار کی رحمت خاص کا حق دار اور خاص مومنین میں شمار ہوگا۔

ارشاد الہی ہوتا ہے:

”سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَبَارُودَ“ [91]

”سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔“

”إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ“ [92]

”بیشک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“

جو شخص اپنی عقل کے موسیٰ کی پیروی کرے تو پھر آسمانوں میں جناب موسیٰ کا ہم پرواز ہو جائے گا، لہذا خوشا

نصیب ہے وہ شخص جو اپنے نفس کے فرعون کی مخالفت اور اپنی عقل کے موسیٰ کی اطاعت کرے۔

”طَهَّرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ دَنَسِ الشَّهَوَاتِ تَدْرِكُوا رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ“ [93]

”اپنے نفس کو حرام شہوتوں اور کثافتوں سے پاک کرو، تاکہ معنوی بلند درجات تک پہنچ جاؤ۔“

جی ہاں، اگر کوئی شخص بلند مقامات اور معنوی درجات حاصل کرنا چاہے، اور اس دنیا کے تنگ پنجرے سے حکمت و

معرفت کے باغونکی طرف پرواز کرنا چاہے، تو پھر نفس کو گندگی، کثافتوں اور حیوانی شہوات سے پاک کرنا پڑے گا،

اور اپنی روح کو ظاہری لذت کے شوق سے طیب و طاہر کرنا پڑے گا تاکہ شہوات سے خالی ہو کر فرشتوں کے صفات

سے آراستہ ہو جائے بلکہ فرشتوں سے بھی بلند ہو جائے۔ [94]

حکمائے الہی فرماتے ہیں: انسان درج ذیل چار طریقوں سے اپنے نفس کا تذکیہ کرسکتے ہیں: ۱۔ بے ادب لوگوں سے ادب

سیکھے۔ ۲۔ اہل ادب حضرات کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرے۔ ۳۔ اپنے دوستوں سے اپنے عیوب کے بارے میں سوال

کرے۔ ۴۔ اپنے بارے میں دشمنوں سے سنے ہوئے عیوب کو دور کرے۔ [95]

شرح و مطالی (ثال مثول)

توبہ اور برائیوں کی اصلاح، قیامت کے لئے زاد راہ کی فراہمی، اعمال صالحہ اور کار خیر کی انجام دہی، نیز گناہ اور

معصیت سے دوری، اور حکمت و معرفت کے حصول کے لئے برسونسے ”آج کل“ کر رہا ہوں لیکن اپنے وعدہ پر وفادار

نہیں ہوں، اور آج کل کے اس وعدہ نے مجھے دھوکا دیا ہے اور نیک کردار اپنانے سے روک دیا ہے۔

لہذا تجھ سے درخواست ہے کہ مجھے مستحکم ارادہ اور وفائے عہد کی قدرت اور آج کل کہنے سے نجات عطا فرما،

کیونکہ یہ عدم استقلالی آخر کار مجھے سخت خسارے اور نقصان میں مبتلا کر دے گی، اور تیری رحمت اور بخشش سے

محروم کر دے گی، نیز مجھے (نیک) بندوں کی صف سے خارج اور نافرمانوں اور گروہ شیطان میں شامل کر دے گی۔

” يَا سَيِّدِي، فَاسْأَلْكَ بِعِزَّتِكَ أَنْ لَا يَحْجُبَ عَنْكَ دُعَائِي سُوءَ عَمَلِي وَفِعَالِي،
 ”میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ میری دعاؤں کو میری بد اعمالیاں روکنے نہ پائیں۔“
 اے میرے مہربان خدا! میرے برے اعمال اور میرے افعال کی برائی کو اپنی بارگاہ میں دعا قبول نہ ہونے اور باب
 استجابت کے بند ہونے کا سبب نہ قرار دے۔

باب استجابت کے بند ہونے کی وجہ
 گناہ و معصیت ایک ایسا حجاب ہے کہ اگر انسان توبہ نہ کرے تو خدا کی بے انتہارحمت، عظیم لطف و کرم اور قبول دعا
 سے محروم ہو جاتا ہے۔ برے اعمال کی برائی کے سبب ہے کہ انسان دعا کی حالت کھو بیٹھتا ہے، اور خدائے مہربان کی
 بارگاہ میں دعا کرنے سے محروم ہو جاتا ہے، اور اگر دعا کی توفیق ہو بھی جائے تو وہ باب اجابت سے نہیں ٹکراتی ہے

باب اجابت کا بند ہو جانا، اور دعا کرنے والے کی دعا قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے مولا کی بارگاہ میں
 وقعت اور مردود ہے۔
 ایک زاہد و عارف سے نقل ہوا ہے: میرے لئے میں دعا کرنے سے محروم ہو جانا تو میرے لئے دعا قبول ہونے سے
 محروم کئے جانے سے سخت ہے۔
 دعا کے اس حصے میں دعا کرنے والا شخص خدا وند عالم کی بارگاہ میں اس کی عزت کے توسل سے اسی سے درخواست
 کرتا ہے:

”اے میرے مولا و آقا! میرے برے اعمال اور گناہوں کو دعا قبول ہونے میں مانع نہ ہونے دے، تاکہ اعمال کی برائی
 مجھے دعا کرنے سے نہ روک پائے، اور میں تیرے در پر سوالی بنا بیٹھا رہوں اور تو بھی اپنی رحمت سے میری دعا کو
 قبول فرما۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے چند اصحاب کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہے تھے
 راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ دیوار پر سر رکھے اپنی دعا قبول ہونے کے لئے خدا کو اس کی عزت کی قسم دے رہا
 ہے، تو آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: ”اس قسم کے ذریعہ اس جوان کی دعا ضرور قبول ہوگی۔“
 جی ہاں! خدائے مہربان و قادر موثر چیزوں کے اثر کو ختم کرنے، اور بند راستوں کو اپنے بندے کے لئے کھول دینے کی
 قدرت رکھتا ہے۔ خدا وہ ہے جو جناب ابراہیم کو بچانے کے لئے آگ سے جلانے کی طاقت چھین لیتا ہے، اسی طرح
 جناب اسماعیل کو بچانے کے لئے تیز چاقو کے اثر کو ختم کر دیتا ہے، وہی خدادعا قبول نہ ہونے میں گناہ کے اثر کو ختم
 کر سکتا ہے، اور اپنے بندے کی حاجتوں کو پورا کرنے اور اس کو منزل مقصود تک پہنچانے میں مدد کر سکتا ہے۔

”وَلَا تُفَضِّحْنِي بِخَفِيِّ مَا أَطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنْ سِرِّي“
 ”اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر بر سر عام رسوا نہ ہونے پاؤں۔“

پردہ پوشی
 قارئین کرام! ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کا علم ہر خشک و تر اور ہر ظاہر و باطن اور ہر ذرہ ذرہ پر احاطہ
 کئے ہوئے ہے، اس کے یہاں بے توجہی اور غفلت نہیں ہوتی ہے۔ وہ ماضی اور آئندہ کے تمام حوادث اور حالات سے
 باخبر ہے، اس کے سامنے ماضی اور حال سبھی حاضر ہیں۔ اس کے سامنے لوگوں کی خلوت بھی ظاہر ہے، اور چاہے
 کہیں بھی چھپ کر کوئی کام کریں تو خدا اس کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ ہمارے گناہوں کو مان باپ اور بیوی بچوں کے سامنے
 ظاہر کر دے تو ہماری ساری آبرو خاک میں مل جائے گی، اگر یہ سب لوگ ہمارے مخفی گناہوں سے آگاہ ہو جائیں تو وہ
 اپنے پاس سے دور بھگادیں گے، اور ہماری کسی بات کا جواب دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔
 دعا کرنے والا دعا کے اس حصہ میں اپنے گریہ و زاری اور خواہش و درخواست کے ذریعہ اپنی آبرو کی حفاظت چاہتا
 ہے اور ستار العیوب سے درخواست کرتا ہے کہ اس کو مخفی گناہوں کی بنا پر جس کو فقط وہی جانتا ہے؛ رسوا اور
 ذلیل نہ کرے۔

جو شخص ان عظیم فقروں کے ذریعہ بارگاہ الہی میں راز و نیاز کر رہا ہو اس کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ خداوند عالم اپنے
 گناہگار بندے کو توبہ کرنے کے بعد ذلیل اور رسوا نہیں کرتا، اس کا ستار العیوب ہونا اس حد تک ہے کہ بندوں کے حساب
 و کتاب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ خداوند عالم خود ان کا حساب و کتاب کرے گا، یہاں تک کہ اپنے محبوب پیغمبر

جو اپنی امت پر بہت زیادہ رؤف اور مہربان ہیں، ان کے سامنے بھی بندوں کے گناہوں کو ظاہر نہیں کیا جائے گا تاکہ بندہ، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے سامنے شرمندہ ہو۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے ابو حمزہ ثمالی میں خداوند عالم کے بعض صفات کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں:

”سَتَّارُ الْعُيُوبِ، غَفَّارُ الذُّنُوبِ، تَسْتُرُ الذَّنْبَ بِكَرَمِكَ وَ تُوَخِّرُ الْعُقُوبَةَ بِحِلْمِكَ“۔

”برائیوں کو چھپانے والے، گناہوں کو بخشنے والے، مخفی چیزوں کو بھی جاننے والے، تو گناہوں کو اپنے کرم سے چھپاتا ہے اور اس کی سزا کو بردباری کی بنا پر تاخیر میں ڈال دیتا ہے“۔
خدا کے بعض بندے، حالانکہ محدود وجود رکھتے ہیں، دوسروں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کی اس قدر طاقت رکھتے ہیں کہ ان کے حیرت انگیز واقعات سن کر انسان تعجب کرنے لگتا ہے، لیکن وہ خدا جس کا وجود بے نہایت اور لامحدود ہے تو پھر اس کی پردہ پوشی کا کیا عالم ہوگا؟!

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے جناب یوسف سے اپنے بھائیوں کے ظلم و ستم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے صرف یہ جواب سنا:

”عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ...“ [96]

”اللہ نے گذشتہ معاملات کو معاف کر دیا ہے۔“

پردہ پوشی کے سلسلہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ابو عبد الرحمن، حاتم بن یوسف اصم جو خراسان کے بزرگواریوں اور کم نظیر صاحب علم و تقویٰ افراد میں سے تھے؛ ان کے بارے میں لکھا ہے:

ان کی شہرت ”اصم“ [97] کے نام سے اس وجہ سے تھی کہ ایک عورت کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس آئی، گفتگو کے دوران اس عورت کی ریح خارج ہوگئی، اس وقت وہ عورت بہت شرمندہ اور خجالت زدہ ہوگئی، حاتم نے اپنے کان کی طرف اشارہ کیا یعنی میں کم سنتا ہوں ذرا زور سے بولو، وہ عورت بہت خوش ہوئی اور اس وجہ سے خدا کا شکر ادا کرنے لگی کہ ایک عالم دین کے سامنے اس کی عزت و آبرو بچ گئی، اس واقعہ کے بعد جس سے کوئی بھی باخبر نہیں تھا ان کا نام حاتم اصم مشہور ہوگیا، اور جب تک وہ عورت زندہ رہی انہوں نے اسی طرح (یعنی بہروں کی طرح) زندگی بسر کی، جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تو کسی بزرگوار نے ان کو خواب میں دیکھا ان سے سوال کیا:

”مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ“

”خدا نے تمہارے ساتھ کیسے سلوک کیا؟“

تو انہوں نے کہا: چونکہ میں نے ایک سنی ہوئی بات کو ان سنی کردی تھی، لہذا اس نے میرے (برے) اعمال اور تمام سنی ہوئی باتوں پر قلم عفو پھیر دیا ہے۔

”وَلَا تُعَاجِلْنِي بِالْعُقُوبَةِ عَلَى مَا عَمِلْتُهُ فَيَخْلُوَاتِي مِنْ سُوءِ فِعْلِي وَأَسَاطِيئِي، وَدَوَامِ تَقْرِيظِي وَجَهَالَتِي، وَكَثْرَةِ سَهْوِ اتِيوَ غَفْلَتِي“۔

”اور میں نے تنہا تیروں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بد عملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں، مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت“۔

اسلامی تعلیمات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اگر خداوند عالم سزا اور عقوبت مینجادی کرتا تو زمین پر چلنے والا کوئی بھی انسان یا حیوان باقی نہ رہتا۔ لیکن خداوند عالم نے اپنی رحمت کی بنا پر اپنے بندوں کے عذاب اور سزا میں جلدی نہیں کی ہے، اور اُس نے بندوں کو یہ فرصت اس لئے عطا کی ہے کہ گناہگار اس فرصت کو غنیمت جان کر خدا کے ساتھ اپنا رابطہ صحیح کر لیں اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں تاکہ ان کے گناہوں کے آثار ختم ہو جائیں اور اپنی گزشتہ برائیوں کی اصلاح کر لیں، اور ترک شدہ واجبات کی ادائیگی کریں۔

بندوں کی سزا میں وہ اس لئے جلدی نہیں کرتا کہ اگر اس کی نسل سے کوئی مومن پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو یہ سزا اس کی پیدائش میں مانع نہ ہو جائے۔

یا بچوں کے گریہ و زاری، یا مومنین کی خلوص کے ساتھ دعاؤں، یا پھر عابدوں اور زاہدوں کاراتوں میں رونے کی بنا پر عذاب اور سزا میں تاخیر ہوتی ہے؛ یا توبہ کے ذریعہ وہ عذاب ٹل جاتا ہے، اور اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو پھر خدا کو عذاب کرنے مینجادی کرنے سے کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔

بہر حال اس کے نظام کے تحت گناہگار کی بے توجہی کی بنا پر عذاب میں جلدی کرنا پایاجاتا ہے لہذا اس عذاب کی

عجلت کو دعا گریہ و زاری اور توبہ کے ذریعہ سے روکا جاسکتا ہے، جیسا کہ قوم یونس نے عذاب کے وقت اپنے پروردگار کی بارگاہ میں توبہ اور گریہ و زاری کی جس کی وجہ سے عذاب ٹل گیا۔

قارئین کرام! اس اہم نکتہ کی طرف بھی توجہ فرمائیں کہ کبھی کبھی اس دنیا میں عذاب الہی، قحط سالی، آسمانی بلائیں، مہنگائی، ایک دوسرے پر عدم اعتماد اور آخر کار انسان کے باطن کے مسخ ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

باطن کے مسخ ہونے کی نشانی رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے منقول روایت میں بیان ہوئی جو آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب فرماتے ہوئے بیان فرمائی ہے:

”يَا عَلِيُّ إِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُونَ (بَعْدِي) بِأَمْوَالِهِمْ، وَيُمْتُونُ بِدِينِهِمْ عَلَى رَبِّهِمْ، وَيَتَمَنُونَ رَحْمَتَهُ، وَيَأْمَنُونَ سَطْوَتَهُ، وَيَسْتَجْلُونَ حَرَامَهُ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ وَالْأَهْوَاءِ السَّاهِيَةِ، فَيَسْتَجْلُونَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيذِ وَالسُّحْتِ بِالْهَدْيَةِ، وَالرَّبَا بِالْبَيْعِ“ [98]

”یا علی! میری امت کا میرے بعد مال و دولت کے ذریعہ امتحان لیا جائے گا، یہ لوگ اپنے دین کو خدا کے اوپر ایک احسان سمجھتے ہیں، اور خدا کی رحمت کے متمنی رہتے ہیں، اور اپنے کو عذاب الہی سے محفوظ گردانتے ہیں، اور اپنے جھوٹے اعتراضات اور فراموشی پیدا کرنے والے خواہشات نفسانی سے اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں، یہ لوگ شراب کو آب انگور یا آب خرما کہہ کر پیتے ہیں، اور مال حرام کو ہدیہ اور تحفہ کا نام دے کر حلال جانتے ہیں اور سود کو خرید و فروخت کا نام دے کر حلال سمجھتے ہیں۔“

واقعا اگر انسان کا باطن گناہوں اور شیطانی وسوسوں کے ذریعہ مسخ نہ ہوتا تو پھر کس طرح خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال گردانتے، اور شراب، مال حرام اور سود کو اپنے لئے حلال سمجھتے؟ یہ تمام چیزیں انسان کے باطن کے مسخ ہونے کی نشانی ہیں کیونکہ باطن کا مسخ ہونا درحقیقت عذاب الہی کی ایک قسم ہے؛

جیسا کہ ظاہری طور پر بنی اسرائیل کی نافرمان قوم کے لئے ایسا ہوا بھی ہے اور اس قوم کے گناہگار لوگ خدا کے عذاب آور خطاب سے مخاطب ہوئے ہیں۔

ارشاد الہی ہوتا ہے:

”كُونُوا قِرَدَةً خَاسِيِينَ“ [99]

”تو ہم نے حکم دیدیا کہ اب ذلت کے ساتھ بندر بن جائیں۔“

امام علیہ السلام مذکورہ جملوں اور ”مِنْ سُوءِ فِعْلِي وَأَسَانِي“ کے بعد چار چیزوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

۱۔ تفریط

۲۔ جہل۔

۳۔ شہوت۔

۴۔ غفلت۔

تفریط :

یہاں پر ”تفریط“ سے مراد خداوند عالم کی اطاعت و بندگی اور مخلوق خدا کی خدمت میں کوتاہی کرنا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تفریط سے پرہیز پر زور دیا گیا ہے، اور تفریط کو خطرناک نقصان کا باعث اور فیوضات الہی سے محرومی کا سبب قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہت سی اہم روایات بیان فرماتے ہیں:

”التَّفْرِيطُ مُصِيبَةُ الْقَادِرِ“ [100]

”کوتاہی کرنا، ایک بہت بڑی مصیبت اور بلاء ہے۔“

”تَمْرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَتَمْرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ“ [101]

”کوتاہی کرنے کا نتیجہ: پشیمانی، اور دور اندیشی کا نتیجہ: سلامتی ہے۔“

”الْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِينَ، وَالنَّارُ غَايَةُ الْمُفْرِطِينَ“ [102]

”بہشت، سابقین کا سرانجام ہے اور جہنم کوتاہی کرنے والوں کا انجام کار ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ فَرَطَ تَوَرَّطَ“ [103]

”کوتاہی کرنے والا شخص سخت پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

جہل:

حقائق کے سلسلہ میں جہل و نادانی اور امور دنیا و آخرت، نیز وظائف شرعی اور حقوق الناس سے بے خبر ہونا بہت خطرناک بیماری ہے کہ اگر انسان علم و معرفت کے ذریعہ اس بیماری کا علاج نہ کرے تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدبختی اور رسوائی نیز ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا ہوگا۔ قارئین کرام! جہل و نادانی سے متعلق روایات ہم ”تَجَرَّأْتُ بِجَهْلِي“ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں (دوبارہ مطالعہ فرمائیں)

شہوت:

شہوت کے معنی: ”کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے اس میں بہت زیادہ لگاؤ اور رغبت کا اظہار کرنے کے ہیں“، اگر یہ رغبت اور شدید لگاؤ کسی ناپسند اور حرام کام کے بارے میں ہو تو اس کی بنا پر انسان گناہ اور معصیت کے گڑھے میں گر پڑتا ہے اور آخر کار انسان کی عقل و روح کا خون ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں دنیا و آخرت میں عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

شہوت میں ہیجان پیدا کرنے والا سبب، دنیا سے بے انتہا عشق و محبت ہے جو شیطانی وسوسوں، برے لوگوں کی صحبت اور خدا سے بے توجہی کے نتیجہ میں ایک درخت کی طرح رشد و نمو کرتی ہے جس پر شہوت کی شاخیں نکلتی ہیں اور شجر ملعونہ [104] میں تبدیل ہوجاتی ہیں، جس کا پھل گناہوں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا، جس کو کھا کر انسان خدا و

”اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے جس طرح کہ قرآن میں قابل لعنت شجرہ بھی ایسا ہی ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔“ رسول سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں رحمت خدا سے محروم ہوجاتا ہے، اور دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کا مستحق ہوجاتا ہے نیز جہنم اس کا ٹھکانہ بن جاتا ہے۔

یہ خطرناک درخت جہنم کے درختوں خصوصاً درخت ”زقوم“ کا ایک نمونہ ہے جو وعظ و نصیحت، خدا پر توجہ، توبہ، عاقبت کے بارے میں غور و فکر اور حوادث زمان سے عبرت حاصل کئے بغیر جڑ سے نہیں اکھڑ سکتا ہے۔ علمائے دین فرماتے ہیں: اس خطرناک درخت کی سات شاخیں ہیں جو بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جن کی بنا پر انسان گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، شاخوں کے نام اس طرح ہیں:

- ۱۔ جاہ طلبی کی خواہش۔
 - ۲۔ مال و دولت اور ملک و منال کی خواہش۔
 - ۳۔ بڑے بڑے محل اور عمارتیں بنانے کی خواہش۔
 - ۴۔ خوبصورت اور ناز برادر حوروں جیسی عورتوں سے مباشرت کرنے کی شہوت۔
 - ۵۔ لذیذ سے لذیذ کھانوں اور مست کنندہ چیزوں کو کھانے کی خواہش۔
 - ۶۔ ریشمی، رنگ برنگے اور فاخرہ لباس پہننے کی خواہش۔
 - ۷۔ گناہگاروں، فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کرنے کی خواہش۔
- یہ سات شہوتیں انسان کے اندر خواہ نخواستہ درج ذیل سات شیطانی صفات پیدا کردیتی ہیں:

- ۱۔ تکبر۔
- ۲۔ ریاکاری اور خود نمائی۔
- ۳۔ بے حسد و حسد۔
- ۴۔ حرص و طمع۔
- ۵۔ بخل۔
- ۶۔ ظلم و ستم۔
- ۷۔ غیظ و غضب۔

ان ساتوں شہوتوں اور ضرر رساں صفات (جن کی وجہ سے انسان دوزخی بن جاتا ہے) کی تشریح کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

محبت دنیا کے کنوئیں میں گرنے والے اور شہوات کی تاریکی میں غرق ہونے والوں کے سامنے موت کا پیغام آتا ہے تو بیدار ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ واقعاً بہت زیادہ نقصان میں ہیں، اور سمجھ جاتے ہیں کہ اس چند روزہ پریشان حال

زندگی کے بدلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عاقبت خراب ہوگئی ہے !!

ایک بد بخت شاہزادہ

محبت دنیا کے کنویں میں گرنے والوں اور شہوتوں کی تاریکی میں غرق ہونے والوں کا حال اس شہزادہ کی طرح ہوتا ہے کہ جب بادشاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہی، اور ایک شریف خاندان سے پری جیسی خوبصورت لڑکی سے نکاح کر دیا۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں، تو سب خواص و عوام نے اپنے اپنے لحاظ سے تحائف پیش کئے، بادشاہ نے بھی اپنے خزانہ کو غریبوں، محتاجوں حتیٰ کہ مالداروں کے لئے قربان کر دیا، سب لوگ خوش و خرم تھے، سبھی جاننے والے اور نہ جاننے والے شادی میں جمع تھے اور اس عجیب و غریب شادی کے ساز و سامان کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے۔ حور مانند دلہن کو اپنے تمام تر زیورات سے سجا کر ٹولی میں بٹھایا گیا، لیکن اس وقت دولہا غائب تھا، اس کو تلاش کیا جائے لگا، لیکن آخر کار وہ نہ ملا، کیونکہ اس رات میں دولہا نے بہت زیادہ شراب پی تھی جس کی بنا پر مدھوش تھا، اسی وجہ سے سب لوگوں سے پیچھے رہ گیا اور بے بسی کے عالم میں گلیوں و کوچوں میں گھومتا ہوا مجوسیوں کے مردہ خانہ تک پہنچ گیا، مجوسی اپنے رسم و رواج کے مطابق مردوں کو وہاں رکھ کر ان کے لئے شمعیں روشن کرتے تھے، شراب کے نتیجے میں مدھوشی کی بنا پر وہ شہزادہ مردہ خانہ کو حجلہ عروسی سمجھ بیٹھا، اور اس کے اندر جاکر دیکھا تو ایک بوڑھی عورت کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔

اس شہزادہ نے اس مردہ بوڑھی عورت کو اپنی شہوت اور رغبت کاشکار کیا اور صبح تک مشغول رہا۔

لیکن جب صبح ہوئی، نسیم سحری نے اس کو بے ہوشی اور مستی سے بیدار کیا تو اس نے اپنے کو اس بھیانک سرداب اور مردہ بوڑھی عورت کے پاس پایا، اس کی حالت غیر ہوگئی قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے، شرمندگی اور خجالت کی وجہ سے زمین میں دھنسا جا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اس کے اس شرمناک فعل سے آگاہ ہو جائے اور قیامت تک کے لئے اس کا دامن داغ دار ہو جائے، اچانک دیکھا کہ بادشاہ کے نوکر اور خادم پہنچ گئے، اور انہوں نے اس منظر کا مشاہدہ کیا !!

قارئین کرام! یہ ہے محبت دنیا کے کنویں اور شہوت کے گڑھے میں غرق ہونے والے لوگوں کا حشر، کہ آخرت کی دلہن کو دنیا کی مستی اور شہوت پرستی اور وہ بھی بد صورت مردہ بوڑھی عورت سے؛ بدل لیتے ہیں!! حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

”طُوبَى لِمَنْ تَرَكَ شَهْوَةَ حَاضِرَةٍ لَمَوْعُودٍ لَمْ يَرَهُ“ [105]

”خوش نصیب ہے وہ شخص جو نادیدہ جنت کے بدلے دنیا کی شہوتوں کو ترک کرے۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:-

”حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ“ [106]

”بہشت عبادت و بندگی سے احاطہ شدہ ہے اور جہنم شہوات سے محاصرہ شدہ ہے۔“

ایک شخص حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں آکر کہتا ہے: میری عبادت ضعیف اور روزہ کی تعداد کم ہوگئی ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ حلال روزی کے علاوہ کوئی چیز نہ کھاؤں۔ اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا: کونسا عمل حرام خوری، اور شہوات سے دوری کرنے سے بہتر ہے؟ [107]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”أَكْثَرُ مَا تَلَجُّ بِهِ أُمَّتِي النَّارَ الْأَجْوَفَانِ: الْبَطْنُ وَالْفَرْجُ“ [108]

”میری امت کے جہنم میں جانے والوں میں سب سے زیادہ شکم پرست اور شہوت پرست ہوں گے۔“

غفلت

غفلت، یعنی: ہر اس چیز سے بے خبر رہنا جس پر زیادہ توجہ رکھنا چاہئے۔

دنیاوی امور اور سرگرمی میں حد سے زیادہ مشغول رہنا، صبح و شام دنیا کو حاصل کرنے کے لئے دوڑنا اور ہوا ہوس کا شکار ہونا یہ تمام چیزیں خدا، قیامت، بندگی، اطاعت اور دینداری سے غفلت کا نتیجہ ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے کلام بلاغت میں غفلت کے نقصانات اور خسارے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”الْغَفْلَةُ أَضْرُّ الْأَعْدَاءِ“ [109]

”غفلت سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔“
 ”وَيْلٌ لِّمَنْ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الْغَفْلَةُ فَتَنَسَى الرَّحْلَةَ وَلَمْ يَسْتَعِدَّ“ [110]
 ”وائے ہو اس شخص پر جو غفلت کا شکار ہو جائے، جس کے تحت آخرت کے سفر کو بھول جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتا۔“
 ”مَنْ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الْغَفْلَةُ مَاتَ قَلْبُهُ“ [111]
 ”جس شخص پر غفلت کا غلبہ ہو جائے تو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔“
 ”دَوَامُ الْغَفْلَةِ يُعْمِي النَّصِيرَةَ“ [112]
 ”ہمیشہ غفلت مینرہنے سے چشم باطن نابینا ہو جاتی ہے۔“
 حضرت امام حسن علیہ السلام کا ارشاد ہے:
 ”الْغَفْلَةُ تَرُكُّكَ الْمَسْجِدَ وَطَاعَتِكَ الْمُفْسِدَةَ“ [113]
 ”مسجد کو ترک کرنا اور مفسد کا اطاعت کرنا غفلت ہے۔“

”وَكُنِ اللَّهُمَّ بَعِزَّتِكَ لِي فِي كُلِّ الْأَحْوَالِ رُؤُوفًا، وَعَلَيَّ فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ عَطُوفًا.“
 ”خدا یا مجھ پر ہر حال میں مہربانی فرما اور میرے اوپر تمام معاملات میں کرم فرما۔“
 خداوند عالم کی رحمت و مہربانی اس قدر زیادہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا عالم اگرچہ تمام ہی علوم کا مالک کیوں نہ ہو؛ اس کی تشریح نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم اور احادیث معصومین علیہم السلام میں غور و فکر کے بعد صرف اس کی رحمت کے ایک گوشہ کو دیکھا جاسکتا ہے؛ اس کے لطف و کرم اور مہربانی کو سمجھنے کے لئے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ان اعضاء کو دیکھا جائے جہاں سے لطف و مہربانی کا سر چشمہ ہے۔
 حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے مروی ہے: میں نے خدا سے چند چیزوں کی درخواست کی، جن میں سے ایک یہ تھی: پالنے والے میری امت کا حساب میرے حوالے کر دے۔ آواز آئی: اے میرے حبیب اگرچہ میں نے تمہیں ”رحمۃ للعالمین“ بنایا ہے لیکن ”ارحم الراحمین“ صرف میری ہی ذات ہے، اگر آپ کو ان لوگوں کی بعض خطاؤں اور گناہوں کا علم ہو جائے تو آپ ان سے بیزار ہو جائیں گے، چھوڑنے لہذا صرف مجھے ان کے گناہوں سے آگاہ رہنے دیں۔

اے میرے حبیب! ان کا حساب اس طرح کروں گا کہ آپ بھی ان کے برے اعمال سے آگاہ نہ ہوں گے، لہذا جب ان کے گناہوں کو آپ سے چھپاؤں گا، جبکہ آپ دونوں عالم کے لئے رحمت ہیں، تو پھر دوسروں سے بطریق اولیٰ ان کے گناہوں کو چھپاؤں گا۔
 اے میرے حبیب اگر آپ ان کے اوپر نبوت کی مہربانی رکھتے ہیں تو میں ان پر رحمت خدائی رکھتا ہوں۔ اور آپ ان کے پیغمبر ہیں تو میں ان کا خدا ہوں۔ اگر آپ آج ان کو دیکھ رہے ہیں تو میں ہمیشہ ان پر نظر رکھے ہوئے ہوں اور نظر رکھوں گا۔

گناہگار اور عفو الہی
 شیخ بھائی تحریر کرتے ہیں: میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا کہ ایک گناہگار اس دنیا سے چل بسا، اس کی بیوی نے اس کے غسل و کفن اور دفن کے لئے لوگوں سے مدد چاہی، لیکن وہ لوگ اس کے گناہوں سے اس قدر نفرت کرتے تھے کہ کوئی بھی اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوا، مجبوراً اس عورت نے کسی مزدور کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کو شہر کی مسجد میں لے جاؤ، شاید مومنین اس کے جنازہ میں شریک ہو جائیں، لیکن کوئی بھی اس کام کے لئے حاضر نہیں ہوا، اس کے بعد وہ عورت اس مزدور کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہوئی تاکہ اس کو غسل و کفن اور نماز کے بغیر ہی دفن کر دے۔

جیسے ہی اس جنگل میں پہنچی، وہاں ایک زاہد اور عابد کو دیکھا جو اپنی پوری زندگی عبادت میں مشغول تھا، اور اس علاقہ میں ”زاہداور متقی“ کے نام سے مشہور تھا۔ جیسے ہی اس نے جنازہ کو دیکھا اپنی عبادتگاہ سے باہر نکلا، تاکہ اس کے جنازہ میں شرکت کرے، جس وقت علاقہ والوں نے اس کو دیکھا کہ وہ اس کے جنازہ میں شرکت کر رہا ہے وہ بھی اس کے جنازہ میں شریک ہونے کے لئے آگئے۔

علاقہ والوں نے اس عابد و زاہد سے اس کے جنازہ میں شرکت کی وجہ پوچھی، تو اس نے جواب دیا: مجھ سے عالم خواب میں کہا گیا کہ کل اپنی عبادتگاہ سے نکل کر فلاں جگہ پر جاؤ اور وہاں ایک جنازہ لایا جائے گا، جس کے ساتھ

صرف ایک عورت ہوگی، اس کی نماز جنازہ پڑھنا، کیونکہ اس کی بخشش ہوگئی ہے۔
یہ سن کر لوگوں کو بہت تعجب ہوا، اور دریائے تعجب میں غرق ہو گئے، اس عابد و زاہد نے اس کی زوجہ کو بلایا اور اس کے حالات معلوم کئے، اس بیوہ نے کہا: اکثر اوقات گناہوں میں ملوث رہتا تھا۔ اس عابد نے سوال کیا: کیا اس نے کبھی کوئی کار خیر (بھی) انجام دیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! میرا شوہر تین کار خیر انجام دیتا تھا:
۱۔ ہر روز گناہ کرنے کے بعد اپنے لباس کو بدلتا تھا اور وضو کر کے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔
۲۔ اس کا گھر کبھی بھی یتیم سے خالی نہیں رہتا تھا، اور اپنے بچوں سے زیادہ یتیم پر احسان کرتا تھا۔
۳۔ رات کے وقت جب بھی بیدار ہوتا تھا روتا تھا اور کہتا تھا: پالنے والے! اپنے اس گناہگار بندے کو دوزخ کے کس طبقہ میں رکھے گا؟!

عبد اللہ مبارک کا غلام

عطار نیشاپوری کہتے ہیں: عبد اللہ مبارک کا ایک غلام تھا، جس سے یہ معاہدہ تھا کہ کام کر کے اپنی قیمت ادا کر دو، تاکہ میں تمہیں آزاد کر دوں۔ ایک روز عبد اللہ سے کسی نے آکر کہا: تمہارا غلام رات کو قبرستان میں جاتا ہے اور قبر کھول کر مردوں کا کفن نکالتا ہے اور اس کو بازار میں بیچ کر درہم و دینار تمہیں لاکر دیتا ہے!!
عبد اللہ نے جیسے ہی یہ خبر سنی، بہت ناراض ہوئے، ایک رات چھپ کر غلام کے پیچھے پیچھے چل دئے، یہاں تک کہ قبرستان میں پہنچ گئے، دیکھا کہ غلام ایک قبر میں داخل ہوا، اور وہ ایک بوسیدہ لباس پہنے تھا اور اپنی گردن میں زنجیر ڈالے تھا اس عالم میں وہ تمام تر خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ الہی میں راز و نیاز اور مناجات و دعا اور گریہ و زاری میں مشغول ہو گیا۔

عبد اللہ نے اس کو دیکھا تو آہستہ آہستہ وہ بھی رونے لگے۔ چنانچہ وہ غلام سحر کے وقت تک مناجات اور دعا میں مشغول رہا، سحر کے وقت قبر سے نکلا اور شہر کی طرف چل دیا، اور راستہ کی پہلی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے وارد ہوا، نماز صبح پڑھنے کے بعد کہا: اے میرے حقیقی مولا! رات دن میں بدل گئی، اب بھی میرا مجازی مولا مجھ سے درہم و دینار کا طالب ہے۔ خدا یا! تو ہی لاچار لوگوں کے لئے چارہ ساز ہے، اور فقیروں اور مفلسوں کا سرمایہ بھی تو ہی ہے۔ چنانچہ اس وقت ایک نور چمکا اور اس غلام کے ہاتھ میں سونے کے دینار دیدئے گئے۔
جب عبد اللہ نے یہ ماجرا دیکھا تو بے ساختہ، اس کے پاس گئے اور اس کو اپنے سینے سے لگالیا اور کہا:
”ایسے غلام پر ہزار جانیں قربان ہوں، اے کاش تو میرا آقا ہوتا اور میں تیرا غلام!!“

غلام نے جیسے ہی ان حالات کو دیکھا تو کہا: پالنے والے! اب تک میرے راز سے کوئی آگاہ نہیں تھا، اب جبکہ میرا راز فاش ہو گیا ہے تو اب مجھے زندگی نہیں چاہئے پالنے والے! تو مجھے اپنے پاس بلالے، ابھی وہ دعا اور مناجات ہی کر رہا تھا، کہ عبد اللہ کی آغوش میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا!

عبد اللہ نے اس کو اسی پرانے لباس میں دفن کر دیا، اسی رات میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ براق پر سوار ہیں اور اس کی طرف چلے آ رہے ہیں، اور جب عبد اللہ کے نزدیک پہنچے تو کہا: اے عبد اللہ کیوں تم نے ہمارے اس محبوب اور دوست کو پرانے لباس میں دفن کر دیا!!
جی ہاں، خداوند عالم تمام ہی حالات اور تمام ہی امور میں اپنے بندوں پر مختلف صورتوں میں لطف و کرم کرتا ہے، اور اپنے بندوں کو خصوصاً دعا و مناجات اور توبہ کے وقت خاص لطف و کرم سے نوازتا ہے۔

”أَلْهِی وَرَبِّی مَنْ لِي غَيْرُكَ، أَسْأَلُهُ كَشْفَ ضُرِّي، وَالنَّظَرَ فَيَأْمُرِي“

”خدا یا! پروردگار! میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کر سکے اور میرے معاملات پر توجہ فرما سکے۔“

اے میرے معبود! اے میرے پروردگار! میرے لئے تیرے علاوہ فیض و کرم کا چشمہ کون ہے؟ لہذا سختیوں اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے، جسم و روح کی بیماریوں سے نجات کے لئے اور دنیا و آخرت کی زندگی پر لطف و کرم کرنے کے لئے تیری ہی بارگاہ اقدس میں درخواست کرتا ہے۔

اے میرے مولا و آقا! کیا کوئی ایسا توانا اور صاحب قدرت ہے جو میری مشکلات کو دور کر سکے، اور اپنے لطف و کرم کی بارش کرے، جس کے وجود میں بخل نہ پایا جاتا ہو، اور مجھ پر لطف و کرم اور احسان کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے!! صرف تیری ہی ذات تمام کمالات کی حامل اور ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہے۔

پالنے والے! میں تیرے علاوہ جس کی پناہ تلاش کروں اور اپنی حاجت روائی اور مشکلات کو دور کرنے کے لئے

درخواست کروں، یا تو مجھ پر مہربان اور دلسوز نہیں ہے یا اس کام کے کرنے پر وہ قادر نہیں ہے، اور مجبور و لاجار ہے، یا بخل سے کام لیتا ہے، یا تیری مشیت اور تیرا ارادہ میرے اور اس کے درمیان حائل ہے؛ لہذا وہ میری مشکل کو حل نہیں کرسکتا، لہذا مجھ پر واجب اور ضروری ہے کہ تیرے دروازے پر جھولی پھیلاؤں اور مخلوق سے بیزار ہو جاؤں، مکمل طور پر تیرے اوپر اعتماد اور بھروسہ کروں، اور اپنا کاسہ گدائی تیرے ہی سامنے پھیلاؤں، غیروخصوصاً دوستوں اور رشتہ داروں سے ناامید ہو کر صرف تیری ہی ذات سے امیدوار رہوں، تیری ہی ذات بابرکت سے تواضع، انکساری اور ذلت طلب کروں، کہ ہر نقصان کومجھ سے دور فرما اور تمام پریشانیوں کی سختی کو دور فرما، اور میری بری صفات اور برے حالات کو دور کر دے، اور مجھے ہر ظاہری و باطنی سختیوں سے نجات بخش دے، ہرجسمی اور روحانی بیماری کو مجھ سے دور فرما، اور ہر آسیب اور آفت کو میری زندگی سے دور فرمادے۔ جی ہاں! انسان کو چاہئے کہ دریا میں غرق ہونے والے کی طرح بے سہارا ہو کر صرف رحمت خدا کے ساحل کا امیدوار ہو، خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے تاکہ اس کی دعامخلوق سے منقطع ہو کر باب اجابت سے ٹکرائے۔ جیسا کہ خداوندعالم نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے فرمایا ہے:

”يَا عِيسَى! ادْعُنِي دُعَاءَ الْغَرِيبِ الَّذِي لَيْسَ لَهُ مُغِيثٌ“ [114]

”اے عیسیٰ! مجھے اس طرح پکارو جیسے غرق ہونے والے کو کوئی بچانے والا نہ ہو۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَسْأَلَ رَبَّهُ شَيْئًا إِلَّا أُعْطَاهُ فَلْيَسْأَلْ مِنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَلَا يَكُونَ لَهُ رَجَاءٌ إِلَّا عِنْدَ اللَّهِ، فَإِذَا عَلِمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ مِنْ قَلْبِهِ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهُ شَيْئًا إِلَّا أُعْطَاهُ“ [115]

”جب بھی تم سے کوئی یہ چاہے کہ خدا اس کی درخواست کو رد نہ کرے، تو تمام لوگوں سے مایوس ہو جائے اور خدا کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے، کیونکہ جب خداوندعالم بندہ کی اس حالت کو دیکھتا ہے تو بندہ جو چاہتا ہے اس کو عطا کردیتا ہے۔“

جو شخص بھی اپنی زبان پر ان فقرات کو جاری کرے: ”یا الہی وسیدی، اے میرے معبود!“ تو اپنے دل سے معبود حقیقی کے علاوہ دوسروں کی امید کو دل سے نکال دینا ضروری ہے، اور دنیا کے مال و دولت، عہدہ اور مقام اور دنیا کی دوسری ظاہری چیزوں کو نعمت اور وسیلہ تصور کرے کہ خداوندعالم نے اس کی زندگی کے لئے وسائل فراہم کئے ہیں، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معبود یا حاکم کے عنوان سے انتخاب کرنے سے بہت زیادہ پرہیز کرے، کیونکہ اگر خدا کے علاوہ کسی بھی چیز کو معبود کے عنوان سے اختیار کرے تو (گویا) اس نے شرک کیا ہے، اور کسی بھی مشرک کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

جو شخص کہتا ہے: ”رَبِّي“ اے میرے مالک اور پالنے والے! تو اس کو چاہئے کہ ظاہری و باطنی فرعون جیسے معبود کی عبودیت سے دل کو آزاد کرے اور صرف الہی رنگ اختیار کرے، کیونکہ اگر کوئی شخص باطل ارباب کی پیروی کرے اور ان کے رنگ کو اپنائے اگرچہ وہ مضطر اور پریشان ہو کر دعا کرے، لیکن پھر بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ جی ہاں! کوئی بھی مخلوق اس پروردگار کے اجازت کے بغیر ذرہ برابر بھی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی، لہذا دوسروں سے مایوس ہو کر خدائے رحمن کی رحمت پر امید رکھے، کیونکہ جو شخص اس طرح خدا کی اطاعت کرے گا، وہ بلند مقام پر پہنچ جائے گا، اور پھر دنیا و آخرت میں کسی بھی چیز کی کمی نہ ہوگی، اور اگر خدا اس کے ساتھ نہیں ہے یعنی وہ خدا کا مطیع و فرمانبردار بندہ نہیں ہے تو پھر دنیا و آخرت دونوں ہی میں خسارہ ہے۔

خدا کے عاشق بندے، جو خدا اور اس کی مخلوقات کی معرفت رکھتے ہیں (اور جانتے ہیں کہ مخلوقات میں اتنی طاقت نہیں ہے اس کی مشکلات کو حل کرسکے، اور نہ ہی اس دنیا کی چکی کسی غیر کے ارادہ و اختیار سے چل رہی ہے،) وہ ہمیشہ اپنے محبوب اور معشوق حقیقی کی نسبت وجد اور نشاط میں ہوتے ہیں، اور زندگی کے تمام مراحل میں اپنے معبود سے راضی اور خوشحال رہتے ہیں نیز اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اس کے علاوہ کسی غیر کو حلال

مشکلات نہیں سمجھتے، اسی وجہ سے اس خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

”الْهَيَّورَ يَبْمَنُ لِي غَيْرُكَ، أَسْأَلُهُ كَشْفَ ضُرِّي، وَالنَّظَرَ فَيَأْمُرِي“۔

اور جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرح عاشقانہ بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں:

”إِلٰهِي اِنَّ لِي فِي كَشْكَوْلِ الْفَقْرِ مَا لَيْسَ فِي خَزَائِكَ“

”پالنے والے! میرے کشکول گدائی میں ایسی چیز ہے جو تیرے خزانہ میں (بھی) نہیں ہے۔“

آواز آئی: (اے موسیٰ!) تمہارے کشکول گدائی میں کیا چیز ہے جو میرے خزانہ میں نہیں ہے، تو (جناب موسیٰ

(نے) عرض کیا: میرے خزانہ میں تجھ جیسا خدا ہے جو تیرے پاس نہیں ہے۔“ [116]

ایک ماں بیٹے کا واقعہ

ایک عارف و زاہد سے مروی ہے: ایک ماں نے اپنے نوجوان بیٹے کو اس کی نافرمانی اور نصیحت قبول نہ کرنے کی وجہ سے گھر سے نکال دیا اور اس سے کہا: جا، تو میرا بیٹا نہیں ہے، وہ باہر چلا گیا اور گھنٹوں تک بچوں کے ساتھ کھیلتا رہا یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا، سب بچے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ سب دوستوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا ہے اور کسی نے بھی وفا داری نہیں کی، اپنے گھر پلٹ آیا، گھر کا دروازہ بند ملا، دروازہ کھٹکھٹانے لگا، اور گریہ و زاری کے ساتھ ماں سے کہتا تھا کہ ماں دروازہ کھول دے، لیکن ماں نے دروازہ نہ کھولا۔ ادھر سے ایک عالم بزرگوار کا گزر ہوا اس نوجوان کو اس حالت میں دیکھ کر رحم آیا، دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کی ماں سے اس کی شفاعت و سفارش کی، تاکہ اس کو گھر میں آنے کی اجازت دیدے۔

چنانچہ اس عالم کی سفارش سن کر اس کی ماں نے کہا: حضور آپ کی شفاعت کو قبول کرتی ہوں، لیکن شرط یہ ہے آپ مجھے ایک تحریر لکھ کر دیں کہ اگر اس نے دوبارہ میری مخالفت کی اور میری باتوں کو نہ سنا تو اس کو دوبارہ گھر سے نکال دوں گی اور پھر آنے نہ دونگی، اور پھر مجھے یہ ماں کہنے کا بھی حقدار نہ ہوگا۔ اس عالم نے اسی مضمون کی ایک تحریر اس کو لکھ کر دی، اور آخر کار اس طرح ماں بیٹے دونوں مینصلح ہو گئی۔

چند روز کے بعد اس عالم کا دوبارہ وہاں سے گزر ہوا، دیکھا تو وہ نوجوان دوبارہ اسی طریقہ سے نالہ و فریاد کر رہا ہے، اور کہہ رہا ہے: اے ماں جو چاہے کر لے لیکن دروازہ کھول دے، اور مجھے اندر بلالے۔ لیکن ماں نے دروازہ نہ کھولا اور کہا: میں دروازہ نہیں کھولوں گی، تجھے اندر آنے نہیں دوں گی۔

وہ عالم کہتے ہیں: کہ میں یہ ماجرا دیکھ کر وہیں کھینبیٹھ گیا کہ آخر کار دیکھوں کہ ہوتا کیا ہے؟ دیکھا کہ وہ نوجوان روتے روتے زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا، ناگہاں اس کی ماں، جو دروازے کی اوٹ سے دیکھ رہی تھی، اس کی ممنا جوش میں آئی، دروازہ کھولا اور اپنے بچے کو آغوش میں اٹھایا، پیار کیا اور کہنے لگی: اے میرے نور نظر! اٹھ جا، آگھر میں چلتے ہیں، میں تجھے گھر آنے سے جو روک رہی تھی کوئی دشمنی نہیں تھی بلکہ میں تو یہ چاہتی تھی کہ تو گناہ اور مخالفت سے باز آجا، اور مطیع و اطاعت گزار بن جا۔

قارئین کرام! اگر گریہ و زاری کے وقت بھی ہمیں یہ احساس ہو کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی ہے تو ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس نوجوان کی طرح مکرر بارگاہ خداوندی میں گڑگڑائیں تاکہ اس کی رحمت کو جوش آجائے، تاکہ اس کی محبت، رحمت اور مغفرت ہمارے شامل حال ہو جائے۔

خداوند عالم کی ذات اقدس اگر انسان کے امور پر نظر کرے تو چونکہ اس کی رحمت اور لطف و کرم بے انتہا اور عظیم ہے تو انسان کے حالات کی اصلاح ہو جاتی ہے، اس کے درد کا علاج ہو جاتا ہے اور اس کا ظاہری اور باطنی فقر ختم ہو جاتا ہے۔

کارگر نظر

محمود غزنوی جس نے ایک مختصر مدت تک حکومت کی ہے، اس کی زندگی کے بارے میں ملتا ہے: ایک روز دریا کے کنارے سے اس کا گزر ہوا، دیکھا کہ ایک نوجوان رنجیدہ خاطر حزن و ملال کے ساتھ دریا میں جال ڈالے ہوئے بیٹھا ہے۔

بادشاہ نے اس کی پریشانی معلوم کی تو اس نے جواب دیا: میں کیوں رنجیدہ خاطر اور پریشان نہ ہوں، میں اور میرے سات بھائی یتیم ہیں اور ہماری ماں بہت بوڑھی ہے، باپ کے مرنے کے بعد سے گھر کا سارا خرچ میں ہی چلاتا ہوں، اپنے خرچ کے لئے ہر روز دریا سے مچھلی پکڑنے کے لئے آتا ہوں، کبھی ایک مچھلی کا شکار کرتا ہوں اور کبھی دو مچھلیاں جال میں پھنستی ہیں، جس سے بمشکل اس یتیم گھر کا خرچ چلتا ہے، محمود غزنوی نے کہا: کیا تم مجھے بھی اپنے شکار میں شریک کر سکتے ہو؟ وہ جوان راضی ہو گیا، بادشاہ نے کہا: اپنے شریک کے نام سے جال دریا میں ڈالو اور باہر نکالو، چنانچہ اس جوان نے تھوڑی دیر بعد جال کو کھینچنا شروع کیا تو اس کو نہیں کھینچ سکا، بادشاہ کے ہمراہ افراد نے اس کی مدد کی اور جال باہر نکالا تو دیکھا کہ اس میں بہت سی مچھلیاں ہیں۔

بادشاہ واپس آگیا، دوسرے روز اپنے شریک کو دربار میں بلا بھیجا، اور جب وہ محمود غزنوی کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا، اس کی احوال پرسی کی اور اس کی دلجوئی کی۔ لیکن یہ دیکھ کر درباریوں نے کہنا شروع کیا: بادشاہ سلامت! یہ ایک غریب اور نادار انسان ہے، اس کو شاہی مسند پر نہیں بٹھانا چاہئے؛ یہ سن کر بادشاہ نے

کہا: کچھ بھی ہو، ہے تو ہمارا شریک، لہذا جو بھی ہمارے پاس ہے، اس سے یہ بھی فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ جی ہاں! اگر ایک چار دن والا غیر حقیقی بادشاہ ایک لاجپار انسان کو اس طرح سے رشد ترقی کی منزل تک پہنچا سکتا ہے، اور اس کی پریشانیوں کو ختم کر سکتا ہے، تو بادشاہ حقیقی اور مالک الملک، جس کے کمالات اور صفات بے نہایت ہیں اس کے لطف و کرم کا خزانہ بے نہایت ہے، اگر کوئی اس کی بارگاہ میں اپنی پریشانیوں اور مادی و معنوی ضرورتوں کو پیش کرے تو کیا خداوند عالم اس کی مرادپوری نہیں کرے گا؟!

خداوند عالم کی نظر رحمت ایسی نظر ہے جس نے حضرت نوح اور ان کے ہمراہ مومنین کو اس عظیم طوفان سے نجات دی، جناب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں خشک عصا کو اڑدھا بنا کر فرعون کی ہیبت کو ختم کر دیا، بنی اسرائیل کو موجیں مارتے ہوئے سمندر سے ساحل نجات تک پہنچا دیتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبتوں کے پہاڑوں سے نجات عطا کی، اور جناب یوسف علیہ السلام کو اندھیرے کنویں سے نکال کر بادشاہ مصر بنا دیا، و۔۔۔

حاتم اصم کی حیرت کن داستان

حاتم اصم اپنے زمانے کے ایک مشہور عابد و زاہد تھے، اپنے علمی اور روحانی مقام کے بعد بھی گھر یلو خرچ کے لئے پریشانی اٹھاتے تھے، لیکن خداوند عالم پر بے انتہا توکل اور بہروسہ رکھتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ کچھ دوست اور رفقاء بیٹھے ہوئے تھے، حج اور زیارت کی گفتگو ہونے لگی، ان کے دل میں بھی حج و زیارات کا شوق ہوا، وہ سر زمین وحی جس پر حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اپنی پیشانی خاک پر رکھی اور خداوند عالم کی عبادت کی، اس کی زیارت کے لئے ان کا دل بے چین ہو گیا، اور ان کے دل میں تمناؤں کا سمندر امنڈ آیا۔

گھر میں آئے تو اپنی زوجہ اور بچوں سے کہنے لگے اگر تم لوگ راضی ہو نتو میں خانہ محبوب (خانہ کعبہ) کی زیارت کے لئے چلا جاؤں اور وہاں پر تم لوگوں کے لئے بھی دعا کروں۔ یہ سن کر ان کی زوجہ بولی: اس حالت میں جبکہ تنگدستی میں زندگی بسر کر رہے ہیں آپ کس طرح حج کے لئے جا رہے ہیں؟ حج تو مالدار لوگوں پر واجب ہے، اسی طرح ان کے صاحبزادہ نے بھی اپنی ماں کی باتوں کی تائید کی، لیکن ان کی چھوٹی لڑکی نے کہا: کیا پریشانی ہے کہ اگر ہم اپنے باپ کو سفر حج کی اجازت دیدیں؟ جانے دیجئے، ہمارا رزق کا ذمہ دار تو خدا ہے، باپ فقط اس میں وسیلہ ہیں، خداوند قادر ہماری روزی کسی دوسرے طریقہ سے پہنچا سکتا ہے۔ اس ہوشیار بچی کی یہ بات سن کر سب لوگ حقیقت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو حج خانہ کعبہ کی اجازت دیدی، اور کہا: ہمارے لئے بھی خانہ خدا میں دعا کرنا۔

حاتم صاحب بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی، اور کاروان حج کے ساتھ روانہ حج ہو گئے۔ جب پڑوسیوں کو یہ معلوم ہوا کہ حاتم صاحب حج کے لئے چلے گئے ہیں تو اس لڑکی کے پاس آکر اس کی ملامت کرنے لگے، کہ کیوں تم نے اپنے باپ کو حج کی اجازت دیدی؟! جبکہ تمہاری حالت اچھی نہیں ہے، اور پھر اس سفر میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں، اب تم ہی بتاؤ تمہارا خرچ کس طرح چلے گا؟

ان کی بیوی نے بھی اس بچی سے کہا کہ اگر تو چپ رہتی تو ہم ان کو حج کی اجازت نہ دیتے! بچی بہت زیادہ رنجیدہ خاطر ہو گئی اور غم و اندوہ کی وجہ سے اس کی معصوم آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور اس نے دست دعا بلند کر دئے، اور کہا: پالنے والے! یہ لوگ تیرے احسان و کرم کے عادی ہو گئے ہیں، اور ہمیشہ تیری نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں، ان کو شرمندہ نہ کر اور مجھے بھی ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

سب لوگ تعجب کر رہے تھے کہ ان کے لئے کھانے پینا کا سامان کون لائے گا، اچانک حاکم شہر جو شکار کر کر کے واپس لوٹ رہا تھا اور پیاس سے برا حال تھا، اس نے پانی کی تلاش میں اپنے خادموں کو بھیجا تاکہ اس کے لئے پانی کی کوئی سبیل کریں۔

چنانچہ وہ لوگ حاتم کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، حاتم کی زوجہ دروازے پر آکر کہتی ہے کہ تم کون لوگ ہو اور کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے دروازہ پر حاکم آیا ہے اور پیاسا ہے پانی پینا چاہتا ہے۔ زوجہ نے تعجب سے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: پالنے والے! کل ہم لوگ بھوکے ہی سو گئے تھے اور آج ہمارے دروازے پر حاکم پانی مانگ رہا ہے!!

اس کے بعد مٹی کے کٹورے میں پانی بھر کر اس کو پیش کیا اور کہا کہ معاف کرنا ہمارے پاس مٹی کے ہی برتن ہیں۔ امیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ کس کا گھر ہے؟ کہا: حاتم اصم کا، جو بہت ہی زیادہ عابد و زاہد انسان ہیں اور اس وقت حج کے لئے گئے ہوئے ہیں، ادھر ان کے بال بچے پریشانی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حاکم نے کہا: ہم نے ان سے پانی مانگ کر ان کو زحمت میں ڈال دیا ہے، یہ ہماری شان کے خلاف ہے کہ ایسے غریب لوگوں کو زحمت میں

ڈالیں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا سونے کا کمر بند (پٹکا) نکالا اور ان کے مکان کی طرف ڈال دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: جو بھی مجھے چاہتا ہے، اپنے کمر بند کو یہاں ڈال دے، چنانچہ یہ سن کر سب نے اپنا اپنا کمر بند نکال کر ان کے حوالے کر دیا، اور واپس لوٹتے وقت حاکم نے ان سے کہا: خدا رحمت کرے تم لوگوں پر، میں ابھی وزیر کو بھیجتا ہوں تاکہ ان کمر بندوں کی قیمت لاکر تمہیں دیدے اور یہ کمر بند لے جائے، کچھ ہی دیر بعد وزیر آیا اور ان کی قیمت ادا کر کے کمر بندوں کو لے گیا!!

جیسے ہی اس لڑکی نے اس ماجرے کو دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، لڑکی کو روتے دیکھ کر سب کہنے لگے، روتی کیوں ہو؟ یہ تو خوشی کا موقع ہے، کیونکہ خداوند عالم نے تم پر اتنا لطف و کرم کیا اور ہماری بھی آنکھیں کھول دی ہیں۔ یہ سن کر وہ لڑکی بولی: میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ کل رات ہم لوگ بھوکے سوئے تھے اور آج مخلوق خدا نے ہم پر ایک نظر کرم کیا اور ہمیں بے نیاز کر دیا، لہذا اگر خداوند مہربان کسی پر ایک نظر کر لے تو اس کی نظر کیا کرے گی؟!

اس کے بعد اس لڑکی نے اس طرح اپنے باپ کے لئے دعا کی: پالنے والے! جیسا تو نے ہمارے ساتھ احسان کیا اور ہماری مشکل کو آسان فرمایا ہے ہمارے باپ کو بھی مشکلوں سے نجات دے اور ان کے سفر کو آسان فرما۔ ادھر حاتم اصم اپنے قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، نہ سواری تھی اور نہ زیادہ خرچ، لیکن جو لوگ ان کو پہچانتے تھے راستے میں ان کی مدد کیا کرتے تھے۔

ایک رات اچانک امیر کارواں کے بہت شدید درد اٹھا، کارواں میں موجود طبیب نے اس کو علاج کہہ دیا، اس موقع پر رئیس قافلہ نے کہا: کیا کوئی ہمارے قافلہ میں ایسا شخص ہے جس کی دعا اثر کر جائے، لوگوں نے بتایا: ہاں! حاتم اصم موجود ہیں، امیر کارواں نے کہا: جلد اس کو میرے پاس بلا لاؤ شاید ان کی دعا کچھ اثر کر جائے، یہ سن کر اس کے ساتھی دوڑے دوڑے حاتم کے پاس آئے اور ان کو لے کر امیر کے پاس پہنچے، حاتم نے سلام کیا، امیر کارواں کے سر ہانے کھڑے ہو کر اس کی شفا کے لئے دعا کی، اور ان کی دعا کی برکت سے امیر کو شفا مل گئی، جس کے بعد امیر کارواں نے ان کو بہت نوازا اور کہا: ان کو ایک سواری دی جائے، اور ان کے آنے جانے کا تمام خرچ ہمارے ذمہ ہے۔ حاتم نے امیر کارواں کا شکریہ ادا کیا اور اس رات میں ایک مخصوص حالت میں خداوند عالم کے ساتھ راز و نیاز کیا، جب بستر پر سوئے تو عالم خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے:

”اے حاتم! جو شخص اپنے کاموں کو ہمارے اوپر چھوڑ دیتا ہے اور ہم پر بھروسہ کرتا ہے، ہم بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑتے اور اس پر اپنے لطف و کرم کی بارش کر دیتے ہیں، اے حاتم! تم اپنے اہل و عیال کی طرف سے بھی فکر مند نہ رہنا ہم نے ان پر بھی اپنا خاص لطف و کرم کیا۔ حاتم جیسے ہی خواب سے بیدار ہوئے، خداوند عالم کا شکر ادا کیا اور خداوند عالم کے اس لطف و کرم سے حیرت زدہ ہو گئے۔

جس وقت وہ سفر سے لوٹے، ان کے اہل و عیال ان کے استقبال کے لئے آئے اور سب لوگ خوش و خرم تھے، لیکن حاتم سب سے زیادہ اپنی بچی سے پیار کرتے ہیں، اس کو آغوش میں لیتے ہیں اور چومتے ہیں اور کہتے ہیں: ایسا ہوسکتا ہے کہ ظاہراً چھوٹے بچے ہوں لیکن اندر سے بہت بزرگ افراد ہوں، خدا عمر کے لحاظ سے اپنے بندوں پر نظر نہیں کرتا بلکہ ان کی معرفت کے لحاظ سے نظر رحمت کرتا ہے، لہذا خداوند عالم کی معرفت اور اس پر اعتماد رکھنا چاہئے، کیونکہ جو شخص بھی اس پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے وہ اس کو تنہا نہیں چھوڑتا ہے“۔ [117]

نظر کیمیا اثر

فاضل بزرگوار سید جعفر مزارعی روایت کرتے ہیں: حوزہ علمیہ نجف اشرف میں ایک طالب علم معاشی زندگی کے لحاظ سے بہت زیادہ پریشان تھا۔ ایک روز اس حالت کی شکایت کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے حرم میں مشرف ہوا، اور عرض کیا: آپ کے روضہ مبارک پر اس قدر فانوس اور قندیلیں لگی ہوئی ہیں، ہمارے پاس کھانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں!!

رات ہوئی تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں: اگر نجف میں میرے پڑوسی بنے رہنا چاہتے ہوں تو یہی طلبگی نان و نمک ہے، اور اگر اچھی زندگی چاہتے ہو، تو ”حیدر آباد دکھن“ (ہندوستان) فلاں شخص کے مکان پر جاؤ اور جب مالک مکان نکل کر آئے تو صاحب مکان سے کہنا:

بہ آسمان رود و کار آفتاب کند

خواب سے بیدار ہوا تو پھر حرم میں گیا اور عرض کی ، میں یہاں پریشان ہوں اور آپ مجھے ہندوستان بھیج رہے ہیں!! دوسری رات پھر حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور کہا: بات وہی ہے جو ہم نے کہی ہے ، اگر ہمارے پڑوس میں اس طرح زندگی نہیں گزار سکتے تو ہندوستان جاؤ اور فلاں راجہ کو تلاش کر کے اس سے کہو:

بہ آسمان رود و کار آفتاب کند

خواب سے بیدار ہوا، صبح ہوتے ہی اپنی کتابیں اور سامان جمع کیا اور سب کو بیچ دیا تاکہ ہندوستان جانے کا زاد راہ جمع کرے، بعض دوسرے صاحبان حیثیت نے بھی اس کی مدد کی اور یہ طالب علم حیدر آباد میں اس راجہ کی تلاش میں چل دیا، جب لوگوں نے اس سیدھے سادھے طالب علم کو راجہ کی تلاش میں دیکھا تو بہت تعجب کیا۔ لیکن آخر کار تلاش کرتے کرتے اس راجہ کے مکان پر پہنچ گیا، جب اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازہ کھول کر ایک شخص باہر آیا جیسے ہی اس شخص کو دیکھا تو اس سے کہا:

بہ آسمان رود و کار آفتاب کند

یہ سنتے ہی راجہ صاحب نے اپنے نوکروں سے کہا: مولانا صاحب کو فلاں کمرے کی طرف لے کر چلو، تھوڑا آرام کرنے کے بعد ان کو نہلا دھلا کر بہترین قیمتی کپڑے پہنائے گئے۔ بہترین مہمان داری ہو رہی تھی، دوسرے روز دیکھا کہ شہر کے بڑے بڑے لوگ اور علماء کرام تشریف لارہے ہیں، اور سب ایک ہال میں جمع ہو رہے ہیں، مولانا صاحب نے اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: کیا پروگرام ہے؟ تو اس نے بتایا: راجہ صاحب کی لڑکی کا عقد ہے، مولانا صاحب نے دل ہی دل میں کہا: جب سے اس مکان پر آیا ہوں ، تمام عیش و آرام کے وسائل موجود ہیں۔

جب محفل سج گئی، راجہ صاحب اس ہال میں تشریف لائے، ان کے احترام میں سب لوگ کھڑے ہو گئے، اور وہ اپنی مخصوص جگہ پر آکر تشریف فرما ہو گئے۔

اس وقت راجہ صاحب نے اہل محفل کی طرف مخاطب کر کے کہا: بھائیوں میں نے اپنی آدھی ملکیت، (پیسہ، محل، زمین اور باغات وغیرہ) نجف اشرف سے آنے والے ان مولانا کو ہدیہ کر دی، اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ میری دو ہی لڑکیاں ہیں ان میں سے جو زیادہ خوبصورت ہے اس کے ساتھ ان کا عقد کرتا ہوں، اور موجود علماء کرام سے خطاب کیا، آپ لوگوں میں سے کوئی ایک عقد پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے۔

نکاح پڑھ دیا گیا، اس وقت مولانا صاحب کو بہت تعجب ہوا، اور اس واقعہ کی تفصیل کے بارے میں سوال کیا؟ راجہ صاحب نے کہا: میں نے چند سال پہلے سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ایک شعر کہا ہے، لیکن اس پر مصرعہ نہیں لگاسکا، میں نے ہندوستانی فارسی شعراء سے بھی مدد مانگی، لیکن وہ بھی کوئی ڈھنگ کا مصرعہ نہ لگاسکے، ایرانی شعراء کی طرف بھی رجوع کیا، وہ بھی دل کو نہ بھایا، میں نے دل میں سوچا، میرا شعر حضرت علی علیہ السلام کی نظرِ کیمیا اثر میں مقبول نہیں ہے، لہذا میں نے نذر کی کہ اگر کوئی اس شعر پر اچھا مصرعہ لگادے تو میں اس کو اپنی آدھی دولت بخش دوں گا اور اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا، مولانا صاحب! آپ نے میرے شعر پر مصرعہ لگادیا، میں نے دیکھا کہ واقعاً یہ مصرعہ ہر لحاظ سے بہت عمدہ اور ہم آہنگ ہے، مولانا صاحب نے کہا: پہلا مصرعہ کیا تھا؟ راجہ نے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا:

بہ ذرہ، گر نظر لطف بو تراب کند

مولانا صاحب کہتے ہیں: یہ دوسرا مصرعہ میرا نہیں ہے، بلکہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کا ہے، اس وقت راجہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہا:

بہ ذرہ، گر نظر لطف بو تراب کند

بہ آسمان رود و کار آفتاب کند

قارئین کرام! جب حضرت علی علیہ السلام کی کیمیا اثر نظر کے صدقہ میں ایک نیازمند اور پریشان حال کی مشکلات اس طرح بدل سکتی ہے تو اگر خداوند مہربان اپنے بندے پر نظرِ رحمت کر لے تو کیا حال ہوگا؟

- [1] سورہ شوریٰ آیت ۱۱۔ (ترجمہ : اس کے مانند کوئی شے نہیں ہے)
- [2] سورہ اعراف آیت ۱۸۲۔ ”ہم نے انہیں عنقریب اس طرح لپیٹ لیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔
- [3] نجات اللیل: ۸۱۔
- [4] بحار الانوار ج ۷۵، ص ۱۲۶، باب ۲۰ حدیث ۷۔
- [5] سورہ یوسف آیت ۸۷۔
- [6] سورہ زمر آیت ۵۳۔
- [7] سورہ نساء آیت ۲۳۔
- [8] سورہ نساء آیت ۲۵۔
- [9] سورہ مائدہ آیت ۳۹۔
- [10] سورہ انفال آیت ۶۹۔
- [11] تحف العقول: ۱۸؛ میزان الحکمہ: ۶۳۸۲، التوبہ، حدیث ۲۱۲۶۔
- [12] نہج البلاغہ، حکمت نمبر ۴۳۵۔
- [13] بحار الانوار: ج ۶ ص ۲۸، باب ۲۰، حدیث ۳۲۔
- [14] کافی، ج ۲ ص ۴۳۰، باب توبہ، حدیث ۱؛ بحار الانوار: ج ۶ ص ۲۸، باب ۲۰، حدیث ۳۱۔
- [15] سورہ فرقان آیت ۷۰۔
- [16] سورہ ہود آیت ۱۱۴۔
- [17] سورہ فرقان آیت ۷۰۔ تفسیر نور الثقلین ج ۴ ص ۳۳۔
- [18] تفسیر نمونہ ج ۱۵، ص ۱۶۰۔
- [19] توحید صدوق: ۲۴؛ بحار الانوار: ج ۳ ص ۵، باب ۱، حدیث ۱۴۔
- [20] توحید صدوق: ۲۲؛ بحار الانوار: ج ۳ ص ۵، باب ۱، حدیث ۱۲۔
- [21] توحید صدوق: ۲۹؛ بحار الانوار: ج ۳ ص ۹، باب ۱، حدیث ۲۰۔
- [22] توحید صدوق: ۲۱؛ وسائل الشیعہ: ج ۷ ص ۲۱۰، باب ۴۴، حدیث ۹۱۴۰۔
- [23] توحید صدوق: ۲۷؛ بحار الانوار: ج ۹ ص ۱۹۷، باب ۵، حدیث ۲۱۔
- [24] بحار الانوار، ج ۳ ص ۱۳، باب ۱ حدیث ۲۸؛ مستدرک الوسائل، ج ۵ ص ۳۵۹ باب ۳۶ حدیث ۶۰۸۳۔
- [25] میزان الحکمہ: ج ۲۳۶۲۵، التسبیح، حدیث ۸۲۴۰۔
- [26] معانی الاخبار ۹ حدیث ۳؛ میزان الحکمہ: ج ۲۳۶۲۵، التسبیح، حدیث ۸۲۴۱۔
- [27] سورہ اسراء آیت ۴۴۔
- [28] سورہ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔
- [29] انیس اللیل: ۲۲۶۔
- [30] انیس اللیل: ۲۲۷۔
- [31] بحار الانوار: ج ۶۸ ص ۳۳، باب ۶۱، حدیث ۱۴۔
- [32] بحار الانوار: ج ۶ ص ۳۶، باب ۲۰، حدیث ۵۶۔
- [33] کافی، ج ۲ ص ۴۲۶، باب الاعتراف بالذنوب، حدیث ۲؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۶۴۲، التوبہ، حدیث ۲۱۵۳۔
- [34] مستدرک الوسائل: ج ۱۲ ص ۱۱۶، باب ۸۲، حدیث ۱۳۶۷۱؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۶۴۴، التوبہ، حدیث ۲۱۵۵۔
- [35] غرر الحکم: ۱۹۵، حدیث ۳۸۱۱؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۶۴۴، التوبہ، حدیث ۲۱۵۶۔
- [36] سورہ تحریم آیت ۶
- [37] انیس اللیل ص ۲۳۳۔
- [38] انیس اللیل ص ۲۳۹۔
- [39] مجموعہ ورام: ج ۱ ص ۱۸۹۔
- [40] عدۃ الداعی: ص ۳۳۷۔
- [41] غرر الحکم: ۷۳، حدیث ۱۰۹۴؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۶۸، الجہل، حدیث ۲۷۹۸۔
- [42] غرر الحکم: ۷۳، حدیث ۱۰۹۵؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۶۸، الجہل، حدیث ۲۷۹۹۔
- [43] غرر الحکم: ۷۵، حدیث ۱۱۶۴؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۶۸، الجہل، حدیث ۲۸۰۲۔
- [44] غرر الحکم: ۷۵، حدیث ۱۱۵۲؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۷۰، الجہل، حدیث ۲۸۱۷۔
- [45] غرر الحکم: ۷۵، حدیث ۱۱۶۳؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۷۰، الجہل، حدیث ۲۸۱۸۔
- [46] غرر الحکم: ۷۴، حدیث ۱۱۲۳؛ میزان الحکمہ: ج ۲ ص ۸۷۰، الجہل، حدیث ۲۸۲۲۔
- [47] بحار الانوار: ج ۹۴ ص ۲۱۹، الیوم التاسع والعشرون۔
- [48] سورہ مطففین آیت ۱۵۔
- [49] سورہ شمس آیت ۹، ۱۰۔
- [50] شرح نہج البلاغہ: ج ۶ ص ۳۳۷؛ میزان الحکمہ: ۱۵۳۶۴، الخلق، حدیث ۵۰۹۷۔
- [51] غرر الحکم: ۲۶۵، حدیث ۵۷۲۲؛ میزان الحکمہ: ۱۵۳۶۴، الخلق، حدیث ۵۰۹۸۔
- [52] غرر الحکم: ۲۶۴، حدیث ۵۶۹۷؛ میزان الحکمہ: ۱۵۳۶۴، الخلق، حدیث ۵۰۸۹۔

- [53] محجة البيضاء، ج ۵، ص ۹۳، کتاب ریاضة النفس، میزان الحکمة ۴ ۱۵۳۶ الخلق، حدیث ۵۱۰۱۔
- [54] المناقب: ج ۲ ص ۳۰۱، فصل فی السابقة بالزهد؛ عدة الداعي ص ۲۰۹؛ بحار الانوار ج ۸۴ ص ۱۵۶، باب ۶، حدیث ۴۱۔
- [55] کافی، ج ۳ ص ۴۵۰، باب صلاة النوافل، حدیث ۳۴۔
- [56] بحار الانوار: ج ۱ ص ۱۵۰، باب ۴، علامات العقل۔
- [57] میزان الحکمة: ۱۸۴۱، الأمل، حدیث ۶۷۵۔
- [58] بحار الانوار: ج ۷ ص ۱۷۵، باب ۷، حدیث ۸۔
- [59] بحار الانوار: ج ۹ ص ۱۵۵، باب ۳۲، حدیث ۲۲۔
- [60] غرر الحکم: ۳۱۲، حدیث ۷۲۰۷؛ میزان الحکمة: ۱۸۶۱، الأمل، حدیث ۶۸۳۔
- [61] غرر الحکم: ۳۱۳، حدیث ۷۲۴۵؛ میزان الحکمة: ۱۸۶۱، الأمل، حدیث ۶۸۴۔
- [62] غرر الحکم: ۶۵، حدیث ۸۶۰؛ میزان الحکمة: ۱۸۶۱، الأمل، حدیث ۶۸۵۔
- [63] غرر الحکم: ۳۱۲، حدیث ۷۲۰۶؛ میزان الحکمة: ۱۸۶۱، الأمل، حدیث ۶۸۶۔
- [64] کافی، ج ۲ ص ۳۲۹، باب القسوة، حدیث ۱؛ میزان الحکمة: ۱۸۸۱، الأمل، حدیث ۷۱۸۔
- [65] اقبال: ص ۳۹۰، میزان الحکمة: ۱۸۶۱، الأمل، حدیث ۶۹۔
- [66] بحار الانوار: ج ۷ ص ۱۶۷، باب ۱۲۸، حدیث ۳۱۔
- [67] سورة اعراف آیت ۵۸۔
- [68] کافی: ۵۸۸، حدیث ۲۱؛ بحار الانوار: ۱۰۶ ۲، باب ۱۵، حدیث ۲۔
- [69] بحار الانوار ج ۷ ص ۸۴، باب ۱۲۳، حدیث ۴۷۔
- [70] وسائل الشیعة: ۱۰۱۶، باب ۶۲، حدیث ۲۱۸۲۷۔
- [71] کافی: ۱۵۱، کتاب العقل و الجهل، حدیث ۱۲۔
- [72] بحار الانوار: ۹۹۷۰، باب ۱۲۲، حدیث ۸۶۔
- [73] تحف العقول: ۳۰۳؛ بحار الانوار: ۲۸۱۷۵، باب ۲۴، حدیث ۱۔
- [74] علم الاخلاق ص ۱۰۱۔
- [75] سورة يوسف آیت ۵۳۔
- [76] سورة شمس آیت ۱۰۔
- [77] سورة بقره آیت ۱۳۰۔
- [78] سورة يوسف آیت ۱۸۔
- [79] سورة مدثر آیت ۳۸۔
- [80] سورة نازعات آیت ۴۰ و ۴۱۔
- [81] سورة زمر آیت ۵۶۔
- [82] عدة الداعي: ۳۱۴؛ بحار الانوار: ۶۴۶۷، باب ۴۵، حدیث ۱۔
- [83] غرر الحکم: ۲۳۷، اصلاح النفس، حدیث ۴۷۶۶۔
- [84] غرر الحکم: ۲۴۱، مخالفة الهوى، حدیث ۴۸۸۱۔
- [85] غرر الحکم: ۱۳۶، الدنيا آفة النفس، حدیث ۲۳۸۶۔
- [86] غرر الحکم: ۲۳۵، مراقبة النفس، حدیث ۴۷۱۸۔
- [87] غرر الحکم: صلاح الدين بهما ...، حدیث ۵۹۱۲۔
- [88] نهج البلاغه: ۳۱۲، خطبه نمبر ۱۹۸، من خطبة له (ع) بيته على احاطة علم الله.....
- [89] غرر الحکم: ۱۳۶، الدنيا آفة النفس، حدیث ۲۳۸۵۔
- [90] غرر الحکم: ۳۰۳، ذم اللذات، حدیث ۶۹۲۳۔
- [91] سورة صافات آیت ۱۲۰۔
- [92] سورة صافات آیت ۱۲۲۔
- [93] غرر الحکم: ۳۴۰، تهذيب النفس، حدیث ۴۸۵۱۔
- [94] حکمت الہی ص ۳۹۸ تا ۳۹۹۔
- [95] نفس اور اس کے اچھے برے حالات کے بارے میں مذکورہ کتاب (حکمت الہی) میں تفصیل کے ساتھ مطالب بیان کئے گئے ہیں، فارین کرام! مزید آگاہی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہے۔
- [96] سورة مائدہ آیت ۹۵۔
- [97] بھرہ، کم سننے والا۔
- [98] نهج البلاغه: ۱۵۶، ومن كلام له (ع) اهل بصره سے خطاب...؛ بحار الانوار: ۱۰۰ ص ۵۶، باب ۴، حدیث ۳۲۔
- [99] سورة بقره آیت ۶۵۔
- [100] غرر الحکم: ۴۷۹، متفرقات اجتماعی، حدیث ۱۱۰۰۹۔
- [101] نهج البلاغه: حکمت ۱۸۱۔
- [102] نهج البلاغه: ۲۲۱، خطبه ی ۱۷۵، ومن خطبة له (ع) بحث الناس على التقوى۔
- [103] تحف العقول: ۳۵۶۔
- [104] شجرہ ملعونہ کے معنی "لعنت کیا ہوا درخت" ہے، جس کا ذکر قرآن مجید (سورہ اسراء آیت ۶۰) میں ہوا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

”وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُحَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا.“

- [105] امالی مفید: ۵۱، مجلس ششم، حدیث ۱۸۔
 [106] بحار الانوار: ۷۲۶۸، باب ۶۲۔
 [107] بحار الانوار: ۲۶۹۶۸، باب ۷۷، حدیث ۴۔
 [108] بحار الانوار: ۲۶۹۶۸، باب ۷۷، حدیث ۵۔
 [109] غررالحکم: ۲۶۵، حدیث ۵۷۴۴؛ میزان الحکمة: ۴۳۶۲۹، الغفلة، حدیث ۱۵۱۳۵۔
 [110] غررالحکم: ۱۴۶، حدیث ۲۶۵۶؛ میزان الحکمة: ۴۳۶۲۹، الغفلة، حدیث ۱۵۱۴۳۔
 [111] غررالحکم: ۲۶۶، حدیث ۵۷۶۵؛ میزان الحکمة: ۴۳۷۲۹، الغفلة، حدیث ۱۵۲۰۷۔
 [112] غررالحکم: ۲۶۶، حدیث ۵۷۶۲؛ میزان الحکمة: ۴۳۷۲۹، الغفلة، حدیث ۱۵۲۰۸۔
 [113] بحار الانوار: ۱۱۴۷۵، باب ۱۹، حدیث ۱۰؛ میزان الحکمة: ۴۳۷۲۹، الغفلة، حدیث ۱۵۲۰۳۔
 [114] بحار الانوار: ۲۹۵۱۴، باب ۲۱۔
 [115] کافی: ۱۴۸۲، باب الاستغناء عن الناس، حدیث ۲۔
 [116] نجات اللیل ص ۱۰۹۔
 [117] انیس اللیل ص ۲۹۲۔

شرح دعاء کمیل

”إِلَهِي وَمَوْلَايَ أَجْرَيْتَ عَلَيَّكُمْ مَا تَبِعْتُ فِيهِ هَوَى نَفْسِي، وَلَمْ أُخْتَرَسْ فِيهِ مِنْ تَزْيِينِ عُدُوِّي، فَعَزَّيْتُ بِمَا هُوَ أَوْ أَسْعَدَهُ عَلَى ذَلِكَ الْقَضَاءِ فَتَجَاوَزْتُ بِمَا جَرَى عَلَيَّ مِنْ ذَلِكَ بَعْضُ حُدُودِكَ، وَخَالَفْتُ بَعْضَ أَوْامِرِكَ.“

”خدا یا مولایا تو نے مجھ پر احکام نافذ کئے اور میں نے خواہش نفس کا اتباع کیا اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ دشمن (شیطان) مجھے فریب دے رہا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے خواہش کے سہارے مجھے دھوکہ دیا اور میرے مقدر نے بھی اس کا ساتھ دے دیا اور میں نے تیرے احکام کے معاملہ میں حدود سے تجاوز کیا اور تیرے بہت سے احکام کی خلاف ورزی کر بیٹھا۔“

وظائف اور ذمہ داریاں

خداوند عالم جن چیزوں کے ذریعہ انسان کی زندگی کو سنوارنا چاہتا ہے، جیسے صحیح عقائد جن کی جگہ قلب ہے، اخلاق حسنة جن کی جگہ نفس اور باطن انسان ہے، اور اعمال صالحہ، جن کو اعضاء و جوارح سے انجام دیا جاتا ہے، انہیں تمام چیزوں کو وظائف اور ذمہ داریاں کہا جاتا ہے، اور یہ چیزیں خدا کی ربوبیت، اس کے علم و حکمت، اور اس کی رحمت و احسان کے جلوے ہیں اور یہ انسان کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے پیش نظر قرار دی گئی ہیں۔

بے شک اگر خداوند عالم کی طرف سے معین کردہ وظائف پر خلوص نیت اور عشق و محبت کے ساتھ عمل کیا جائے چاہے کسی بھی حالت میں انجام دئے جائیں انسان کمال اور سعادت کی منزلوں پر فائز ہو جائے گا، رضائے الہی اس کے شامل حال ہوگی، البیاء اللہ بھی اس سے خوش ہوں گے، اس کی زندگی طیب و طاہر ہو جائے گی، اور آخرت میں خدا کے لطف و کرم کے زیر سایہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ قرار پائے گا۔ خدا کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری میں مانع ہونے والی چیز ہوائے نفس ہے، جس کے معنی انسانی خواہشات کا بے لگام ہوجانا ہے، اور جب انسان ان خواہشوں کا شکار ہوجاتا ہے تو دنیاوی زرق و برق کو دیکھ کر ان میں غرق ہوجاتا ہے اور پھر گناہوں میں ڈوب جاتا ہے،

اور اپنی تمام تر طاقت کو انہیں کے لئے خرچ کرتا ہے، اگرچہ دوسروں پر ظلم و ستم اور ان کے حقوق کو پامال ہی کیوں نہ کرنا پڑے، اور اپنے اندر موجود شیطنت کی وجہ سے ایسے امور کی طرف دعوت دیتا ہے کہ نہ اسے اصول اعتقاد کی خبر رہتی ہے اور نہ ہی اخلاقی کردار کی، اور پھر یہاں تک آگے بڑھ جاتا ہے کہ نہ اپنے اوپر رحم کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں پر،

اور ایک خطرناک حیوان کی طرح حقائق اور واقعات کو نادیدہ کرتے ہوئے زندگی کو تباہ کر ڈالتا ہے، یہاں تک کہ موت آکر اس کا گلا دبا لیتی ہے، اور اس کی گندگی اور کثافت سے دنیا کو پاک کر دیتی ہے۔

اگر رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ایک بہت اہم روایت کے ضمن میں فرمایا ہے:

”أَعَدَى عَدُوَّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ“ [1]

”(خبردار!) تمہارا سب سے بڑا دشمن؛ تمہارے دو پہلوؤں کے درمیان موجود تمہارا مادّی نفس ہے۔“
تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان حق ہے اور نفس کے سلسلہ میں ایک بہت اہم چیلنج ہے۔
جی ہاں! نفس امارہ، اور جس چیز کو قرآن کریم کی زبان میں ہوائے (نفس) سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ انسان کا سب سے
خطرناک دشمن ہے، کیونکہ انسان اسی ہوائے نفس کی بنا پر اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کر ڈالتا ہے، اور یہی ہوائے نفس
ہوتی ہے جو انسان کو تمام برائیوں میں غرق کر دیتی ہے اور ہر نیکی سے روک دیتی ہے۔
حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: کسی شخص نے مجھ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کو جمع کرنے والی
صفت کے بارے میں سوال کیا، تو میں نے کہا: اپنے نفس کی مخالفت کرو۔ [2]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْهِ“ [3]

سب سے بڑا جہاد؛ ”جہاد بالنفس“ ہے۔

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے:

”يَا عَلِيُّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ أَصْبَحَ لِيَهُمْ يَظْلُمُ أَحَدًا“ [4]

”یا علی! سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ انسان صبح اٹھے تو کسی پر ظلم و ستم کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔“

اگر انسان ہوائے نفس کا شکار ہو جائے، یعنی اپنی بے حساب شہوت کے ذریعہ خداوند عالم کی مخالفت کرے تو ہوائے
نفس اس کو قیدی بنا کر دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، اور یاد خدا، یاد قیامت، موقع حساب و کتاب، وقت موت اور خدا کے
واجب کردہ وظائف اور ذمہ داریوں کو بھلا دیتی ہے، اور اس وقت قضائے الہی جو اس سلسلہ میں انسان انسان کی آزادی
اور اس کا اختیار ہے اس دھوکا دھڑی میں غدار دشمن کی مدد کرتی ہے، اور انسان کو اس آزادی اور اختیار سے ناجائز
فائدہ اٹھانے پر مجبور کر دیتی ہے، اور خداوند عالم کی اطاعت اور وظائف پر عمل کرنے کے بجائے، ظلم و ستم اور
ردوسروں پر تجاوز کرنے لگتا ہے، اور انسان خداوند عالم کی معین کردہ حدود اور دیگر اصول سے تجاوز کرتا ہے، اور
خداوند عالم کے سعادت بخش احکام کی مخالفت کرتا ہے۔

”فَلَاكُ الْحَمْدُ عَلَيَّ فَيَجْمَعُ ذَلِكَ، وَلَا حُجَّةَ لِي فِيمَا جَرَى عَلَيَّ فِيهِ قَضَاؤُكَ، وَالْأَزْمِنِيحُ كُمُكَ وَيَلَاؤُكَ،“

”بہر حال اس معاملہ میں میرے ذمہ تیری حمد بجالانا ضروری ہے اور اب تیری حجت ہر مسئلہ میں میرے اوپر تمام ہے
اور میرے پاس تیرے فیصلہ کے مقابلہ میں اور تیرے حکم و آزمائش کے سامنے کوئی حجت و دلیل نہیں ہے۔“

انسان پر خدا کی حجتیں

انسان کے پاس ایسی کوئی حجت نہیں ہے جو دنیا میں اپنی ضلالت و گمراہی، کجی اور انحراف اور گناہ و معصیت کے
سلسلہ میں خدا کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔

مثلاً اگر انسان کہے: میں طاقت و قدرت نہیں رکھتا تھا، تو یہ تو بہت بڑا جھوٹ ہے، چونکہ اس کا بدن صحیح و سالم تھا،
مختلف نعمتوں سے نوازا گیا تھا لہذا اپنے وظائف کو انجام دینے پر قدرت رکھتا تھا۔
اور اگر انسان کہے: عقل سے محروم تھا، یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے، چونکہ اگر عقل سے محروم ہوتا تو کس طرح اپنے
دنیا میں کاروبار، تجارت اور دوسرے امور انجام دیتا تھا؟!

اور اگر انسان کہے: اگر میری ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے کوئی نبی، امام یا کتاب ہدایت کا انتظام ہوتا تو میں ان کی
پیروی کرتا؛ تو پھر اس کے جواب میں کہا جائے گا: ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے گئے، بارہ
معصوم امام ہدایت کے لئے معین کئے گئے، لیکن تجھے کیا ہو گیا تھا تو نے اپنے دنیاوی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہر
ممکن سعی و کوشش کی، لیکن ہدایت کے سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا؟!

اور اگر انسان کہے: ہدایت کے لئے کوئی عالم دین، کتاب ہدایت اور معنویت سے آباد مسجد کا انتظام نہ تھا، تو کہا جائے
گا: یہ جھوٹ اور رتہمت ہے، کیونکہ ہماری ہدایت کی آواز ہر طرف سے آرہی تھی لیکن تیرا تکبر، خود پسندی اور
ہوائے نفسانی ”صدائے ہدایت“ سننے میں ممانع ہوئی اور تو نے حق کی پیروی نہیں کی ہے!

قارئین کرام! مذکورہ حقائق کے پیش نظر خداوند عالم کی طرف سے دنیا و آخرت میں انسان کو محکوم کرنے کے لئے
حجت کا دروازہ کھلا ہے، اور انسان کے لئے اپنا عذر پیش کرنے اور عذاب الہی سے بچنے کے لئے کوئی بھی بھانہ اور
عذر قابل قبول نہیں ہے۔

اس واضح اور آشکار حقیقت (انسان پر خدا کی حجت حکم فرما ہے ، اور وہ عذاب الہی کا مستحق ہے) خدا کے پیش نظر ہم صرف ایک اہم روایت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، جو اسلامی معتبر کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ حمید بن زیاد نے حسن بن محمد گندی سے اور انہوں نے احمد بن حسن میثمی سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے اور انہوں نے عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے :

”سَمِعْتُ أَبَاعَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: بُوئْتِي بِالْمَرْأَةِ الْحَسَنَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّتِي قَدْ افْتَنَّتْ فِي حُسْنِهَا فَتَقُولُ: يَا رَبِّ حَسَنْتَ خَلَقِي حَتَّى لَقِيتُ مَا لَقِيتُ؛ فَيُجَاءُ بِمَرِيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَيَقَالُ: أَنْتِ أَحْسَنُ أَوْ هَذِهِ؟ فَدَحَسَنَّاَهَا فَلَمْ نُفْتِنَنَّ، وَ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ الْحَسَنِ الَّذِي قَدْ افْتَنَّنَ فِي حُسْنِهِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ حَسَنْتَ خَلَقِي حَتَّى لَقِيتُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَقِيتُ فَيُجَاءُ بِيُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقَالُ: أَنْتِ أَحْسَنُ أَوْ هَذَا؟ قَدْ حَسَنَّاَهَا فَلَمْ يُفْتِنَنَّ. وَ يُجَاءُ بِصَاحِبِ الْبَلَاءِ الَّذِي قَدْ أَصَابَتْهُ الْفِتْنَةُ فِي بَلَاءِهِ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ شَدَّدْتَ عَلَيَّ الْبَلَاءَ حَتَّى افْتَنَّنْتُ فَيُوتَى بِأَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَيَقَالُ: أَبَلَيْتِكَ أَشَدُّ أَوْ بَلِيئُهُ هَذَا؟ فَقَدْ أَبَلَيْتِي فَلَمْ يُفْتِنَنَّ“ [5]

”میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: روز قیامت ایک حسین و جمیل عورت کو لایا جائے گا جس نے اپنے حسن و جمال کی وجہ سے دنیا میں گناہ و معصیت کو اپنا شعار بنایا، تو وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کہے گی: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا لہذا میں اپنے حسن و جمال کی بنا پر گناہوں کی مرتکب ہو گئی، اس وقت جناب مریم (سلام اللہ علیہا) کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ خاتون باعظمت؟ ہم نے اس کو بہت زیادہ خوبصورت خلق فرمایا لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے کو محفوظ رکھا، اور برائیوں سے دور رہیں۔

اور پھر ایک خوبصورت مرد کو لایا جائے گا وہ بھی اپنی خوبصورتی کی بنا پر گناہوں میں غرق رہا ، وہ بھی کہے گا: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا ، جس کی بنا پر میں نامحرم عورتوں کے ساتھ گناہوں میں ملوث رہا۔ اس وقت جناب یوسف (علیہ السلام) کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ عظیم انسان، ہم نے انہیں بھی بہت خوبصورت پیدا کیا لیکن انہوں نے بھی اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور فتنہ و فساد میں غرق نہ ہوئے۔ اس کے بعد ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو بلاء اور مصیبتوں میں گرفتار رہ چکا تھا اور اسی وجہ سے اس نے اپنے کو گناہوں میں غرق کر لیا تھا، وہ بھی عرض کرے گا: پالنے والے! چونکہ تو نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار کر دیا تھا جس سے میرا حوصلہ اور استقامت جاتی رہی اور میں گناہوں میں غرق ہو گیا، اس وقت جناب ایوب (علیہ السلام) کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا: تمہاری مصیبتیں زیادہ ہیں یا اس عظیم انسان کی ، یہ بھی مصیبتوں میں گھرے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو محفوظ رکھا اور فتنہ و فساد کے گڑھے میں نہ گرے۔“

”وَقَدْ أَنَبْتُكَ يَا إِلَهِي بَعْدَ تَقْصِيرِي وَأَسْرَافِي عَلَى نَفْسِي، مُعْتَبِرًا نَادِمًا مُنْكَسِرًا مُسْتَقِيلًا مُسْتَغْفِرًا مُنْذِرًا مُذْنِبًا مُعْتَرِفًا، لِأَجْدُ مَفْرَمًا كَانَتْ مِنِّي، وَلَا مَفْرَ عَانُوجَهُ إِلَيْهِ فَيَأْمُرِي غَيْرَ قَبُولِكَ عُذْرِي، وَأَدْخَالِكَ إِلَيَّ فِي سَعَةِ رَحْمَتِكَ.“

”اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکسار ، استغفار ، انابت، اقرار ، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی رحمت کاملہ میں داخل کر لے۔“

عاشقانہ راز و نیاز اور مناجات

دعا کے کمال کے اس حصے میں حضرت علی علیہ السلام نے ان تمام چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی وجہ سے خدا کی رحمت اور بخشش شامل حال ہوتی ہے، جیسے: اپنی عبادت کو ناقص تصور کرنا، اپنے آپ کو شہوت پرست قرار دینا، شرمندگی کے ساتھ معذرت خواہی کرنا، دل شکستہ سے بخشش کی درخواست کرنا، خدا کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے توبہ کرنا، گناہوں کا اعتراف کرنا اور خدا کی پناہگاہ کے علاوہ کسی دوسری پناہگاہ کا تصور ذہن سے نکال دینا۔ یہ آہ و بکا، گریہ و زاری اور توبہ و اقرار ؛ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خداوند عالم اپنے گناہگار بندے اور توبہ کرنے والے سے سننے کو دوست رکھتا ہے۔ مروی ہے کہ : ایک صاحب جو عرفان و معرفت حاصل کرنا چاہتے تھے ، کسی ولی اللہ کے پاس گئے اور کہا: میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں اور اس کے حضور میں مشرف ہونا چاہتا ہوں، آپ بتائیں کہ رب و دود ، خدائے غفور اور مالک الملک کے لئے کیا تحفہ لے کر جاؤں؟ کیونکہ خالی ہاتھ جانا اس کی شان کے خلاف ہے چنانچہ اس ولی اللہ اور عاشق خدا نے کہا: وہاں وہ چیز تحفہ لے کر جاؤ جو وہاں نہ ہو، وہاں پر تمام کمالات: علم، حلم، قدرت، رحمت، مشیت، لطف، کرامت، صدق، عدالت، سطوت اور ہیبت موجود ہے، لیکن وہاں یہ چیزیں

نہیں ہیں: سوز دل، بہتے ہوئے آنسو، آہ و بیکار اور تضرع و انکساری۔
 جی ہاں! خداوند عالم، توبہ کرنے والے گناہگار اور ہر طرف سے مایوس و مغلوب بندہ کی آواز سننے کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے، اور یہ بات قابل انکار نہیں ہے کہ ہر معشوق اپنے عاشق کی آواز اور التماس کو سننا چاہتا ہے، جیسا کہ ہر عاشق اپنے محبوب کی نظر التفات اور توجہ کا منتظر رہتا ہے نیز اس کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا ہے۔

یوسف و زلیخا

بعض علماء کرام نے نقل کیا ہے: زلیخا نے اپنی قدرت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے کو تہمت سے بری الذمہ کرنے کے لئے حضرت یوسف (ع) کو زندان میں تو ڈلوادیا، لیکن اپنی بے انتہا محبت اور دلسوز عشق کی تاب نہ لاسکی ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھ گئی کہ یوسف (ع) کے ایمان و تقویٰ کی بنا پر جناب یوسف سے وصال تو ممکن نہیں ہے، لہذا کم از کم محبوب کی آواز ہی سن لے، اور اس کے نالہ و فریاد کی آواز ہی کو سن لے، چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام کو ساتھ لیا، اور زندان میں گئی، اس غلام سے کہا کہ یوسف کو تازیانے مارو، لیکن جیسے ہی غلام نے جناب یوسف کے حسن و جمال اور الہی ہیبت کو دیکھا تو ان کو تازیانے لگانے کی ہمت نہ کرسکا، ادھر اسے زلیخا کا بھی خوف تھا، اس نے جناب یوسف کو موٹے موٹے کپڑے پہنائے اور ان کے اوپر سے تازیانہ مارنے شروع کئے، تاکہ جناب یوسف کو اذیت نہ ہو۔
 زلیخا بہت دیر تک انتظار کرتی رہی لیکن اپنے محبوب کی آواز نہ سن سکی، غلام سے کہا: زور سے مارو، اس وقت غلام نے جناب یوسف سے کہا: کہیں زلیخا مجھے زور سے نہ مارنے کی سزا نہ دینے لگے، آپ ان کپڑوں کو اتار دیجئے اور مجھے معاف کیجئے گا، جناب یوسف نے اپنی بزرگواری کے تحت اس بات کو قبول کر لیا، جیسے ہی آپ کے بدن پر تازیانے پڑے تو آہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی جس سے زلیخا جیسی عاشق کے دل کو سکون ملا۔

چون زلیخا ز او شنید این بار آہ
 گفت بس کین آہ بود از جایگاہ

پیش ازین آن آہ ہا ناچیز بود
 آہ این باری زجای تیز بود

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر
 آہ صاحب درد را باشد اثر

قوم یونس (ع)

جس وقت قوم یونس کو یہ معلوم ہوا کہ یونس اس بستی سے چلے گئے ہیں اور انہوں نے عذاب الہی کے آثار دیکھ لئے تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس عذاب سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ اور رگریہ و زاری اور اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ چنانچہ سب چھوٹے بڑے، پیر و جوان اور مرد عورتیں پرانے لباس پہن کر پابہر نہ بیابان کی طرف چل دئے۔ مرد ایک طرف عورتیں دوسری طرف، شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا اور سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرنے لگے اور روروک اس کی بارگاہ میں توبہ کرنے لگے۔
 یہاں تک کہ حیوانات بھی نالہ و فریاد کرنے لگے، کلمہ توحید ان کی زبان پر جاری ہوا، دلسوز نالہ و فریاد اور محبت کے ساتھ توبہ اور پشیمانی کا اظہار کیا، شرک و معصیت اور نافرمانی سے باز آگئے، ان میں سے ایک گروہ نے پکار کر کہا: پالنے والے! یونس نے کہا تھا کہ غلاموں کو آزاد کر دو تاکہ ثواب کے مستحق قرار پاؤ، اور جہاں بھی تمہیں کوئی شخص مشکلات اور پریشانی میں دکھائی دے اس کی مدد کرو، پالنے والے! اس وقت یہ غلام تیری بارگاہ میں بے چارہ ہینتیرے علاوہ ہمارا کوئی فریادرس نہیں ہے لہذا ہماری مدد فرما۔

چنانچہ جب اس قوم کا راز و نیاز اور سوز و گریہ اور مناجات، بارگاہ الہی میں قبول ہوئی تو ان کو نجات مل گئی، عذاب کا بادل چھٹ گیا، اور رحمت خدا کی گھٹا چھا گئی، سب کی توبہ قبول ہو گئی اور سب خوش و خرم شہر میں واپس آگئے، اور اپنے کاروبار اور زندگی میں مشغول ہو گئے۔ بہر حال خداوند عالم کی طرف توجہ کرنا اور اس کی بارگاہ میں گناہوں کا اقرار کرنا، اپنی بے چارگی کا اعلان کرنا اور خدا سے طلب بخشش کرنا، حقیقی توبہ کے مقدمات ہیں جن کے ذریعہ

خداوند عالم کا لطف و کرم شامل ہوتا ہے۔

”اللَّهُمَّ فَأَقْبِلْ عُدْرِي، وَارْحَمْ شِدَّةَ ضُرِّي، وَفُكَّنِي مِنْ شَدَوَاتِنَا،
يَا رَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِي، وَرِقَّةَ جُلْدِي، وَدِقَّةَ عَظْمِي،
يَا مَنْ بَدَأَ خَلْقِي وَذَكَرِي وَتَرَبَّبْتِي وَيُؤْتِيكَ بِرِي وَتَغْذِيكَ بِهَبْنِي
لَا يُبْدِئُكَ كَرَمَكَ وَسَالِفِ بَرِّكَ بِي.“

”لہذا پروردگار میرے عذر کو قبول فرما میری شدت مصیبت پر رحم فرما۔
مجھے شدید قید و بند سے نجات عطا فرما پروردگار میرے بدن کی کمزوری،
میری جلد کی نرمی اور میرے استخوان کی باریکی پر رحم فرما، اے میرے پیدا کرنے والے۔
اے میرے تربیت دینے والے! اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ
احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے۔“

محبوب کا دربار

دعا کے اس حصہ میں عارف عاشق، تائب صادق اور بہترین مناجات کرنے والا احساس کرتا ہے کہ خداوند عالم کی رحمت
اور لطف و کرم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اور ہمارا محبوب خدا ہمارے راز و نیاز سننے کے لئے تیار ہے؛ لہذا
عرض کرتا ہے:

میرے عذر کو قبول فرما، جو میری نادانی اور جہالت ہے، لڑکپن اور گناہ میں، میں ہوائے نفس کا قیدی ہوں اور میرا
ارادہ ضعیف اور کمزور ہے، لیکن اب چونکہ تیری بارگاہ میں توبہ کی توفیق حاصل ہوگئی ہے، اور جہالت کے اندھیرے
سے نکل آیا ہوں اور میری جوانی کا نشہ ختم ہوگیا ہے، ایک حد تک نفس پرستی سے چھٹکارا مل گیا ہے، اور گناہوں
کے ترک کرنے اور تیری اطاعت کرنے پر میرا ارادہ محکم ہوگیا ہے، لہذا میں نے گناہوں سے دوری اختیار کی ہے اور
شیطان و ہوائے نفس سے دور بھاگ کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، لہذا اپنے لطف و کرم اور عنایت سے میری گزشتہ
برائیوں اور مفسد کی اصلاح فرمادے۔

پالنے والے! میرے برے حالات کی سختی، خود غرضی، حرص، حسد، بخل، طمع ریاکاری، خودنمائی اور دوسرے برے
صفات کی وجہ سے ہیں، اگر یہ بدحالی میرے اندر باقی رہی تو ایک خطرناک بیماری اور ناسور میں بدل جائی گی، جو
مجھے ہلاک کر دے گی، جس کے علاج کے لئے کوئی راستہ باقی نہ بچے گا، لہذا میرے اس حال پر رحم فرما، اور اگر
تیری رحمت میرے شامل حال ہوگئی تو میری بری حالت اچھی حالت میں بدل جائے گی، اور میں اخلاق حسنہ سے مزین
ہو جاؤں گا، تیرے کرم کے زیر سایہ میرا تکبر؛ تواضع میں، حرص؛ قناعت میں، حسد؛ رشک میں، بخل؛ جود و سخاوت
میں، لالچ؛ رضایت میں اور ریاکاری؛ اخلاص میں بدل جائے گی۔

پالنے والے! میرے اعضاء و جوارح، عقل و خرد، دل و جان، ہاتھ پیر اور قلب و روح پر شیطان اور ہوائے نفس کی
زنجیروں نے قبضہ کر لیا ہے، مجھے عبادت و طاعت اور کار خیر سے روکتے ہیں، اور تیری بارگاہ میں آنے سے میرے
قدموں کو روک لیتے ہیں۔ پالنے والے! اب جبکہ تیری عطا کردہ توفیق کے سبب دل سے آہ و فغاں کر رہا ہوں، آنکھوں
سے ندامت اور حسرت کے آنسو بہا رہا ہوں، تیری بارگاہ میں فریاد کر رہا ہوں، اور تیرے حضور میں ان تمام زنجیروں
سے رہائی کا طالب ہوں، پالنے والے! میرے اوپر اپنی رحمت اور لطف و کرم کا سایہ فرمادے، اور میرے ہاتھوں اور پاؤں
سے شیطانی اور ہوائے نفس کی زنجیروں کو کھول دے، اور مجھے مکمل طریقہ سے آزاد بنادے، اور اس ذلت و
روسوائی سے نکال دے۔

اگر آج جبکہ میں اس دنیا میں ہوں تیری رحمت میری فریاد کو نہ پہنچے اور مجھے ان زنجیروں کی سختیوں اور شیطانی
وسوسوں اور ہوائے نفس کی تکلیفوں اور برے اخلاق نیز فرعونی اور فارونی حالات سے نجات نہ دی تو کل روز قیامت
مجھے ان زنجیروں میں گرفتار ہونا پڑے گا، جن کے بارے میں قرآن مجید نے خبر دی ہے، کہ وہ زنجیریں کفار،
مشرکین اور مجرمین کے ہاتھ پیروں میں ڈالی جائیں گی اور ان کو جہنم کی طرف کھینچا جائے گا:

”إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا.“ [6]

”بے شک ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں طوق اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کا انتظام کیا ہے۔“

”خُدُوهُ فَعَلُوهُ . ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلَّوهُ . ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ . إِنَّهُ كَانَ لِأَيُّمُنُ بِإِلَهِ الْعَظِيمِ.“ [7]

”اب اسے پکڑو اور گرفتار کر لو پھر اسے جہنم میں جھونک دو پھر ایک ستر گز کی رسی میں اسے جکڑ لو یہ خدائے

عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔“

اگر آج تو نے مجھے ان زنجیروں اور قید و بند سے آزاد نہ کیاتو پھر ایک دن وہ بھی اُٹے گا کہ میری آزادی کے لئے کوئی بھی راستہ باقی نہیں رہے گا۔

قارئین کرام! جو افراد ان زنجیروں اور قید و بند سے آزاد ہیں، تو وہ لوگ بڑے ہی شوق و اطمینان کے ساتھ خداوند عالم کی عبادت و اطاعت اور اعمال صالحہ میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور اپنی عمر کے آخری روز ندائے ”ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً“ [8] سن کر اپنے معشوق کی طرف پرواز کرنے کے لئے اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آغوش رحمت میں پہنچ جاتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو ان قید و بند اور زنجیروں میں جکڑے ہوتے ہیں، وہ خدا کی اطاعت و بندگی اور نیک کام کی طرف قدم نہیں اٹھاسکتے، یہ لوگ اس چند روزہ دنیا میں شیطان کے قیدی اور ہوائے نفس کے اسیر ہوتے ہیں اور اپنی عمر کے آخری حصے میں بہت زیادہ حسرت و ناامیدی اور سخت پریشانی میں اپنی جان دیتے ہیں اور احساس کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام ہستی کو نابود کر لیا ہے اور ایسے لاچار ہو گئے ہیں کہ مال و دولت بھی ان کے کام نہیں آسکتے، ان کی روح آگ کی زنجیروں میں بندھی ہوئے دوزخ کی طرف کھینچی جا رہی ہوگی!!

مرگ ہارون الرشید کا عجیب و غریب واقعہ

جس وقت خراسان میں ہارون الرشید کی بیماری بہت زیادہ بڑھ گئی، اس نے حکم دیا ”طوس“ سے فلاںطیب کو بلایا جائے، اور اس نے اپنا پیشاب ایک شیشی میں کیا، اور دوسرے لوگوں کا پیشاب بھی شیشی میں کر کے اس کے پاس بھیجا تاکہ پیشاب کے ذریعہ بیماری کا پتہ لگاسکے، طبیب نے ان شیشیوں کو چیک کیا اور ایک شیشی کو دیکھ کر کہا: جس شخص کا یہ پیشاب ہے اس سے کہہ دو کہ وصیت کرنے کے لئے آمادہ ہوجائے، چونکہ اس کی طاقت جواب دے چکی ہے، اور اس کے بدن کی بنیاد ڈھیر ہو چکی ہے۔ جیسے ہی ہارون الرشید نے یہ خبر سنی تو اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور درج ذیل رباعی پڑھنے لگا:

ان الطیب طبہ و دوائہ
لا یستطیع دفاع نحب قد آتی

ما للطیب یموت بالداء الذی
قد کان بیرء مثله فیما مضی

”طبیب اپنی طبابت اور دواؤں کے ساتھ آنے والی موت کا علاج کرنے پر قادر نہیں ہے، کیونکہ اگر قدرت رکھتا ہوتا تو جو جس بیماری کا وہ خود علاج کرچکا ہے اسی بیماری میں کیوں مرجاتا ہے“!؟

اسی وقت اس کو خبر دی گئی کہ اس کی موت کی خبر پھیل چکی ہے، چنانچہ اس خبر کو جھوٹی ثابت کرنے کے لئے ایک گاڑی پر سوار ہوا تاکہ اپنے آپ کو دکھائے کہ میں ابھی زندہ ہوں، لیکن جیسے ہی گاڑی پر بیٹھا حیوان کا پیر مڑ گیا، تو اس وقت اس نے کہا: مجھے اتار دو، خبر پھیلانے والے سچ کہہ رہے ہیں، اور اس کے بعد اپنے لئے کفن منگوا، اور ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا: یہیں میرے بستر کے پاس میری قبر بناؤ، اور جب اس کی قبر تیار ہوگی، قبر کو دیکھ کر ان آیات کو پڑھا:

”مَا أَعْنَى عَنِّي مَالِي . بَلْكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ.“ [9]

”میرا مال بھی میرے کام نہ آیا اور میری حکومت بھی برباد ہو گئی۔“

میں ایک ایسا مجرم ہوں جس کا کام تمام ہوچکا ہے، اور اس حقیقت کو اقرار کرتا ہوں: میرے مال و دولت نے مجھے عذاب خدا سے ذرہ برابر بھی نہ بچایا، اور آج جب میری مشکل کا وقت ہے تو انہوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اور نہ صرف یہ کہ مال و دولت نے میرا ساتھ نہیں دیا اور میری مشکل کو حل نہ کیا، بلکہ میری قدرت اور سلطنت بھی نابود ہو گئی اور میرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ [10] میرے خدا! روز قیامت کی زنجیروں اور قید و بند کے پیش نظر میرے جسم کی ناتوانی اور کمزوری، میری نازک کھال اور نرم ہڈیوں پر حم فرما، کہ اگر گناہوں کی یہ زنجیریں مجھے باندھے رہیں گیں، تو کل روز قیامت آگ کی زنجیریں میرے جسم، میرے تمام اعضاء و جوارح پر بندھی ہوں گی، اور میں اپنے جسم کی ناتوانی، کمزوری، ہڈی اور کھال کی نرمی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان زنجیروں میں بندھا رہوں گا، اور دوزخ کے

طبقات میں جلتا رہوں گا، اور پھر کبھی مجھے موت بھی نہیں آئے گی!!

دقیق حساب و کتاب

قارئین کرام! ہم بھی اس شخص کی طرح جس کا نام توبہ تھا، اور شیخ بھائی کے قول کے مطابق اپنے نفس کا حساب و کتاب کیا کرتا تھا، روز و شب اپنا حساب و کتاب کریں۔ اس شخص کی ساٹھ سال کی عمر تھی، اس نے اپنی عمر کا دنوں میں حساب لگایا، تو ”۲۱۶۰۰“ دن ہوئے، تو اس نے ایک پیچ ماری اور کہا: وائے بر من اگر ہر روز میں نے کم سے کم ایک گناہ بھی کیا ہو تو ”۲۱۶۰۰“ گناہوں کا مرتکب ہوا، کس طرح ان گناہوں کے ساتھ خدا سے ملاقات کے لئے جاؤں؟ یہ کہہ کر زمین پر گرا، اور اس دنیا سے چل بسا۔ [11]

پالنے والے! اے میرے غفور رحیم خدا! میں جیسا بھی ہوں، ہوں تو تیرا بندہ، تیرا خلق شدہ ہوں، تیری قدرت کے زیر سایہ ہوں، تیرے ارادے اور مرضی کا محکوم ہوں، کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے، اے وہ خدا جس نے مٹی سے میری خلقت کا آغاز کیا، اس کے بعد نطفہ سے، اس کے بعد علقہ بنایا، اس کے بعد مضغہ بنایا، یعنی جس وقت میں کچھ بھی نہیں تھا، مجھ پر توجہ کی اور لطف و کرم کیا مجھے یاد رکھا، مجھے خلق فرمایا، اور اس کے بعد میری مادی و معنوی تربیت کا انتظام کیا، مجھ پر لطف و کرم کی بارش کی، مختلف نعمتوں اور بہترین غذاؤں سے نوازا، اب میں نہایت خشوع و خضوع اور تواضع و انکساری کے ساتھ تیری بارگاہ میں درخواست کرتا ہوں کہ اسی گزشتہ کرم اور پھلے کی طرح احسان کے ذریعہ مجھے بخش دے، اور میرے گناہوں سے درگزر فرما، اور دنیا و آخرت کے عذاب سے رھائی عنایت فرما۔ (آمین یا رب العالمین)

”يَا اَلِهِي وَسَيِّدِي وَرَبِّي، اَتْرَاكَ مُعَذِّبِي بِنَارِكَ بَعْدَ تَوْحِيدِكَ، وَبَعْدَ مَا اَنْطَوَيْ عَلَيْهِ قَلْبِي مِنْ مَعْرِفَتِكَ، وَلَهَجَ بِهٖ لِسَانِي مِنْ ذِكْرِكَ، وَاعْتَقَدْتُ ضَمِيرِي مِنْ حَبْكٍ، وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاً لِرُبُوبِيَّتِكَ.“

”پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدہ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں۔“

نہیں، تیری ذات مقدس کی قسم! انبیاء اور ائمہ علیہم السلام، عارفین، عاشقین، عابدین، زاہدین اور توبہ کرنے والوں میں سے کوئی بھی تجھے ایسا نہیں مانتا کہ ان تمام حقائق اور معرفت کے بعد جو خود تیری توفیق سے مجھے حاصل ہوئے ہیں، مجھے آتش جہنم مینجلائے گا، بلکہ تجھے تو ایسا جانتے ہیں کہ مجھے قیامت کے روز اپنے لطف و کرم کے زیر سایہ رکھے گا، اور اپنی رحمت کا سہارا دے گا، میری برائیوں سے چشم پوشی کرے گا، اور اپنی بہشت میں مجھے جگہ دے گا، اور اپنے اولیاء کے ساتھ محشور کرے گا۔

توحید

جو شخص بھی قرآنی آیات اور روایات و احادیث، خصوصاً اللہ تعالیٰ کے بارے میں احادیث کو علماء سے سنا ہے اور آفرینش مخلوق میں غور و فکر کرنے اور اس جہان ہستی پر دقت کرنے نیز نظام خلقت میں اندیشہ کرنے سے خداوند عالم اور اس کے صفات کی معرفت حاصل کی ہے، وہ عقلی اور عملی طور پر اس کے علاوہ ہر معبود کو باطل اور اس کے علاوہ ہر مالک کو ہالک (یعنی ہلاک کرنے والا) جانتا ہے، اپنی زبان اور دل بلکہ اپنے وجود کے ہر ذرہ سے کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرا ر کرتا ہے، تو اس کا دل ”خانہ توحید“ ہے اور اس کا عمل ہر بت کی نفی کرتا ہے، اور ایسا ہی شخص شرعی اصطلاح میں ”موحد“ کہا جاتا ہے۔ تمام انبیاء اور پیغمبروں کی دعوت اسی ”توحید“ کی طرف ہوتی تھی۔

سبھی انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں کی اسی توحید کی دعوت کرتے تھے اور اسی کی یکتائی اور اکیلے ہونے پر ایمان رکھنے کی تبلیغ کرتے تھے؛ جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات سے بھی نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت ”توحید عملی“ کا پہلو رکھتی تھی، اور غیر الہی نظام کو مردود جانتے تھے۔

”اعتقاد توحید“ کے معنی و مفہوم یہ ہے کہ انسان فکری لحاظ سے اپنے کو شرک و بت پرستی سے پاک رکھے، اس سلسلہ میں وہ مشرکین جو خدا کے لئے شریک کے قائل ہیبناسی طرح وہ لوگ جو ”خیر و شر“ کو ”یزدان اور اهریمن“ کی

طرف سے جانتے ہیں، یا کسی میں خدا کے حلول کے قائل ہیں یا مختلف ارباب کے قائل ہیں، اسی طرح وہ افراد جو خدا کو مرکب شمار کرتے ہیں جیسے نصاریٰ، نیز فرقہ ”مجسمہ“ جو خدا وندعالم کے جسم کا قائل ہے، جن مینہمارے زمانہ مینجاہل ترین فرقہ ”وہابیت“ ہے۔

اسی طرح توحید کے عملی میدان میں جو اسی عقیدہ توحید کی ایک قسم ہے جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور اس کے علاوہ کسی غیر کی اطاعت سے پرہیز کیا جائے ان میں سے پہلا کام یعنی ”صرف ایک خدا کی عبادت“؛ خدا کی صحیح معرفت، اس کے بارے میں مستحکم عقیدہ اور اس پر پائیدار رہنے سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا یعنی ”غیر کی اطاعت سے پرہیز“ باطل کے غلط عقائد و نظریات سے پرہیز کی بنا پر اس لئے کہ باطل کے بھی کھوکھلے عقائد انسان کو غیر خدا کی عبادت و اطاعت پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس عملی پہلو (جو خدا نے واحد و یکتا کی اطاعت و بندگی ہے) کی طرف آسمانی کتابوں اور انبیاء الہی نے دعوت دی ہے، چونکہ شرک فعلی اور عملی ”قولی شرک“ کی طرح عقیدہ شرک کی واضح نشانی ہے، اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نے ”شرک عملی“ پر بہت توجہ دلائی ہے۔ اسی وجہ سے ”توحید عملی“ انسانی زندگی، انسانی خاصیتوں کے ظہور اور غلامی کی زندگی سے نجات کے لئے بہت موثر ہے، اور جھوٹے خداؤں اور ارباب کی اطاعت کی قدرت کو ختم کر دیتی ہے، (یعنی اگر انسان ”توحید عملی“ کو دل و جان سے قبول کرنا ہو تو پھر وہ کسی طاقت کے سامنے سر نہیں جھکائے گا۔)

انبیاء علیہم السلام کی یہ کوشش رہی ہے کہ معاشرہ کو اس قسم کے شرک کو بھی پاک کیا جائے، اور انسانیت کو آزادی اور انسانی شرافت سے سرفراز کیا جائے۔ اور اپنے زمانہ کے فرعون اور ظالم و جابر حاکموں کے سامنے سر نہ جھکائیں، اگرچہ اس قسم کے لوگوں نے ہمیشہ توحید کا شدت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام نے ہر موقع پر ”شرک عملی“ سے بھی پرہیز کی دعوت دی ہے۔

شرک عملی کے اثر کی دوسری علت یہ تھی کہ بعض نااہل لوگوں نے مستکبروں کی عبادت و پرستش کی عادت ڈال دی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

”إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ“ [12]

”ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو اکر جاتے تھے۔“

کیونکہ انسان کو غلام بنانے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے والوں کے لئے یہ کلمہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے، چونکہ عقیدہ توحید اور زبان سے کلمہ توحید کا اقرار کرنے کی وجہ سے مستکبرین کا ”واجب الاطاعة“ ہونا خطرہ میں پڑ جاتا ہے، اور ان کا حکم، جاہ و جلال اور ان کے امتیازات مٹی میں مل جاتے ہیں [13]

اس بنا پر خداوندعالم کی توحید کا عقیدہ اور یہ عقیدہ کہ اس کی ذات مقدس کی کوئی شبیہ، مانند اور شریک نہیں ہے، اس کی ذات عین صفات ہیں، اور وہی تمام چیزوں پر حاکم ہے، موت و حیات، ظاہر و باطن، ملک و ملکوت، غیب و شہود، پیدا کرنے والا، مارنے والا، اس دنیا میں انقلاب برپا کرنے والا المختصر یہ کہ تمام کی تمام چیزیں اسی کے دست قدرت میں ہیں، دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا جائے: جس خدا کی معرفت انبیاء، ائمہ اور قرآن نے بیان کی ہے، اور زندگی کے تمام امور میں اس کے احکام کی اطاعت، ہر بت، بت پرست اور بت تراش کی نفی کرنا اور ہر شیطان و طاغوت اور طاغوت خواہی کے ماحول کی نفی کرنا؛ ہی ”توحید محض“ اور ”محض توحید“ ہے؛ کہ جو شخص دل و جان سے اس حقیقت کو قبول کرے، اور ”لا الہ الا اللہ“، ”لا ائثر فی الوجود الا اللہ“، اور ”لا حول و لا قوة الا باللہ“ کا نعرہ بلند کرے، تو ایسا ہی شخص حقیقی موحد (یعنی یکتا پرست)، واقعی مومن اور صراط مستقیم پر چلنے والا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذات مبارک جو اپنے دل کی آنکھوں سے حقائق کی حقیقتوں کا مشاہدہ فرماتے تھے، ”نبج البلاغہ“ کے مختلف خطبوں میں معرفت خدا کے بارے میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے:

”اول الدین معرفتہ۔۔۔“ [14]

”دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے، تصدیق کا کمال توحید کا اقرار ہے اور توحید کا کمال اخلاص عقیدہ ہے اور اخلاص کا کمال زائد صفات کی نفی ہے، کہ صفت کا مفہوم خود ہی گواہ ہے کہ وہ موصوف سے کوئی الگ شے ہے اور موصوف کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ صفت سے جداگانہ کوئی ذات ہے۔ اس کے لئے الگ سے صفات کا اثبات ایک شریک کا اثبات ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ذات کا تعدد ہے اور تعدد کا مقصد اس کے لئے اجزاء کا عقیدہ ہے اور اجزاء کا عقیدہ صرف جہالت ہے معرفت نہیں ہے، اور جو بے معرفت ہو گیا اس نے اشارہ کرنا شروع کر دیا اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے ایک سمت میں محدود کر دیا، اور جس نے محدود

کردیا اس نے اسے گنتی کا ایک شمار کر لیا (جو سراسر خلاف توحید ذات ہے)۔ جس نے یہ سوال اٹھایا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی کے ضمن میں قرار دیدیا، اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس کے اوپر قائم ہے اس نے نیچے کا علاقہ خالی کر لیا، اس کی ہستی حادث نہیں ہے اور اس کا وجود عدم کی تابکیوں سے نہیں نکلا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے لیکن مل کر نہیں، اور ہر شے سے الگ ہے لیکن جدائی کی بنا پر نہیں، وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کے ذریعہ نہیں اور وہ اس وقت بھی بصیر تھا جب دیکھی جانے والی مخلوق کا پتہ نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں بالکل اکیلا ہے اور اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے جس کو پا کر انس محسوس کرے اور کھوکر پریشان ہو جانے کا احساس کرے۔“

اسی طرح ایک دوسرے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”قَالَ اللَّهُ أَيُّهَا النَّاسُ...“ [15]

”لوگو! اللہ کو یاد رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اس کتاب کے بارے میں جس کا تم کو محافظ بنایا گیا ہے اور ان حقوق کے بارے میں جن کا تم کو امانت دار قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ اس نے تم کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ مہمل چھوڑ دیا ہے اور نہ کسی جہالت اور تاریکی میں رکھا ہے، تمہارے لئے آثار کو بیان کر دیا ہے۔ اعمال کو بتادیا ہے، اور مدت حیات کو لکھ دیا ہے۔ وہ کتاب نازل کر دی ہے جس میں ہر شے کا بیان پایا جاتا ہے اور ایک مدت تک اپنے پیغمبر کو تمہارے درمیان رکھ چکا ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے لئے اپنے اس دین کو کامل کر دیا ہے جسے اس نے پسندیدہ قرار دیا ہے اور تمہارے لئے پیغمبر کی زبان سے ان تمام اعمال کو پہنچا دیا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے یا جن سے نفرت کرتا ہے، اپنے اوامر و نواہی کو بتادیا ہے، اور دلائل تمہارے سامنے رکھ دئے ہیں، اور حجت تمام کر دی ہے، اور ڈرانے دھمکانے کا انتظام کر دیا ہے، اور عذاب کے آنے سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا ہے، لہذا اب جتنے دن باقی رہ گئے ہیں انہیں میں تدارک کر لو اور اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کر لو کہ یہ دن ایام غفلت کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں جب تم نے موعظہ سننے کا بھی موقع نہیں نکالا۔ خبردار! اپنے نفس کو آزاد مت چھوڑو ورنہ یہ آزادی تم کو ظالموں کے راستہ پر لے جائے گی، اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتو ورنہ یہ تمہیں مصیبتوں میں جھونک دے گا۔“

جو شخص عقیدہ توحید کو قرآن کریم، انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے حاصل کرے، اور اپنے واجبات پر عمل کرے، گناہوں اور معصیت سے دوری کرے اور اپنی زندگی سے خدا کے علاوہ دوسرے معبود کی نفی کرے؛ تو ایسا شخص موحد (یکتا پرست) کہلانے کا حقدار ہے، اور اپنے اس اعتقاد توحید کی خاطر اور توحید کے مبنیٰ پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے یقیناً وہ نجات یافتہ ہے اور خداوند عالم سے اس جزا کی بنا پراجر کریم، رزق بے حساب اور رحمت واسعہ سے مالا مال ہوگا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ): ”خَيْرُ الْعِبَادَةِ قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ [16]

”حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنا بہترین عبادت ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص): ”مَنْ مَاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا أَحْسَنَ أَوْ أَسَاءَ دَخَلَ الْجَنَّةَ“ [17]

”حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے: جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اس نے کسی چیز کو خدا کا شریک قرار نہ دیا ہو، چاہے اس نے نیکی کی ہو یا نہ کی ہو (برائیوں کی بخشش کے بعد) بہشت میں داخل ہو جائے گا۔“

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ):...مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْبَرُ ثَوَابًا مِنْ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؛ لِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعْدِلُهُ شَيْءٌ وَلَا يُشْرِكُهُ فِي الْأَمْرِ أَحَدٌ“ [18]

”حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی شہادت دینے کا ثواب ہر چیز سے بڑھ کر ہے، کیونکہ کوئی بھی چیز خداوند عالم کے برابر نہیں ہے، اور کوئی بھی اس کے ساتھ خدائی میں شریک نہیں ہے۔“

”قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ): إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَرَّمَ أَجْسَادَ الْمُؤَحِّدِينَ عَلَى النَّارِ“ [19]

”امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: بے شک خداوند عالم نے موحد (یکتا پرست) کے جسم کو آتش جہنم پر حرام قرار دیا ہے۔“

”قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ): قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَمَنُّ الْجَنَّةَ“ [20]

”نیز آپ کا فرمان ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنا جنت کی قیمت ہے۔“

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص): إِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةٌ عَظِيمَةٌ كَرِيمَةٌ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، مَنْ قَالَهَا مُخْلِصًا اسْتَوْجِبَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ قَالَهَا كَاذِبًا عَصَمَتْ مَالَهُ وَدَنَمَهُ وَكَانَ مَصِيرُهُ إِلَى النَّارِ“ [21]

”حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے: کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ خدا کے نزدیک ایک باہمیت کلمہ ہے، جو شخص خلوص کے ساتھ اس کا اقرار کرے وہ جنت کا حقدار ہوتا ہے، اور اگر کوئی اس کو صرف زبان سے (جھوٹ) کہے تو (بھی) اس کی جان و مال محفوظ ہے، لیکن اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص): وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ بَشِيرًا لَا يُعَذَّبُ اللَّهُ بِالنَّارِ مُوحَّدًا أَبَدًا“ [22]

”نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے: قسم اس پروردگار کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر مبعوث کیا خداوند عالم کسی بھی موحد (یکتا پرست) کو آتش جہنم میں عذاب نہیں کرے گا۔“

ان تمام باتوں کے مدنظر:

اے خدائے مہربان! اے عاشق اہل توحید! کوئی بھی تجھے ایسا نہیں مانتا کہ اگر میں تیری توحید واقعی کا خالصانہ طور پر اقرار کروں اور تیری معرفت و شناخت کے ساتھ اپنے دل میں ہمیشہ ایمان رکھوں، اور میری زبان پر توحید کاکلمہ جاری ہو اور میرے باطن میں تیرا عشق موجود رہے، اور کیا تیری یکتائی کے سچے اقرار کے بعد تیری ربوبیت کے مقابلہ میں میری تواضع کے بعد (بھی) تو مجھے عذاب میں مبتلا کرے گا؟!

”هَيْهَاتَ، أَنْتَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تُصَيِّعَ مَنْ رَبَّيْتَهُ، أَوْ تُبْعِدَ مَنْ أَدْبَيْتَهُ، أَوْ تُشْرِدَ مَنْ أَوْيْتَهُ، أَوْ تُسَلِّمَ إِلَى الْبِلَاءِ مَنْ كَفَيْتَهُ وَرَجَمْتَهُ.“

”اب بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے تونے پالا ہے اسے برباد بھی کر دے، جسے تونے قریب کیا ہے اسے دور کر دے۔ جسے تونے پناہ دی ہے اسے راندہ درگاہ بنادے اور جس پر تونے مہربانی کی ہے اسے بلاؤں۔“

ربوبیت کے جلوے

ہمارے مہربان خدا نے انسان کی ابتدائے آفرینش سے مرتے دم تک کے لئے دو طرح کی تربیت کے اسباب فراہم کئے ہیں:

الف۔ مادی تربیت۔

ب۔ معنوی تربیت۔

الف۔ مادی تربیت۔ مادی تربیت کے اسباب بے شمار نعمتیں ہیں جن سے یا تو انسان خود اپنے اختیار سے بہرہ مند ہوتا ہے جیسے کھانا، پینا اور سانس لینا وغیرہ، یا خداوند عالم کے ارادہ سے اس کے مادی رشد و تکامل کے لئے موثر ہوتا ہے جیسے انسان کی تعجب خیز طاقت جو بدن میں مختلف مادوں کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔

سورہ یونس میں مختصر طور پر اس مطلب کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

”قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأُمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ.“ [23]

”پیغمبر ذرا ان سے پوچھئے کہ تمہیں زمین و آسمان سے کون رزق دیتا ہے اور کون تمہاری سماعت و بصارت کا مالک ہے اور کون مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور کون سارے امور کی تدبیر کرتا ہے تو یہ سب یہی کہے گئے: ”اللہ“ تو آپ کہئے کہ اس سے کیوں نہیں ڈرتے۔“

ہم بدن کے اعضاء میں سے ایک عضو کی تشریح کرنے اور تمام حقائق کو سمجھنے سے عاجز ہیں اور اس کے شکر و سپاس سے ناتوان ہیں تو تمام بدن اور تمام اعضاء بدن نیز ان کے درمیان موجود ہم آہنگی اور نظم و ضبط کو کیسے سمجھ پائیں گے، اسی طرح ان اعضاء بدن کے باہر کی دنیا سے رابطہ کو بھی اچھی اس مطلب کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

بدن کے عصبی خلیوں کی تعداد جو تقریباً ۱۵ ارب ہیں، اور اس مشکل نظام کو دیکھتے ہوئے اقرار کرنا چاہئے جیسا کہ پروفیسر ”شٹن بوخ“ نے کہا ہے کہ اس طرح کے نظام اور مشین کو بنانے کے لئے ایک الیکٹرونک ماہر کو چالیس ہزار سال کا وقت درکار ہے!!

”يُخْرِجُ الْحَيَّ...“ انسان کو نطفہ سے اور نطفہ کو مٹی سے خلق کیا ہے، اسی طرح حیوان کو انٹوں سے اور نباتات کو تخم سے پیدا کیا ہے۔

وہ ذات کون ہے جو اس دنیا کے تعجب آور نظام کو چلاتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں تمام ہی لوگوں کی فطرت اور عقل یہی جواب دیگی: ”خدا“۔ تو پھر ان سے کہئے کہ پھر اس کے ساتھ شرک و کفر کیوں کرتے ہو؟! اور اس کے امر و

نہی کی مخالفت سے پرہیز کیوں نہیں کرتے؟!

ب۔ معنوی تربیت کے اسباب: عقل، فطرت، وجدان، نبوت، امامت، کتب آسمانی بالخصوص قرآن کریم جن کو خداوند عالم نے ہدایت اور تربیت کے اسباب قرار دیا ہے اور انسان کو آزادی و اختیار دیا ہے، تاکہ اس آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سعی و کوشش کرے اور اس کی بہترین تربیت ہوسکے، تاکہ خداوند عالم کا لطف و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو اور خدا کی معرفت کے نتیجہ میں اس کی بہشت میں داخل ہو جائے۔

حضرت امیر المومنین دُعا کے کمیل کے اس حصہ میں خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: جو شخص مختلف مادی اور معنوی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک حد تک خدا کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور اس کی ربوبیت و تربیت کے جلووں کو قبول کر لیتا ہے، جس کو خداوند عالم نے اپنے قرب کی بارگاہ اور فضائے رحمت میں پناہ دی ہے، تو بہت بہت بعید ہے کہ تو اس کو تباہ و برباد کرے اور اس کو برائیوں اور فساد کے حوالے کر دے، اور چونکہ خدا نے پناہ دی ہے لہذا اب مجھے کیسے بھگادے گا؟! حالانکہ تو نے ہی مجھ پر فضل و کرم کیا اور اپنے رحمت کے زیر سایہ قرار دیا، تو کیا مجھے بلاء و مصیبت اور سختیوں کی خطرناک موجوں کو حوالے کر دے گا؟!

تو اس قدر مہربان اور اس قدر کریم و بزرگوار ہے کہ جب انسان بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، اس موقع پر خطاب کرتا ہے:

”نَادَيْتُمُونِي فَلَبَّيْتُكُمْ سَأَلْتُمُونِي فَأَعْطَيْتُكُمْ، بَارَزْتُمُونِي فَأَمَلْتُكُمْ، تَرَكَتُمُونِي فَرَعَيْتُكُمْ، عَصَيْتُمُونِي فَسَتَرْتُكُمْ، فَإِنْ رَجَعْتُمْ إِلَيَّ قَبِلْتُكُمْ، وَإِنْ أَدْبَرْتُمْ عَنِّي أَنْتَظَرْتُكُمْ، أَنَا أَجُودُ الْأَجُودِينَ وَأَكْرَمُ الْأَكْرَمِينَ وَأَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ“ [24]

”اے میرے بندو! تم نے مجھے پکارا میں نے جواب دیا، تم نے مجھ سے طلب کیا تو میں نے عطا کیا، میری مخالفت کی تو میں نے تمہیں (توبہ کی) مہلت دی، تم نے مجھے چھوڑ دیا میں نے تمہاری رعایت کی، تم نے میری معصیت کی میں نے تمہاری پردہ پوشی کی، اگر اب بھی میری طرف پلٹ کر آ جاؤ تو میں تمہیں قبول کر لوں گا، اور اگر مجھ سے منہ موڑ لیا تو میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا، میں سب سے زیادہ بخشنے والا اور سب سے زیادہ کریم و مہربان ہوں۔“

جناب موسیٰ (ع) اور قارن

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن ابراہیم قمی سے اس طرح روایت کی ہے: جب قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو جھٹلایا، اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی، تو حضرت موسیٰ نے پروردگار عالم کی خدمت میں شکایت کی، اس وقت آواز قدرت آئی: میں نے زمین و آسمان کو حکم دیدیا ہے کہ تیری اطاعت کریں، جو حکم بھی دینا چاہو دے سکتے ہو، (وہ اطاعت کریں گے)

جناب موسیٰ علیہ السلام قارون کے محل کی طرف روانہ ہوئے، جبکہ قارون نے اپنے خادموں کو حکم دیا تھا کہ موسیٰ کے لئے دروازہ نہ کھولنا، جس وقت جناب موسیٰ قارون کے محل پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے، جناب موسیٰ نے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو تمام دروازے کھل گئے۔ جیسے قارون کی نگاہ جناب موسیٰ پر پڑی فوراً سمجھ گیا کہ موسیٰ عذاب کے ساتھ وارد ہوئے ہیں، تو اس نے کہا: اے موسیٰ! تمہیں ہمارے درمیان موجود رشتہ داری کا واسطہ، مجھ پر رحم کرو، اس وقت جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے پسر لاوی! مجھ سے بات نہ کر کیونکہ اب یہ تیری باتیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اس وقت زمین کو حکم دیا: قارون کو نکل جا! فوراً پورا قصر اور جو اس میں موجود تھا، زمین میں دھنستا چلا گیا، قارون نے ایک بار پھر روتے ہوئے جناب موسیٰ کو رشتہ داری کا واسطہ دیا، لیکن جناب موسیٰ نے جواب دیا: اے پسر لاوی! مجھ سے بات نہ کر۔ قارون نے بہت زیادہ استغاثہ کیا لیکن جناب موسیٰ علیہ السلام جو اس نا اہل کی حرکتوں سے رنجیدہ تھے؛ انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ (اور وہ زمین میں دھنستا چلا گیا)

قارون کی ہلاکت کے بعد جب جناب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے، تو اس وقت خداوند عالم نے فرمایا: اے موسیٰ! قارون اور اس کی قوم نے تم سے استغاثہ اور فریاد کی لیکن آپ نے نہ سنی، مجھے میری عزت و جلالت کی قسم! اگر (اس موقع پر بھی) وہ مجھ سے فریاد کرتا مجھ سے مدد مانگتا تو میں اس کی فریاد رسی کرتا، لیکن چونکہ اس نے تم سے فریاد کی اور تم سے توسل کیا لہذا اس کو تمہارے حوالے چھوڑ دیا!!

حق تعالیٰ گفت: قارون زار زار

خواند ای موسیٰ تو را بفتاد بار

تو ندادی ہیچ بار او را جواب

گر بہ زاری یک رهم کردی خطاب

گر تو او را آفریده بودہ ای
در عذابش آرمیدہ بودہ ای

آنکہ بر بی رحمتان رحمت کند
اہل رحمت را ولی نعمت کند [25]

(ترجمہ: خداوند عالم نے جناب موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! تمہیں قارون نے روتے ہوئے ۷۰ مرتبہ پکارا۔ لیکن تم نے اس کی ایک مرتبہ بھی نہیں سنی، اس کے رونے اور چلانے کیسے تمہیں رحم نہ آیا۔ اگر تم نے اسے پیدا کیا ہوتا تو اس کو عذاب اور سزا کس طرح دیتے!! جو شخص دوسروں پر رحم کرے اس پر خداوند عالم رحم کرتا ہے)

ماں اور عاق شدہ بیٹا
”تفسیر نیشاپوری“ میں بیان ہوا ہے: حضرت رسول اکرم (ص) کے زمانہ میں ایک جوان کا آخری وقت آن پہنچا۔ آنحضرت سے درخواست کی گئی کہ اس جوان کی عیادت فرمائیں۔ چنانچہ آنحضرت اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا تو اس کی زبان ”شہادتین“ کی گواہی دینے کے لئے بند ہے! آنحضرت نے سوال کیا: کیا یہ جوان تارک نماز ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: کیا زکوٰۃ نہیں دیتا تھا؟ لوگوں نے کہا: دیتا تھا۔ فرمایا: کیا باپ نے اسے عاق کیا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: کیا ماں کا عاق شدہ ہے۔ تو لوگوں نے جواب دیا: ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا: اس کی ماں کو بلایا جائے، اور جب وہ آگئی تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اس سے بیٹے کو معاف کرنے کے لئے کہا۔

ماں نے کہا: میں کس طرح اس کو معاف کر دوں، اس نے میری صورت پر طمانچہ مارا ہے، اور میری آنکھ خراب کر دی ہے۔

اس وقت آنحضرت نے کہا: آگ لائی جائے، تو اس کی ماں نے فوراً سوال کیا: آگ کا کیا کیجئے گا؟ تو آنحضرت نے فرمایا: اس جوان کو سزائے اعمال تک پہنچایا جائے گا، اور اس کو جلایا جائے گا!
یہ سن کر ماں پکار اٹھی: میناس کو جلانے پر ہرگز راضی نہیں ہوں، کیونکہ میں نے اس کو نومہ اپنے شکم میں رکھا ہے، اور اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی تربیت کی ہے، اور دو سال تک دودھ پلایا ہے، سالوں تک یہ میرے پاس رہا ہے، اگر اس کو جلانے کی بات ہے تو میں اس کو معاف کئے دیتی ہوں، تاکہ وہ جانے سے بچ جائے۔
قارئین کرام! جب مجازی تربیت کرنے والی ماں اس بات پر راضی نہیں ہے کہ اس کا گناہگار بیٹا آگ میں جلایا جائے، تو پھر حقیقی پالنے والا جس نے انسان کے ہر نقص اور کمی کو دور کر کے اسے منزل کمال تک پہنچایا، اگر وہ جہالت و نادانی اور ارادہ کی کمزوری کے تحت لغزشوں سے دوچار ہو جائے کیا وہ اپنے بندے کو آگ میں جلانے پر راضی ہو سکتا ہے؟
”هَيْهَاتَ، أَنْتَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تُصَيِّعَ مَنْ رَبَّيْتَهُ“۔

حق نمک

”ایک روایت ہے: ”یزید بن مہلب“ کا شہر خراسان کے ایک بزرگوار بنام ”وکیع“ پر کچھ قرض تھا، اس نے اس وکیع کے نمائندہ سے اپنا قرض لینے کے لئے ایک شخص کو بھیجا، چنانچہ اس شخص نے وکیع کے نمائندہ پر سختی کی اور اس کو اذیت دی۔

ایک روز یزید بن مہلب کا نمائندہ، وکیع کے نمائندہ کو یزید بن مہلب کے پاس لے گیا تاکہ قرض ادا کرنے کے لئے مزید فرصت طلب کرے؛ اس وقت کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا، یزید بن مہلب کے نمائندہ نے وکیع کے نمائندہ سے کہا: اٹھو اور یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ اس وقت وکیع کے نمائندہ نے کہا: چاہے میرے ہاتھ پیر توڑ ڈالو لیکن جب تک یہاں

کھانا نہ کھالوں نہیں اٹھوں گا، اور کھانا کھانا شروع کر دیا، کھانا کھانے کے بعد اس نے یزید بن مہلب سے مہلت مانگی، تو یزید بن مہلب نے اپنے نمائندہ سے کہا: اب وکیع کے نمائندہ سے قرض کا مطالبہ نہ کرنا، چونکہ اس نے ہمارے دسترخوان سے کھانا کھایا ہے اور ہمارا نمک چکھ لیا ہے، ہماری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ اب اس کو اذیت دی جائے۔“

قارئین کرام! یقیناً وہ بندہ جس نے اپنے کریم مولا اللہ تعالیٰ کا مادی اور معنوی نمک کھایا ہے تو اس کا لطف و کرم اور رحمت و بزرگواری اس کو عذاب میں جلانے کا اقتضاء نہیں کرتی ہے۔

میزبان پر مہمان کا حق

ارباب تاریخ نے لکھا ہے: ”معن بن زائدہ“ جو ایک بڑا سردار تھا؛ اس کے پاس کسی جگہ سے تین سو قیدی لائے گئے۔ معن نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ اسیروں کے درمیان سے ایک نوجوان جو ابھی سن بلوغ تک نہیں پہنچا تھا اس نے کہا:

اے امیر! تجھے خدا کا واسطہ، جب تک ہمیں تھوڑا تھوڑا پانی نہ پلا دے اس وقت تک ہمیں قتل نہ کر۔ معن نے کہا: سب کو پانی پلا دو۔ جب اسیروں نے پانی پی لیا، تو اس نوجوان نے کہا: اے امیر! اب ہم تیرے مہمان ہو گئے ہیں، اور مہمانواری کرنا شرافت و بزرگی کی نشانی ہے۔ چنانچہ اس وقت معن نے کہا: تو نے سچ کہا، اور اسی موقع پر سب کو آزاد کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

جی ہاں! جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا ہے، بہت زیادہ بعید ہے کہ وہ خدائے مہربان جس نے بندوں کو اپنے دسترخوان سے مادی اور معنوی نعمتیں کھلائی ہیں؛ وہ ان کو عذاب میں بھی مبتلا کرے گا!!

”وَلَيْتَ شِعْرِي يَا سَيِّدِي وَاللَّهِ وَمَوْلَايَ اَنْتَسَلَطُ النَّارَ عَلٰى وُجُوهِ حَرَّتْ لِعَظْمَتِكَ سَاجِدَةً، وَعَلَى اَلْسِنٍ نَطَقَتْ بِتَوْحِيدِكَ صَادِقَةً، وَبِشُكْرِكَ مَادِحَةً، وَعَلَى قُلُوبٍ اعْتَرَفَتْ بِالْهَيْبَتِ مَحَقَّةً، وَعَلَى صَمَائِرٍ حَوَتْ مِنَ الْعِلْمِ بِكَ حَتَّى صَارَتْ خَاشِعَةً، وَعَلَى جَوَارِحٍ سَعَتْ اِلَى اَوْطَانِ تَعْبُدُكَ طَائِعَةً، وَاَسَارَتْ بِاسْتِغْفَارِكَ مُذْعِنَةً. مَا هَكَذَا الظَّنُّ بِكَ، وَلَا اَخْبِرُ نَابِضًا لِكَ عُنُقِكَ يَا كَرِيمُ، يَا رَبِّ“۔

”میرے سردار۔ میرے خدامیرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کر دے گا اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد و ثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع و خاشع ہیں یا جو اعضاء و جوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں؛ ان پر بھی تو عذاب کرے گا!! ہر گز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل و کرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے، یا کریم و یا رب۔“

مکمل عبادت

تمام عبادتوں میں جس عبادت کو جامع اور کامل عبادت کہا جاسکتا ہے وہ صرف نماز ہے، نمازی؛ نماز کے ذریعہ اپنے مکمل خضوع و خشوع اور تواضع و انکساری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے، نماز کے ذریعہ خدا کی توحید اور اس کی یکتائی کا اقرار کرتا ہے، نمازی اسی نماز کے ذریعہ خداوند عالم کی بارگاہ میں اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور معرفت کی بنیاد پر اس کی خدائی کا اعتراف کرتا ہے، اور نمازی کے اعضاء و جوارح اس کے ارادہ کے تحت مکمل شوق کے ساتھ مساجد، خانہ کعبہ اور پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور ائمہ معصومین کے روضوں پر حاضری دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ، وہ اہل معرفت جنہوں نے خدا کو، خود اپنے وجود کو اور اپنی غرض خلقت کو ایک حد تک پہچان لیا ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، خلوت و بزم، سکون اور پریشانی کے عالم میں اسی کی یکتائی کا اقرار کرتے ہیں، زبان حال اور زبان مقال سے اس کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں، اپنے نورانی دل اور مستحکم قلب میں تحقیق و معرفت کی بنیاد پر اس کی الوہیت کا اقرار کرتے ہیں، اس کی معرفت سے مملو باطن سے اس کی درگاہ باعظمت میں خضوع کرتے ہیں اور اس کی رضاء اور خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اعضاء و جوارح سے مساجد و عبادت گاہوں میں جاتا ہے۔

یہ افراد کس طرح خداوند عالم کی نسبت بدگمان ہو سکتے ہیں؟ اور کیوں اس سے حسن ظن نہ رکھیں؟ کس نبی و پیغمبر،

کس امام اور کس آسمانی کتاب نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا ایسے بندوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا، اور ایسے چہروں، زبانوں، دلون اور اعضاء و جوارح کو آتش جہنم میں جلائے گا؟!

اس طرح کے افراد کو انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور آسمانی کتابوں نے خیر دی ہے کہ مومنین، اعمال صالحہ انجام دینے والے اور بہترین کردار سے آراستہ افراد اگرچہ کہیں کہیں ان کے قدموں میں لغزش پیدا ہوگئی ہو لیکن وہ ان کو توبہ اور مغفرت کے ذریعہ جبران کر دیتے ہیں، وہ لوگ ہرگز آتش جہنم اور فراق محبوب کی آگ میں نہیں جلائے جائیں گے۔ قارئین کرام! اب ہم یہاں پر جامع ترین عبادت یعنی نماز کے بارے میں کچھ احادیث نقل کرتے ہیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں بصد عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم سب کو اس کے تمام شرائط خصوصاً خلوص کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمیں عذاب سے نجات مل سکے۔ (آمین یا رب العالمین)

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے نماز کے سلسلے میں درج ذیل احادیث بیان ہوئی ہیں:

”الصَّلَاةُ مِنْ شَرَايِعِ الدِّينِ، وَفِيهَا مَرْضَاةُ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ، وَهِيَ مِنْهَاجُ الْأَنْبِيَاءِ“ [26]

”نماز دینی قانون ہے اس میں پروردگار عالم کی خوشنودی ہے اور نماز انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہے۔“

”جَعَلَ اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ فَرَّةً عَيْبِي فِي الصَّلَاةِ، وَحَبَبَ إِلَيَّ الصَّلَاةَ كَمَا حَبَّبَ إِلَيَّ الْجَائِعِ الطَّعَامَ، وَالْيَ الظَّمَّانِ الْمَاءَ، وَإِنَّ الْجَائِعَ إِذَا أَكَلَ شَبِعَ، وَإِنَّ الظَّمَّانَ إِذَا شَرِبَ رَوِيَ، وَأَنَا لَا أَشْبَعُ مِنَ الصَّلَاةِ“ [27]

”وہ خداوند عالم، جس کی بڑی تعریفیں ہیں؛ اس نے نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اور اس نے میرے لئے نماز کو محبوب قرار دیا ہے، جیسا کہ بھوکے کے لئے کھانا اور پیاسے کے لئے پانی محبوب ہوتا ہے، لیکن اس فرق کے ساتھ کہ جب بھوکا کھانا کھالیتا ہے اور پیاسا پانی پی لیتا ہے تو سیر ہو جاتا ہے، لیکن میں نماز سے سیر نہیں ہوتا۔“

”إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ وَتَوَجَّهْتَ وَقَرَأْتَ أَمْ الْكِتَابِ وَمَا تَيْسَّرَ مِنَ السُّورِ ثُمَّ رَكَعْتَ فَأَتَمَمْتَ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا وَتَشَهَّدْتَ وَسَلَّمْتَ، غُفِرَ لَكَ كُلُّ ذَنْبٍ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي قَدَّمْتَهَا إِلَى الصَّلَاةِ الْمُؤَخَّرَةِ“ [28]

”جب تم نماز کے لئے تیار ہو، اور قبلہ کی طرف رخ کرلو اور سورہ حمد و دوسرا سورہ پڑھ چکو، اس کے بعد رکوع و سجدہ کیا اور رکوع و سجدے بجلا کر تشهد و سلام پڑھ چکو، تو اس نماز اور دوسری نماز کے درمیان تمہارے گناہ بخش دئے جائیں گے۔“

اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نماز کے متعلق درج ذیل احادیث منقول ہوئی ہیں:

”الصَّلَاةُ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ“ [29]

”نماز کے ذریعہ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔“

”الصَّلَاةُ قُرْبَانٌ كُلُّ تَقَى“ [30]

”نماز، ہر پرہیزگار شخص کو خدا سے نزدیک کرنے والی ہے۔“

”أَوْصِيَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَحَفِظْهَا، فَإِنَّهَا خَيْرُ الْعَمَلِ وَهِيَ عَمُودُ دِينِكُمْ“ [31]

”میں تم کو نماز قائم کرنے و اور اس کی حفاظت کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ نماز بہترین عمل اور دین کا ستون ہے۔“

”إِنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ جَسَدَهُ وَثِيَابَهُ وَكُلَّ شَيْءٍ حَوْلَهُ يُسَبِّحُ“ [32]

”جب انسان نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے جسم و لباس اور جو چیز بھی اس کے اطراف میں موجود ہوتی ہے، وہ تسبیح پروردگار کرتی ہے۔“

”يَا كَمِيلُ! لَيْسَ الشَّائِءُ أَنْ تُصَلِّيَ وَتُصُومَ وَتَتَصَدَّقَ، إِنَّمَا الشَّائِءُ أَنْ تَكُونَ الصَّلَاةَ فُعِلَتْ بِقَلْبِ نَقِيٍّ، وَعَمَلٍ عِنْدَ اللَّهِ مَرْضِيٍّ، وَخُشُوعٍ سَوِيٍّ“ [33]

”اے کمیل! نماز پڑھ لینا یا روزہ رکھ لینا اور صدقہ دینا کافی نہیں ہے، بلکہ نماز پاک دل سے پڑھی جائے اور کسی

بھی کام کو خوشنودی خدا کے لئے انجام دیا جائے، اور خدا کے سامنے (ہر حال میں) خشوع و خضوع کے ساتھ رہا جائے۔“

نماز کے دنیاوی و اخروی فائدوں کو حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کے بعد شیعہ معتبر کتابوں جیسے: ”کتب اربعہ“، ”وسائل الشیعہ“ وغیرہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

خدا سے حسن ظن رکھنا

حقیقت مینجو انسان ایک حد تک ایمان، عمل صالح اور اخلاق سے مزین ہو اور انہیں چیزوں میں اپنی عمر کو تمام کرنا

چاہتا ہو، تو اس کو خداوند عالم کے لطف و کرم اور حمت و مغفرت کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہئے؛ یعنی: اسے چاہئے کہ روز قیامت عذاب کے خوف کے ساتھ ساتھ اپنے کو یہ بشارت بھی دے کہ اس کا مولائے حقیقی، وقت موت، عالم برزخ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ لطف و کرم سے کام لے گا، اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا، اور اس کے دینی کاموں کو قبول کرے گا، نیز اس کے لئے بہشت کے دروازے کھول دے گا، اور اپنے اولیاء کے ساتھ محشور کرے گا۔“

حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول روایت میں حسن ظن کو نیک کاموں کا نتیجہ بتایا گیا ہے:

”قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: حُسْنُ الظَّنِّ أَنْ تُخْلِصَ العَمَلَ، وَ تَرْجُوَ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَعْفُوَ عَنِ الرَّئِلِ“ [34]

”حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: (خدا سے) حسن ظن یہ ہے کہ اپنے نیک کاموں میں خلوص نیت سے کام لو اور خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش و مغفرت کی امید رکھو۔“

”عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ أَنْ لَا تَرْجُوَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَخَافُ إِلَّا ذَنْبَكَ“ [35]

”حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا سے حسن ظن یہ ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی غیر سے امید نہ رکھے، اور اپنے گناہوں کے علاوہ کسی اور چیز سے نہ ڈرے۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) حسن ظن کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”وَالَّذِي لَالَهُ إِلَّا هُوَ، لَا يَخْسُنُ ظَنُّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ بِاللَّهِ إِلَّا كَانَ اللَّهُ عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ؛ لِأَنَّ اللَّهَ كَرِيمٌ بِنِدْوَةِ الْخَيْرَاتِ، يَسْتَحْيِي أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ الْمُؤْمِنُ قَدْ أَحْسَنَ بِهِ الظَّنَّ ثُمَّ يُخْلِفُ ظَنَّهُ وَرَجَاهُ، فَأَحْسِنُوا بِاللَّهِ الظَّنَّ وَارْغَبُوا إِلَيْهِ“ [36]

”قسم اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، کسی بھی بندہ مومن کا گمان خدا کی نسبت نیک نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ گمان کرنے والا بندہ خدا پر ایمان رکھتا ہو، اس لئے خداوند عالم کریم ہے اور تمام خوبی ناسی کے دست قدرت میں ہے، کیونکہ جب بندہ مومن خدا سے نیک گمان کرتا ہے تو خدا کو شرم محسوس ہوتی ہے کہ اس کے نیک گمان سے خلاف ورزی کرے، پس خدا سے نیک گمان کرو اور اس کے مشتاق رہو۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں:

”لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَحْسُنَ ظَنَّهُ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؛ فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثَمَنُ الْجَنَّةِ“ [37]

”تم سے کوئی شخص اس دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ خدا سے حسن ظن رکھتا ہو، چونکہ خداوند عالم سے حسن ظن رکھنا، بہشت کی قیمت ہے۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ مِنْ عِبَادَةِ اللَّهِ“ [38]

”خداوند عالم پر حسن ظن رکھنا، اس کی عبادت ہے۔“

”وَأَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِ عُنُقِ قَلِيلٍ مِنَ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَغُوبَاتِهَا، وَمَا يَجْرِي فِيهَا مِنَ الْمَكَارِهِ عَلَى أَهْلِهَا، عَلَى أَنْ ذَلِكَ بَلَاءٌ وَمَكْرُوهٌ قَلِيلٌ مَكْنُوعٌ، يَسِيرٌ بِقَائِهِ، قَصِيرٌ مُدْتُهُ، فَكَيْفَ احْتِمَالِي لِبَلَاءِ الْآخِرَةِ، وَجَلِيلٌ وَقُوعُ الْمَكَارِهِ فِيهَا، وَهُوَ بَلَاءٌ تَطُولُ مُدَّتُهُ، وَيَدُومُ مَقَامُهُ، وَلَا يَخْفَفُ عَنْ أَهْلِهِ، لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ إِلَّا عَنْ غَضَبِكَ وَانْتِقَامِكَ، وَسَخَطِكَ، وَهَذَا مَا لَا تَقُومُ لَهُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، يَا سَيِّدِي، فَكَيْفَ لِي وَأَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيفُ الدَّلِيلُ الْحَقِيرُ الْمُسْتَكِينُ الْمُسْتَكِينُ“

”پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔“

تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم، جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔ جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین و آسمان نہیں لاسکتے، تو میں ایک بندہ ضعیف و ذلیل و حقیر و مسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں؟!

دنیا و آخرت کی بلائیں

دنیا کی بلائیں اور مصیبتیں آخرت کی بلاؤں اور مصیبتوں سے چند لحاظ سے فرق رکھتی ہیں، جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اول: دنیا کی مصیبتیں اور بلائیں جیسے طوفان، زلزلہ، سیلاب، خشک سالی، قحطی، مہنگائی اور انسانی بیماریاں نقصان دہ اور کم مدت کے لئے ہوتی ہیں، لیکن آخرت کی بلائیں اور مصیبتیں عرصہ دراز کے لئے اور جاودانہ ہوتی ہیں۔
دوم: کبھی بلائیں انسان کے لئے امتحان کا پہلو رکھتی ہیں، جن پر انسان کو صبر و ضبط سے کام لینا چاہئے تاکہ اس صبر کی وجہ سے اس کے ایمان میں اضافہ ہو جائے، اور خدا کی طرف سے عظیم ثواب کا مستحق بن جائے، نیز رضائے الہی حاصل ہو جائے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوم کے آزار و اذیت پر صبر کیا ہے، صبر و استقامت کی مثال جناب آسیہ، مومن آل فرعون، حبیب نجار اور راہ خدا کے دیگر مجاہدین نے پیش کی ہے، لیکن آخرت کی بلائیں اور مصیبتیں صرف اور صرف گناہ و معصیت اور خدا کے نافرمانی کی سزا کا پہلو رکھتی ہیں۔

اور یہ کہ آخرت کی بلائیں و مصیبتیں امتحان و آزمائش کا پہلو نہیں رکھتی، بلکہ انجام دئے ہوئے اعمال کی سزا ہوتی ہیں، اور ان پر سزا کا تصور بھی نہیں پایا جاتا، اور بفرض محال اگر کسی نے اس عذاب اور سزا پر صبر کر بھی لیا تو اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہوگا!!

قرآن مجید میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر انسان خدا و رسول کی اطاعت میں صبر و استقامت کا اظہار کرے اور گناہوں کے مقابلہ میں صبر سے کام لے تو اس کو خدا وند عالم کی معیت (یعنی ہمراہی) حاصل ہو جاتی ہے۔
چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہوتا ہے:

”وَصَابِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“ [39]

”اور صبر کرو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

قرآن مجید نے صابریں کو بشارت دی ہے اور ان کو خدا کی صلوات و رحمت اور مغفرت کا مستحق قرار دیا ہے۔ [40]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”الصَّبْرُ ثَلَاثَةٌ: صَبْرٌ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ، وَصَبْرٌ عَلَى الطَّاعَةِ، وَصَبْرٌ عَنِ الْمُعْصِيَةِ“ [41]

”صبر، تین طرح کا ہوتا ہے: مصیبت کے وقت صبر، (خدا و رسول کی) اطاعت پر صبر اور گناہ و معصیت کے مقابلہ میں صبر۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے صابریں کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے: صابریں وہ لوگ ہیں جو خدا (و رسول) کی اطاعت اور گناہ و معصیت پر صبر کریں، حلال طریقہ سے رزق و روزی حاصل کریں، حد اعتدال میں رہ کر راہ خدا میں خرچ کریں، اور اپنے خرچ سے باقی ماندہ مال و دولت کو آخرت کے لئے بھیج دیں، اس وقت صابریں کامیاب و کامران ہیں۔ [42]

عذاب برزخ اور قیامت

قرآن مجید کی بہت سی آیات خصوصاً تیسویں پارے کی آیات برزخ اور قیامت کے مختلف عذاب کے بارے میں اشارہ کرتی ہیں، اسی طرح بہت سی روایات میں بھی اس عذاب کے بارے میں بیان موجود ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دشمنان خدا کے بارے میں فرماتے ہیں:

”... اور جو شخص دشمن خدا ہوگا، اس پر ایک ایسا بدترین شکل کا فرشتہ جس کے بدن سے بدترین بدبو آرہی ہوگی؛ وہ اس سے آکر کہے گا: تجھے بشارت ہو بہت زیادہ کھولتے ہوئے پانی پینے کی اور جہنم میں داخل ہونے کی۔ دشمن خدا اپنے غسل دینے والے اور جنازہ اٹھانے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے، ان کو قسم دے کر کہے گا: مجھے قبر کے حوالے نہ کرو، لیکن جب اس کو قبر کے حوالے کر دیا جائے گا، تو دو فرشتے سوال کرنے کے لئے اس پر وارد ہونگے اور اس کا کفن ہٹا کر اس سے کہیں گے: تیرا خدا کون ہے، تیرا دین کیا ہے؟ او رتیرے پیغمبر کون ہیں۔ تو جواب دے گا: میں کچھ نہیں جانتا، دو فرشتے کہیں گے: تو نہیں جانتا۔ پس اس کی زبان باہر نکلو اور اس پر کوڑے لگائیں گے، اور اس طرح ماریں گے جس سے ہر جاندار چیز خوف و وحشت زدہ ہو جائے، جن و انس اس کی آواز کو نہیں سنتے۔ اس وقت یہی فرشتے اس کی قبر سے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیں گے، اور اس سے کہیں گے: اسی بدترین حالت میں لیٹا رہ، اور اس کو اس طرح فشار قبر دیں گے کہ اس کا مغز اس کے ناخن اور گوشت کے ذریعہ باہر نکلے گا، اور خداوند عالم اس پر زمین کے سب سے خطرناک سانپ اور بچھو کو مسلط کر دے گا، اور وہ قیامت تک اس کو اسی طرح اذیت دیتے رہیں گے۔ [43]

اسی طرح شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عذاب دوزخ کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

”اہل جہنم دردناک عذاب کی سختیوں سے کٹوں اور بھیڑیوں کی طرح فریاد کریں گے، وہاں پر کسی کو موت نہیں آئے گی، ان کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی، وہاں انہیں ہمیشہ بھوک و پیاس لگتی رہے گی، ان کی آنکھیں کمزور اور ان میں روشنی کم ہوگی، گونگے، بھرے اور اندھے ہوں گے، ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، پشیمان، مطرود اور غضب پروردگار میں مبتلا ہوں گے، ان پر کسی طرح کا رحم نہیں کیا جائے گا، اور ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، دوزخ ان کو جلائے گا اور ان کے پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ہوگا، علاوہ برابن ان کے پینے کے لئے ایک بہت بدبودار اور زہر سے بدتر چیز ہوگی، ان پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں گے، اور بڑے بڑے ہتھوڑوں سے ٹھوکا جائے گا، غضب کے فرشتے ان پر (ذراہمی) رحم نہیں کریں گے، ان کے چہرے جھلسے ہوئے ہوں گے، اور وہ لوگ شیطان کے ہم نشین ہوں گے، ان کو طوق و زنجیروں میں باندھا جائے گا، اگر وہ دعا (بھی) کریں گے تو قبول نہیں ہوگی، اگر ان کی کوئی حاجت ہوگی تو اس کو پورا نہیں کیا جائے گا، یہ ہے حال اہل جہنم کا! [44]

علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ایک روز جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) تشریف فرماتھے، کہ فرشتہ وحی جناب جبرئیل امین غمگین اور حزن و ملال کے عالم میں نازل ہوئے، ان کا چہرہ متغیر تھا، پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے سوال کیا: اے جبرئیل! حزن و ملال کی وجہ کیا ہے؟ تو جناب جبرئیل نے کہا: میں کیسے پریشان اور ملول نہ ہوں، آج خداوند عالم نے ”منافیخ دوزخ“ کو معین کیا ہے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: ”منافیخ دوزخ“ کیا ہیں؟ جبرئیل نے کہا: خداوند عالم نے آتش جہنم کو حکم دیا کہ ہزار سال تک جلے تاکہ سرخ ہو جائے، اس کے بعد دوسرا حکم دیا کہ ہزار سال تک جلے تاکہ سفید ہو جائے، اس کے بعد حکم دیا کہ ہزار سال جلے تاکہ سیاہ ہو جائے اور وہ سیاہ و تاریک مادہ بغیر روشنی کے ہے، اگر اس کی زنجیر کے ستر ذراع کے حلقہ کو زمین پر رکھ دیا جائے تو ساری دنیا پگھل جائے گی، اور اگر ”زقوم و ضریح“ کا ایک قطرہ دنیا کے پانی میں ملادیا جائے تو تمام اہل زمین اس کی بدبو سے مرجائیں گے۔

اس وقت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور جبرئیل بہت روئے، یہاں تک کہ خداوند عالم نے ایک فرشتہ بھیجا کہ آپ کا پروردگار آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اگر (تمہاری امت) گناہوں کی مرتکب ہوئی تو اس کو اس عذاب سے محفوظ کر دیا ہے۔ [45]

بدکاروں اور دشمنان خدا کو ایسی جگہ رکھا جائے گا کہ ہر طرف سے تنگی ہوگی اس کے راستے تاریک اور اس کی ہلاکت کے مراکز نامعلوم ہوں گے، اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی جہنم میں ٹھکانہ ہوگا، اس کا شربت کھولتا ہوا پانی، اور ان کا مکان ”جحیم“ ہوگا، آگ کے شعلے اور اس کی لپٹیں گھیرے ہوں گی، ان کی آرزو موت ہوگی (لیکن موت کہاں؟!)) ان کی آزادی کا کوئی راستہ نہ ہوگا، ان کے پیروں کو ان کی پیشانی کے ساتھ باندھ دیا جائے گا اور ان کے چہرے گناہوں کی تاریکی سے سیاہ ہوں گے، اور وہاں چلاتے ہوں گے: اے داروغہ جہنم! ہم بے حال ہو چکے ہیں، داروغہ جہنم! زنجیروں نے ہمیں جکڑ دیا ہے، اور ہماری کھال جلی جا رہی ہے، لہذا ہمیں یہاں سے باہر نکال دے، کہ پھر کبھی گناہ نہیں کریں گے، اس وقت آگ کے شعلے آواز دیں گے: یہاں سے تمہارا بھاگنا ممکن نہیں ہے، اب امان ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے، یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہے، دور ہو جاؤ اور بکواس بند کرو، اگر تمہیں یہاں سے چھٹکارا مل بھی جائے تو تم پھر اسی طرح گناہوں میں ملوث رہو گے۔

اس موقع پر اہل دوزخ اپنی رہائی سے ناامید ہو جائیں گے، دنیا میں عبادت خدا کے سلسلہ میں کی ہوئی تقصیر کے بارے میں افسوس کریں گے، لیکن وہ پشیمانی ان کو نجات نہیں دے گی، اور ان کا غم و اندوہ سودمند ثابت نہیں ہوگا، ہاتھ پیر بندھے ہوئے ان کو زمین پر پھینک دیا جائے گا، اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے آگ ہی آگ ہوگی، ان کا کھانا آگ، پینا آگ، کپڑے آگ اور ان کا بستر بھی آگ ہی کا ہوگا۔

ان کو بھڑکتے ہوئے انگاروں، بدبودار گندے کپڑوں اور خطرناک گرز اور بھاری بھاری زنجیروں میں رکھا جائے گا، اور وہ چیخ رہے ہوں گے فریاد کریں گے اور موت کی تمنا کریں گے، لیکن جب بھی موت طلب کریں گے ان کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈال دیا جائے گا، اور آگ کے گرز مارے جائیں گے، ان کے منہ سے خون اور پیپ باہر نکلے گی، اور ان کا جگر پیاس کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، ان کی آنکھیں باہر نکل آئیں گی، ان کے چہروں کی کھال اتر جائے گی، درد و تکلیف کی وجہ سے ان کے بال گر جائیں گے، جب ان کی کھال جل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری نئی کھال پیدا ہو جائے گی، ان کی ہڈیوں کا گوشت اتر جائے گا، ان کی آنکھیں اندھی، زبان گونگی اور ان کے کان بھرے ہو جائیں گے۔ [46]

قارئین کرام! آئیے خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

پروردگارا! ان دردناک عذاب، سختی اور پریشانیوں کو برداشت کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے، ہم تو تیرے ضعیف، کمزور، ذلیل، حقیر اور مسکین بندے ہیں!

اگر چہ میری عبادت کامل نہیں ہے، اور گناہ بھی کم نہیں ہے لیکن دل و جان سے تیرا عاشق ہوں۔ انبیاء (ع) اور انہم علیہم السلام کو دوست رکھتا ہوں اور تیری عبادت و بندگی سے دور نہیں ہوں، میرا مشغلہ گناہ کرنا نہیں ہے، میرا کام خطا و عصیان نہیں ہے۔ اگر میرے گناہ زیادہ ہیں صرف ہوائے نفس اور شہوت کی وجہ سے ہیں، میں تیری کامل اور خالص عبادت انجام دینا چاہتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا دامن ہر گناہ سے پاک ہو، میں شیطان اور طاغوت سے بیزار ہوں، ہوائے نفس کی شرارت سے نالاں ہوں۔ تیرے فراق کا مریض اور تیرے وصال کا بھوکا ہوں۔ پالنے والے! مجھے معاف کر دے، اور میری مدد فرما، مجھے میرے گناہوں سے چھٹکارا دے اور عبادت و بندگی میں مشغول کر دے، مجھے آتش جہنم سے امان دیدے اور میرے لئے بہشت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

”يَاٰلِهَيَّ وَرَبِّيَّ وَسَيِّدِيَّ وَمَوْلَايَ، لَايُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَشْكُو، وَلِمَا مَنَاهَا أَضِجُ وَأَبْكِي، لِأَلِيمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ، أَمْ لَطُولِ الْبَلَاءِ وَ مُدَّتِهِ، فَلَيْنٌ صَبْرٌ تَنْبَلُّ عَفْوَ بَاتٍ مَعَ أَعْدَائِكَ، وَجَمَعْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَوْلِيَائِكَ، وَفَرَّقْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحِبَّائِكَ، فَهَبْنِي يَا إِلَهِي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ وَرَبِّيَّ، صَبْرْتُ عَلَى عَذَابِكَ فَكَيْفَ أَصْبِرُ عَلَى فِرَاقِكَ، وَهَبْنِي صَبْرْتُ عَلَى حَرْ نَارِكَ فَكَيْفَ أَصْبِرُ عَنِ النَّظَرِ إِلَى كِرَامَتِكَ، أَمْ كَيْفَ أَسْكُنُ فِي النَّارِ وَرَجَائِي عَفْوَكَ“۔

”اے میرے خدا! پروردگارا! میرے سردار! میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ وبکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور دراز مدت کے لئے کہ اگر تونے ان سزاؤں میں مجھے اپنے دشمنوں کے ساتھ ملا دیا اور مجھے اہل معصیت کے ساتھ جمع کر دیا اور میرے اور اپنے احباء اور اولیاء کے درمیان جدائی ڈال دی۔ تو اے میرے خدامیرے پروردگار میرے آقا میرے سردار! پھر یہ بھی طے ہے کہ اگر میں تیرے عذاب پر صبر بھی کر لوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کر سکتا۔ اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کر لوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اور پھر میں آتش جہنم میں جلا دیا جاؤں۔

محبوب سے شکایت

مولائے عاشقین حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا کے اس حصے ”لَايُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَشْكُو“ میں اپنے محبوب کی بارگاہ میں اپنی پریشانیوں اور بلاؤں کی شکایت کرتے ہوئے گریہ و زاری کرتے ہیں؟ چنانچہ آپ اس شکایت میں کہتے ہیں: میں اپنی مشکلات، رنج و غم اور بلاؤں کو دور کرنے کے لئے تیرے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتا۔ سبھی تیرے محتاج اور تیرے سامنے جھولی پھیلائے ہوئے ہیں، سبھی تیرے سامنے ناتواں اور کمزور ہیں، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے، لہذا کسی ضعیف اور کمزور سی مشکل کے حل کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔ تمام مشکلات کو حل کرنے کی کُنجی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ تمام دردوں اور بلاؤں کا علاج تیرے ایک اشارہ سے ہو جاتا ہے۔ تو ہی وہ ذات ہے جو اہل مشکل کی مشکل کشائی کرتا ہے اور رنج و غم میں گرفتار لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔

تو ہی وہ ذات ہے جس کی بارگاہ میں صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا برسات کے موسم کی طرح آنسو بہاتی ہوئی کہتی تھیں:

”پالنے والے!

(تیری بارگاہ سے کچھ چیزوں کی سوالی ہوں اور تو ہی ان کو عنایت کر سکتا ہے) تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت، بے نیازی اور ایسے عمل کی توفیق چاہتی ہوں جس سے تو راضی و خوشنود ہو جائے۔

پالنے والے! ہمارے کمزوروں کو طاقت، غریبوں کو مال و دولت اور ہمارے جاہلوں کو علم و حلم کی دولت عطا فرما۔ پالنے والے! محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما، اور ہمیں شکر، اپنی یاد، عبادت اور اطاعت پر مدد فرما، تجھے تیری مہربانی کا واسطہ، اے ارحم الراحمین“۔ [47]

تو ہی وہ ہے جس کے سامنے توحید کے علمبردار حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد اپنے دست دعا بلند کر دئے اور نہایت خشوع و خضوع سے حقائق کی درخواست کی جن کو صرف تو ہی

عطا کر سکتا ہے :

”پالنے والے!“

کعبہ کے بنانے کو ہم سے قبول فرما، کیونکہ تو ہی (ہماری دعاؤں کا) سننے والا اور (ہمارے اخلاص سے) آگاہ ہے۔

”پالنے والے!“

تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور اور ہماری ذریت و اولاد کو بھی اپنا فرمانبردار بنا اور ہم کو ہمارے حج کی جگہ دکھادے اور ہماری توبہ کو قبول کر لے، کیونکہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

پروردگارا

! مکہ والوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیج جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے آسمانی کتابیں اور حکمت

کی باتیں سکھائے، اور ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے، بے شک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔“ [48]

”پالنے والے!“ تو ہی وہ ہے جس کے حضور میں نوح جیسا اولو العزم پیغمبر اپنی قوم کے نو سو پچاس برس آزار و اذیت

برداشت کرتا رہا تیرے لئے، اس کے بعد تیری بارگاہ میں شکایت کی اور تو نے اپنی قدرت کا مزا چکھادیا اور ان پر

دردناک عذاب نازل کیا اور ان سب کو نیست و نابود کر دیا اور جناب نوح اور آپ کے مومن ساتھیوں کو عذاب سے نجات

بخشی۔

تو ہی وہ ہے جس نے جنگ بدر میں مسلمانوں کی قلیل تعداد (دشمن کے ایک سو حصہ) کے ذریعہ دشمن کی یقینی فتح کو

شکست سے بدل دیا اور مومنین کو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی دعا کے ذریعہ دشمنوں پر فتحیاب کر دیا۔

اب میں بلاء و مصائب اور پریشانیوں کی تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔

”پالنے والے!“

تو ہی وہ ہے جو ایک نظر (رحمت) کے ذریعہ میری ساری پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے اور میرے لئے سکون اور اطمینان

کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔

”پالنے والے!“

تو ہی وہ ذات ہے جس کے حضور میں ہر پیغمبر، امام، مومن، تائب اور پریشان حال نے اپنی شکایت پیش کی اور تیری

بارگاہ میں گریہ و زاری کی تو تو نے ہی اس کو پناہ دی، تسلی دیتے ہوئے اس کی پریشانیوں کو ختم کیا اور اس کے چین

و سکون کے اسباب فراہم کئے۔

کون ایسا دردمند ہے جو تیری بارگاہ میں آیا ہو اور تو نے اس کے درد کا علاج نہ کیا ہو؟ کون ایسا محتاج ہوگا جو تیرے

در پر سوالی بن کر آئے اور تو نے اس کی ضرورت کو پورا نہ کیا ہو؟ کون ایسا حاجت مند ہوگا جو تیری چوکھٹ پر اپنی

حاجت لے کر آیا ہو اور تو نے اس کو ناامید کیا ہو؟

کون ایسا غریب و فقیر ہوگا جو تیرے در پر آیا ہو اور تو نے اس پر اپنے فضل و کرم کی بارش نہ کی ہو؟ کون ایسا دعا

کرنے والا ہوگا جس نے تجھ سے دعا کی ہو اور تو نے اس کو قبول نہ کیا ہو؟

کون ایسا پریشان حال ہوگا جو تیرے در رحمت پر آیا ہو اور تو نے اس کی مشکل کو حل نہ فرما یا ہو؟ کون ایسا توبہ

کرنے والا ہوگا جس نے تیری بارگاہ میں رو کر توبہ کی ہو اور تو نے اس کی توبہ کو قبول نہ کیا ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

گریہ و زاری

رونا اور آنسو بہانا، خداوند عالم کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، رونا تواضع و انکساری کی نشانی اور باطن کی پاکیزگی

کی علامت ہے۔

قرآن کریم نے گریہ و زاری، آہ و فغاں اور آنسوؤں کو مرد مومن اور خداوند عالم کے عاشق و عارف کی نشانی قرار دی

ہے۔ [49]

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”أَوْصِيكَ يَا عَلِيُّ فِي نَفْسِكَ بِخَصَالٍ فَاحْفَظْهَا، اللَّهُمَّ أَعْنَهُ۔۔۔ الرَّابِعَةُ الْبُكَاءُ اللَّهُ يُبْنِي لَكَ بِكُلِّ دَمْعَةٍ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ“ [50]

”یا علی! تمہیں چند چیزوں کی خصلت کے بارے میں سفارش کرتا ہوں، ان کی حفاظت کرنا، خدایا! اس کی مدد فرما۔۔۔ ان

میں سے جو تھی خصلت خدا کے لئے رونا ہے، جس کے ایک آنسو پر جنت میں تمہارے لئے ایک گھر بن جائے گا۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”طُوبَى لِمَنْ نَظَرَ اللَّهُ إِلَيْهَا تَبْكِي عَلَى ذَنْبٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَمْ يَطَّلِعْ عَلَى ذَالِكَ الذَّنْبِ غَيْرُهُ“ [51]

”خوشا نصیب اس صورت کے کہ جس پر خدا ایک نظر کر لے اور وہ گناہوں پر خدا سے ڈرتا ہو اور وہ بھی اس گناہ پر

جس کو خدا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔“

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

”وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَأَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ۔“ (سورہ توبہ آیت ۹۲)

”اور ان پر بھی کوئی الزام نہیں ہے جو آپ کے پاس آئے کہ انہیں بھی سواری پر لے لیجئے اور آپ ہی نے کہہ دیا کہ ہمارے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے اور وہ آپ کے پاس سے اس عالم میں پلٹے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا رنج تھا کہ ان کے پاس راہ خدا مینخرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔“

”وَمَنْ دَرَفَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ مِنْ دُمُوعِهِ مِثْلُ جَبَلٍ أُحُدٍ يُكُونُ فِي مِيزَانِهِ مِنَ الْأَجْرِ“ [52]

”جس شخص کی آنکھیں خوف خدا میں آنسو بھائیں تو اس کے ہر آنسو کی جزا اس کے عمل کی ترازو میں کوہ احدکے ہم پلہ ہو۔“

نیز آپ نے فرمایا:

”مَنْ خَرَجَ مِنْ عَيْنَيْهِ مِثْلُ الدُّبَابِ مِنَ الدَّمْعِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ أَمَنَهُ اللَّهُ بِهِ يَوْمَ الْفَرَجِ الْأَكْبَرِ“ [53]

”اگر خوف خدا سے کسی شخص کی آنکھ سے پرکھ سے برابر بھی آنسو نکل آئے تو خداوندعالم اس کو روز قیامت کے عذاب سے امان دیدے گا۔“

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”بُكَاءُ الْعُيُونِ وَ خَشْيَةُ الْقُلُوبِ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ، فَإِذَا وَجَدْتُمُوهَا فَأَعْتَمُوا الدُّعَاءَ“ [54]

”آنکھ کے آنسو اور دلوں میں خوف ؛ خدا کی رحمت ہے، جب یہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں تو دعا کو غنیمت جانو کیونکہ خوف و گریہ کے ساتھ دعا مستجاب ہوتی ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَ لَهُ كَيْلٌ وَ زَنْ إِلَّا الدُّمُوعُ، فَإِنَّ الْقَطْرَةَ مِنْهَا تُطْفِئُ بِحَارًا مِنْ نَارٍ، وَإِذَا اغْرُورَقَتِ الْعَيْنُ بِمَا يَهَى لَمْ يَرْهَقْ وَجْهَهُ قَتْرٌ وَلَا دَلَّةٌ، فَإِذَا فَاضَتْ حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ، وَلَوْ أَنَّ بَاكِيًا بَكَى فِي أُمَّةٍ لُرْجِمُوا“ [55]

”تمام چیزوں کے لئے ایک پیمانہ موجود ہے سوائے آنسوؤں کے، کہ آنسوؤں کا ایک قطرہ دریائے آتش کو خاموش کر دیتا ہے، جس وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں تو رونے والے شخص کو کوئی سختی اور پریشانی نہیں پہنچتی، اور اگر آنکھ سے آنسو بہہ نکلیں تو خداوندعالم اس پر آتش جہنم کو حرام کر دیتا ہے، اور اگر کسی بھی امت کا کوئی شخص آنسو بھائے تو اس پوری امت پر رحم کیا جائے گا۔“

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں: جو شخص خواب میں اپنے کوروتا ہوا دیکھے تو وہ شخص جاگتے ہوئے شاد و خرم ہوگا، زندگانی دنیا خواب کی طرح ہے اور آخرت بیداری کا عالم، لہذا دنیا میں گریہ کرو تاکہ آخرت میں شاد و خرم رہو۔

دوستوں کی جدائی

اگر کوئی شخص انبیاء، پیغمبر، ائمہ علیہم السلام اور اولیاء الہی کو دوست رکھنے والا ہو اور اس کی تمام تر کوششیں ان کا وصال اور دیدار ہو، اور قیامت میں ان کے دیدار کا شیدائی ہو اور ان بزرگواروں کی ہمنشینی سے سرفراز ہونا چاہتا ہو، لیکن خداوندعالم بعض گناہوں کے سبب ان کے اور اس کے درمیان جدائی ڈال دے اور ان کی ہم نشینی کے بجائے ان کے دشمنوں کے ساتھ قرار دیدے تو در حقیقت اس کے لئے یہ ایک سخت عذاب ہوگا، جو عذاب دوزخ اور آتش جہنم سے زیادہ سخت ہوگا۔

دوست اور محبوب کی جدائی کا صدمہ بچھڑے یار سے پوچھئے لیکن اگر کسی نے محبوب کی جدائی کا درد نہ دیکھا ہو اس کے سامنے درد یار کا بیان بے معنی ہے!

فراق محبوب کا مزہ، جناب آدم علیہ السلام نے برداشت کیا ہے کہ ”درخت ممنوعہ“ کے نزدیک جانے سے اپنے اس عظیم مقام کو کھودیا اور فرشتوں کی ہم نشینی اور بہشت میں زندگی بسر کرنے سے محروم ہوگئے!

درد فراق کو جناب ایوب علیہ السلام نے چکھا ہے، جنہوں نے امتحان پرودگار کی خاطر اپنے اہل و عیال، مال و دولت اور جسم کی صحت و سلامت سب کو قربان کر دیا۔

فراق محبوب کا مزہ، جناب یونس علیہ السلام نے چکھا جو اس عظیم دنیا کی وسیع فضا سے محروم ہو کر شکم ماہی میں گرفتار ہوگئے۔

فراق محبوب کا مزہ، جناب یعقوب علیہ السلام نے چکھا ہے جنہوں نے اپنے محبوب (بیٹے جناب یوسف) کے فراق میں اس

قدر گریہ کیا کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔
فراق محبوب کا مزہ، جناب یوسف علیہ السلام نے چکھا ہے جو یعقوب (ع) جیسے شفیق باپ سے دور ہو گئے اور چاہ کنعان میں جا پہنچے۔

لیکن خداوند مہربان نے جناب آدم کے درد فراق کا آدم کی توبہ کے ذریعہ علاج کیا، اسی طرح جناب ایوب (ع) کے درد فراق کا ان کے گم شدہ اہل و عیال اور مال کو واپس کر کے علاج کیا، اور یونس (ع) کو کا شکم ماہی سے نجات دیکر علاج کیا ہے، اسی طرح یعقوب و یوسف کو ایک دوسرے سے ملا کر ان کا درد کا علاج کیا ہے۔
اے درد فراق میں بے قرار افراد کے علاج کرنے والے! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے انبیاء، ائمہ (ع) اور اولیاء کے چاہنے والے ہیں ہمیں قیامت کے دن ان کے فراق و جدائی میں مبتلا نہ کرنا، ان کے فراق کے عذاب اور عذاب جہنم سے نجات دیدے، بالفرض اگر ہم تیرے عذاب پر صبر بھی کریں اور اپنے انبیاء، ائمہ اور اولیاء ہم نشینی سے محروم کر دے لیکن تیری جدائی اور دوری پر کس طرح صبر کا پارا ہوگا!!

اہل کرامت کے مقام کی آرزو پالنے والے! بالفرض اگر میں نے تیری آگ کی حرارت کا مقابلہ کر بھی لیا، لیکن جیسا کہ تو اپنے بندوں کے ساتھ لطف و کرم سے کیسے چشم پوشی کر سکتا ہوں؟

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ”خداوند عالم نے کسی کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ اس کا جنت و جہنم میں مقام مقرر فرمادیا ہے۔ جب اہل بہشت، بہشت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اہل بہشت ایک آواز سنیں گے کہ اہل دوزخ کی طرف دیکھو، اس وقت جہنمیوں کے ٹھکانے دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ اگر تم لوگ بھی خدا کی معصیت اور نافرمانی کرتے تو اسی (جہنم) میں داخل کئے جاتے۔ چنانچہ اس عذاب سے نجات ملنے پر اس قدر خوشحال ہوں گے کہ اگر بہشت میں موت ہوتی تو وہ مرجاتے۔

اس وقت منادی اہل جہنم سے کہے گا کہ اپنے اوپر کی طرف نگاہ کرو، جب وہ لوگ جنت مینان کے لئے مقرر کردہ اپنے مقام دیکھیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم خدا کی اطاعت و بندگی کرتے تو اس مقام تک پہنچ جاتے، چنانچہ یہ سن کر ان کی اس قدر حالت غیر ہو جائے گی کہ اگر جہنم میں موت ہوتی تو وہ مرجاتے۔“
پالنے والے! جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں پر لطف و کرم کرے گا کیا میں اس کو دیکھ کر اس سے چشم پوشی کر لوں اور اس کی آرزو نہ کروں!؟

عفو و بخشش کی امید

اے میرے مولا! میں کس طرح جہنم میں آرام سے رہ سکتا ہوں حالانکہ میری ساری امید تیرے عفو و بخشش کے اوپر ہے، وہ عفو و بخشش جس کا قرآن مجید میں، پشیمان گناہگاروں کو وعدہ دیا گیا ہے؟
پالنے والے! بہت سے مواقع پر بے چارے اور پریشان حال لوگ دوسروں سے لُو لگائے ہیں اور ان سے لطف و کرم اور عفو و بخشش کی امید رکھتے ہیں لیکن وہ محروم نہیں ہوتے، تو جن لوگوں نے تجھ سے لُو لگائی ہو اور تیرے عفو و بخشش کو سہارا بنایا ہو تو تو ان کو کیسے ناامید کر سکتا ہے۔

مرحوم عطّار اپنی کتاب ”الہی نامہ“ میں روایت کرتے ہیں: ایک بدکار، فاسق و فاجر اور رناچنے والی عورت مکہ میں رہتی تھی اور شہر کے ناچ گانے کے پروگراموں میں شرکت کیا کرتی تھی، اور اپنی اداؤں کے ذریعہ پروگرام کو گرم کئے رکھتی تھی۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی ہجرت کے بعد جب اس عورت کا حسن و جمال ختم ہو گیا اور اس کی آواز جاتی رہی اس کا یہ دھندلٹھنڈا ہو گیا اور فقر و فاقہ میں گرفتار ہو گئی، مشکلات اور پریشانی کی وجہ سے مدینہ میں آئی اور رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئی، چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اس سے سوال کیا کس غرض سے مدینہ آئی ہے؟ کیا دنیاوی تجارت کے لئے آئی ہے یا آخری تجارت کے لئے؟ اس نے کہا: نہ دنیا کے لئے اور نہ آخرت کے لئے، بلکہ میں نے آپ کے جود و کرم اور بخشش کے بارے میں سنا ہے لہذا آپ سے امیدیں لے کر اس شہر میں آئی ہوں؟ پیغمبر اکرم اس کی بات سے بہت خوش ہوئے اور اپنی ردا اس کو عنایت کر دی، اور اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس کے لحاظ سے اس عورت کی مدد کرو۔
جی ہاں، ایک بدکار عورت تیرے بندے اور پیغمبر (جو تیرے بے نہایت لطف و کرم کا مظہر ہیں) کے جود و کرم کی امید میں مدینہ آئی اور بہت سا مال و دولت لے کر واپس گئی، کیا ممکن ہے کہ میں تیرے عفو و بخشش اور لطف و احسان کی

امید پر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیرے رحم و کرم کی بارگاہ سے خالی ہاتھ واپس لوٹ جاؤں!!؟

”فِعِزَّتْكَ يَا سَيِّدِي وَمَوْلَايَ أَقْسِمُ صَادِقًا لَنْ تَرَكْتَنِي نَاطِقًا، لِأَضِجَنَّ لِيكَ بَيْنَ أَهْلِهَا صَجِيحَ الْأَمَلِينَ، وَلَا صُرْخَنَ لِيكَ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِينَ، وَلَا بَكِيًّا عَلَيَّكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِينَ، وَلَا نَادِيَةً أَيْنَ كُنْتَ يَا وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ، يَا غَايَةَ أَمَالِ الْعَارِفِينَ، يَا غِيَاةَ الْمُسْتَعِيثِينَ، يَا حَبِيبَ قُلُوبِ الصَّادِقِينَ، وَيَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ“۔

”تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقاو مولا! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور ”عزیز گم کردہ“ کی طرح تیری دوری پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے۔“

قارئین کرام! دعا کے اس حصے میں گزشتہ کی طرح صدق دل سے توبہ، مناجات، راز و نیاز اور دعا کرنے والا اپنے محبوب کی بارگاہ میں اس کی نظر رحمت کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے، اور اس فرض کے بعد کہ اس کو جہنم کا مستحق قرار دیا گیا ہے، اس کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا کر دے۔
درحقیقت اگر کوئی شخص عذاب میں گرفتار ہو اور عذاب سے بھی سخت اپنے محبوب کے فراق اور اس کی جدائی کے غم میں گرفتار ہو اس کی حالت کیا ہوگی؟

کس درد مند کی آہ و فغاں اس سے زیادہ دلسوز ہو سکتی ہے جس نے اپنے محبوب و معشوق کھو دیا ہو؟ کہتے ہیں: ایک ماں اپنے بیٹے کی قبر پر زار زار گریہ کر رہی تھی، وہاں سے ایک عابد و عارف کا گزر ہوا، اس عورت کی حالت زار دیکھ کر کہا: خوشا نصیب، اس ماں پر جو یہ جانتی ہے کہ وہ اپنے کس گوہر کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھی ہے!!

طفل می گرید چو راہ خانہ را گم می کند
چون نگریم من کہ صاحب خانہ را گم کرداہ ام [56]

”بچہ گھر کے گم ہونے پر گریہ کرتا ہے تو میں نے صاحب خانہ کو گم کر دیا ہے لہذا میرا رونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔“

واقعا قیامت کاکیا عجیب و غریب منظر ہوگا، لوگوں کے لئے وہ دن کیساعجیب و غریب ہوگا؛ خوشانصیب ہیں وہ لوگ جو اس دن رحمت خدا کے مستحق قرار پائیں گے اور رضائے الہی حاصل کر کے عذاب جہنم سے نجات حاصل کریں گے۔ کیا اچھا ہوگا کہ موت کا پیغام آنے سے پہلے پہلے اور ہمارے نامہ اعمال پر تالے لگانے سے قبل ہم اپنے آپ کو قرآن مجید کے سامنے پیش کریں تاکہ اس کے بیانات کی روشنی میں اپنی حالت سے مزید واقف ہو جائیں۔

ہارون اور بھلول

ہارون رشید حج سے واپس آکر کوفہ میں ٹھہرا، ایک روز راستہ سے چلا جا رہا تھا، راستے میں بھلول نے اس کو نام لے کر تین دفعہ پکارا: ہارون، ہارون، ہارون، اس نے تعجب کیا کہ کون ہے جو مجھے نام لے کر پکار رہا ہے؟ کہنے والوں نے کہا: بھلول دیوانہ، اس نے محمل کا پردہ اٹھایا اور بھلول سے کہا: مجھے پہچانتے ہو؟ کہا: ہاں، کہا میں کون ہوں؟ کہا کہ تو وہی ہے کہ اگر کسی نے مشرق میں ظلم کیا ہو اور تو مغرب میں ہو تو قیامت کے دن کا مالک تجھ سے باز پرس کرے گا، یہ سن کر ہارون رونے لگا اور کہا: بھلول میری حالت کو کس طرح پاتے ہو؟ تو بھلول نے جواب دیا: اپنے کو قرآن مجید کے سامنے پیش کر:

”إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَجِيمٍ وَإِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ“ [57]

”بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے۔ اور بدکار افراد جہنم میں ہوں گے۔“

کہا: ہماری سعی و کوشش کا کیا ہوگا؟ تو بھلول نے کہا:

”... إِنَّمَا يَنْتَقِلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ“ [58]

”خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔“

کہا: پیغمبر سے ہماری رشتہ داری کا کیا ہوگا؟ تو بھلول نے کہا:

”فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ“ [59]

”پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا۔“
 کہا: رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی شفاعت کام نہ آئے گی؟ تو بھلول نے کہا:
 ”يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا“ [60]
 ”اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے اجازت دے دی ہو اور وہ ان کی بات سے راضی ہو۔“

کہا: اے بھلول کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ بھلول نے کہا: میرے گناہوں کو معاف کر دے اور بہشت میں داخل کر دے۔ تو ہارون نے کہا: مجھ میں اتنی قدرت نہیں کہ میں یہ کام انجام دے سکوں، لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ مقروض ہیں، کیا میں آپ کا قرض ادا کر دوں؟ تو بھلول نے کہا: قرض کو قرض کے ذریعہ ادا نہیں کیا جاتا، جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لوگوں کا مال ہے لہذا تم ان سب کے مقروض ہو، لہذا تم پر ان کا مال ان کو واپس کر دینا واجب ہے۔
 ہارون نے کہا: کیا آپ کے لئے کوئی خدمت گزار معین کر دوں کہ آخر عمر تک آپ کی خدمت کرتا رہے؟
 بھلول نے کہا: میں خدا کا بندہ ہوں، اور اسی کا رزق کھاتا ہوں، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا تمہیں یاد کئے ہوئے ہے اور مجھے بھول گیا ہے!

گنج زر گر نبود گنج قناعت باقی است
 آن کہ آن داد بہ شاہان بہ گدایان این داد [61]

”اگر زر و سیم کا خزانہ نہیں ہے تو قناعت کا خزانہ باقی ہے، (خدا) نے اس کو بادشاہوں تو دیا ہے تو (قناعت) فقیروں کو دی ہے۔“

”أَفْتُرَاكَ سُبْحَانَكَ يَا أَلْهِي وَ بَحْمَدِكَ تَسْمَعُ فِيهَا صَوْتِ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سَجَنَ فِيهَا بِمُخَالَفَتِهِ، وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِيَتِهِ، وَحُبِسَ بَيْنَ أَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِيرَتِهِ وَهُوَ يَضِجُ أَلَيْكَ صَجِيحٌ مُؤَمِّلٌ لِرَحْمَتِكَ، وَيُنَادِيكَ بِلِسَانِ أَهْلِ تَوْحِيدِكَ، وَيَتَوَسَّلُ أَلَيْكَ بِرَبُّوبِيَّتِكَ“۔
 ”اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد و ثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندہ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم و خطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امید و ارحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔“
 صاحب یقین، متقی اور پرہیزگار افراد جب قرآن مجید اور احادیث میں دوزخ کے اوصاف کو پڑھتے ہیں تو ان کے بدن میں لرزہ پیدا ہوتا ہے، ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں خوف و وحشت طاری ہو جاتی ہے اور مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں، اپنے دل و جان سے اس ہولناک عالم سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، واجبات کو ادا کرنے اور محرمات کو ترک کرنے کے لئے مزید کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ کبھی کبھی تو اسی عالم میں اپنی جان بھی قربان کر بیٹھتے ہیں!!

سلمان اور خوف زدہ جوان

شیخ مفید علیہ الرحمہ ابن عمیر کے واسطہ سے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: سلمان کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک جوان زمین پر پڑا ہوا ہے اور لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہیں، (سوال کرنے پر) جناب سلمان کو بتایا گیا کہ یہ جوان غش کھا کر گر پڑا ہے، کچھ دعائیں پڑھ دیجئے تاکہ اس کو ہوش آجائے، جیسے ہی سلمان اس کے سرہانے پہنچے تو اس جوان نے کہا: اے سلمان! جو کچھ میرے بارے میں ان لوگوں نے کہا وہ صحیح نہیں ہے؛ میں جب اس بازار سے گزر رہا تھا تو لوہار کو ہتھوڑے کے ذریعہ لوہے کو مارتے دیکھا تو مجھے قرآن مجید کی یہ آیت یاد آگئی:

”وَلَهُمْ مَقَامُعْ مِنْ حَدِيدٍ“ [62]

”اور ان کے لئے لوہے کے گرز مہیا کئے گئے ہیں۔“

عذاب خدا کے خوف کی وجہ سے میری عقل پریشان ہو گئی، سلمان نے اس جوان سے کہا: واقعاً تم ایک عظیم انسان ہو آج سے تم میرے (دینی) بھائی ہو، اور ان دونوں کے درمیان دوستی اور رفاقت پیدا ہو گئی، ایک روز جوان مریض ہوا، اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے، سلمان اس کے سرہانے پہنچے، سلمان نے کہا: اے ملک الموت! میرے بھائی کے ساتھ

حسن سلوک کرنا، جواب آیا: میں ہر مومن کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں۔ [63]

ایک خاتون عذاب کی آیت سن کر بے ہوش گئی عالم عالیقدر ملا فتح اللہ کاشانی تفسیر ”منہج الصادقین“ میں روایت کرتے ہیں: ایک روز رسول خدا مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، سورہ حمد کی تلاوت کے بعد سورہ حجر کی تلاوت فرما رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے:

”وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْءَدُهُمْ أَجْمَعِينَ . لَهَا سَعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ.“ [64]

” اور جہنم ایسے تمام لوگوں کی آخری وعدہ گاہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک حصہ تقسیم کیا گیا ہے۔“

ایک اعرابی عورت جو رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی، اس نے ان دونوں آیات کو سن کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) جب نماز سے فارغ ہوئے اور اس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ا کے لئے پانی لے کر او، پانی چھڑکنے سے اس کو ہوش آیا۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اس عورت سے فرمایا: کیوں تیری یہ حالت غیر ہوئی؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! جب آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا، لیکن جیسے ہی آپ نے ان دو آیات کی تلاوت کی تو میں سن کر تاب نہ لاسکی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی، اس کے بعد اس عورت نے کہا: افسوس کہ میرے بدن کا ہر حصہ دوزخ کے ساتوں دروازوں میں تقسیم ہوگا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بدکاروں کے ہر گروہ کو اس کے گناہ کے لحاظ سے دوزخ کے دروازوں سے داخل کیا جائے گا۔ اس وقت اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ میرے پاس سات غلاموں کے علاوہ کچھ نہیں ہے آپ گواہ رہنا کہ جہنم کے ہر دروازہ سے نجات کے لئے ساتوں غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کرتی ہوں۔

چنانچہ جناب جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس عورت کو بشارت دیدیجئے کہ خداوند عالم نے جہنم کے ساتوں دروازوں کو تجھ پر حرام قرار دیدیا ہے، اور تیرے لئے بہشت کے دروازوں کو کھول دیا ہے۔ حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے:

اے فرزند آدم! میں اس جہنم کو خلق نہیں کیا مگر کافر، بخیل، غیبت کرنے والے، عاق پدر، عاق مادر، زکوٰۃ نہ دینے والے، سود لینے والے، زنا کرنے والے، (مال) حرام جمع کرنے والے، قرآن کو بھول جانے والے اور اپنے پڑوسیوں کو آزار و اذیت دینے والوں کے لئے۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں، ایمان لے آئے اور عمل صالح انجام دے۔ اے میرے بندو! خود اپنے اوپر رحم کرو، کیونکہ تمہارے جسم کمزور، سفر طولانی، وزن زیادہ، (بال سے زیادہ) باریک راستہ، دہکتی ہوئی آگ، اسرافیل کی ندا اور رب العالمین کی قضاوت در پیش ہے۔ [65]

بہترین و خوبصورت نصیحت

ایک شخص سفر پر جانا چاہتا تھا، حاتم اصم سے کہا: آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے، تو حاتم نے کہا:

اگر دوستی چاہتے ہو تو تمہارے لئے خدا کی دوستی کافی ہے۔

اگر ساتھی چاہتے ہو تو تمہارے لئے کرام الکاتبین (یعنی نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے) کافی ہیں۔

اگر عبرت چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ دنیا عبرت کے لئے کافی ہے۔

اگر مونس و ہمدم چاہتے ہو تو تمہارے لئے قرآن کریم کافی ہے۔

اگر کام چاہتے ہو تو عبادت تمہارے لئے کافی ہے۔

اگر نصیحت چاہتے ہو تو موت تمہارے لئے کافی ہے۔

اگر یہ چیزیں تمہارے لئے کافی ہوگئیں تو پھر دوزخ سے نجات مل جائے گی۔

قارئین کرام! (اگر خدا توفیق دے گا) تو خدا کی ربوبیت سے توسل کی شرح ”یارب یارب یارب“ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔ (انشاء اللہ)

”يَا مُؤَلَّيْ، فَكَيْفَ يَبْقَى فِي الْعَذَابِ وَهُوَ يَرْجُو مَا سَلَفَ مِنْ جَلْمِكَ، أَمْ كَيْفَ تُؤَلِّمُهُ النَّارُ وَهُوَ يَأْمُلُ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ، أَمْ كَيْفَ يُحْرِقُهُ لَهْبُهَا وَأَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرَى مَكَانَهُ، أَمْ

كَيْفَ يَسْتَمِلُ عَلَيْهِ زَفِيرُهَا وَأَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ، أَمْ كَيْفَ يَتَقَلَّلُ بَيْنَ أَطْبَاقِهَا وَأَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ، أَمْ كَيْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِيَّتُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَا رَبِّهِ، أَمْ كَيْفَ يَرُجُو فَضْلَكَ فَيَعْتَقِبُهُ مِنْهَا فَتَنْزُكُهُ فِيهَا“۔

”خدا یا تیرے حلم و تحمل سے اس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل و کرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا۔ جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہو گا۔ وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوگا۔“

خداوند عالم کا لطف و کرم اور رحمت

قرآن کریم اور احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: خداوند عالم اپنے تمام بندوں پر لطف و کرم اور احسان کرتا ہے، اسی وجہ سے اس نے اپنے بندوں کو مادی اور معنوی نعمتوں سے نوازا ہے، اس نے اپنے بندوں کو نعمت عطا کرنے میں کسی طرح کے بخل سے کام نہیں لیا ہے اور نہ ہی اس سے کام لے گا۔ یہ تو بعض انسان ہیں جو مادی اور معنوی نعمتوں کے حصول میں سستی اور کاهلی سے کام لیتے ہیں، اور خدا کے لطف و کرم اور احسان سے خود منہ موڑ لیتے ہیں، اور خود بخود محرومیت کے کنویں میں گر پڑتے ہیں، اور خدا کی تمام تر نعمتوں سے مستفید ہونے کی لیاقت کو ختم کر لیتے ہیں۔ جو شخص بھی چاہے وہ جائز طریقہ سے کوشش کر کے خداوند عالم کی نعمتوں کو حاصل کر سکتا ہے بغیر کسی ممانعت کے، اور اپنی خالصانہ سعی و کوشش کے ذریعہ اور اپنے صحیح ایمان و اعتقاد کے ذریعہ خداوند عالم کی معنوی عنایات تک پہنچ سکتا ہے، اور دنیا و آخرت میں خدا کی خصوصی رحمت اس کے شامل حال ہوگی جس کے جلوے دنیاوی زندگی اور بہشت بریں میں ملاحظہ کرے گا۔ خداوند عالم کے لطف و کرم اور احسان کے حیرت انگیز جلوے یہ ہیں کہ: خداوند عالم تھوڑے سے نیک کام پر بہت زیادہ اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔

جناب سلیمان (ع) اور ایک دیہاتی

خداوند عالم کے منتخب رسول جناب سلیمان اپنے تمام تر شاہی شان و شوکت کے ساتھ ایک راستہ سے چلے جا رہے تھے، راستہ میں ایک دیہاتی بھی سفر کر رہا تھا، اس نے جناب سلیمان (ع) کو دیکھ کر کہا: پالنے والے! جناب داؤد کے بیٹے سلیمان کو کیا بادشاہت اور سلطنت عطا کی ہے، ہوا نے اس آواز کو جناب سلیمان تک پہنچا دیا، حضرت سلیمان (ع) اس آواز کو سن کر اس کے پاس آئے اور رکھا: جس چیز کی طاقت اور ذمہ داری کو پورا کرنے کی قدرت تم میں نہیں ہے اس کی آرزو نہ کرو؛ اگر خداوند عالم تیری ایک تسبیح کو قبول کر لے تو سلیمان کی حکومت سے بہتر ہے، کیونکہ تسبیح کا ثواب باقی رہ جائے گا اور سلیمان کی حکومت فنا ہو جائے گی!! [66]

مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی گرانقدر کتاب ”ثواب الاعمال“ میں ایک بہت اہم روایت نقل کرتے ہیں: ”عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالْكَسَلَ إِنَّ رَبَّكُمْ رَحِيمٌ يَشْكُرُ الْقَلِيلَ، إِنَّ الرَّجُلَ لِيُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا يُرِيدُ بِهِمَا وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَدْخُلُهُ اللَّهُ بِهِمَا الْجَنَّةَ، وَإِنَّهُ لَيَتَصَدَّقُ بِالذَّرِّ هُمْ تَطَوُّعًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَدْخُلُهُ اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَإِنَّهُ لَيُصَوْمُ الْيَوْمَ تَطَوُّعًا يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ فَيَدْخُلُهُ اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ!!“ [67]

”اسماعیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا ہے: سستی اور کاهلی سے پرہیز کرو، کیونکہ تمہارا پروردگار مہربان ہے، تھوڑے عمل پر بھی اجر کثیر عطا فرماتا ہے؛ جو شخص دو رکعت مستحب نماز پڑھے اور اس کا قصد رضائے پروردگار کا حصول ہو تو خداوند عالم اس کو ان دو رکعت کے بدلے بہشت میں داخل کر دے گا۔ اور اگر اپنی مرضی سے صدقہ دے اور اس صدقہ سے بھی رضائے الہی کا قصد ہو تو خداوند عالم اس کی وجہ سے اس کو بہشت میں داخل فرمادے گا، اور اگر اپنی مرضی سے کسی ایک روز (مستحب) روزہ رکھے جبکہ خوشنودی پروردگار اس کے پیش نظر ہو تو خداوند عالم اسی ایک روزہ کے سبب بہشت میں جگہ عنایت فرمادے گا!!، امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے روایت نقل کرتے ہیں: ”مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنْ ابْنِ آدَمَ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا الْمَلَائِكَةُ؟ قَالَ: الْمَلَائِكَةُ مَجْبُورُونَ بِمَنْزِلَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ“۔

”خداوند عالم کی نظر میں انسانوں سے قیمتی کوئی مخلوق نہیں ہے، لوگوں نے سوال کیا: یا رسول اللہ (ص)! کیا فرشتوں سے بھی بہتر ہیں؟ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: فرشتے چاند و سورج کی طرح عبادت اور دوسرے امور پر مجبور ہیں۔“

یہ انسان ہی تو ہے جو صاحب اختیار اور نعمت آزادی سے بھرہ مند ہے وہ جب بھی ان خدا داد نعمتوں کو اطاعت الہی میں بروئے کار لائے تو خداوند عالم ایسی خاص رحمت و کرم اور بے نہایت لطف و کرم سے نوازے گا۔

ایک بہت اہم حدیث

”قَالَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) الصَّلَاةُ عَمُودُ الدِّينِ وَفِيهَا عَشْرُ خِصَالٍ: زَيْنُ الْوَجْهِ، وَنُورُ الْقَلْبِ، وَرَاحَةُ الْبَدَنِ، وَأَنْسُ الْقُبُورِ، وَمُنْزَلُ الرَّحْمَةِ، وَمِصْبَاحُ السَّمَاءِ، وَثِقَلُ الْمِيزَانِ، وَمَرْضَاةُ الرَّبِّ، وَتَمَنُّ الْجَنَّةِ، وَحِجَابُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَقَامَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ، وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ“ [68]

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے: نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس صفات پائے جاتے ہیں: چہرہ نورانی، دل میں روشنی، جسم میں راحت و سکون، مونس قبر، رحمت نازل کرنے والی، آسمان کا چراغ، روز قیامت اعمال کی ترازو میں وزن کا سبب، خوشنودی پروردگار، جنت کی قیمت اور آتش دوزخ میں رکاوٹ ہے، جو شخص نماز پڑھتا ہے (گویا) اس نے دین کو قائم کیا اور جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو (گویا) اس نے دین کو نابود کر دیا۔
واقعا تعجب کی بات ہے کہ خداوند کریم نے دو رکعت نماز پڑھنے والے کے لئے کیا کیا ثواب اور آثار قرار دئے ہیں!! جبکہ دو رکعت نماز پڑھنا کسی کے لئے باعث زحمت و مشقت بھی نہیں ہے۔

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا فرمان ہے:

”مَا مِنْ صَلَاةٍ يَحْضُرُ وَقْتَهَا إِلَّا نَادَى مَلَكٌ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ: أَيُّهَا النَّاسُ! قُومُوا إِلَيَّ نَبِيرَانِكُمُ اللَّاتِي أَوْفَدْتُمُوهَا عَلَيَّ ظُهُورِكُمْ فَأَطْفُوْهَا بِصَلَاةِكُمْ“ [69]

”کسی بھی نماز کا وقت نہیں آتا مگر یہ کہ ایک فرشتہ ان کے سامنے آکر اعلان کرتا ہے: اے لوگو! (اپنے گناہوں کے ذریعہ) جس آگ کو روشن کیا ہے، قیام کرو اور اس کو نماز کے ذریعہ خاموش کر دو۔“

امام صادق اور ایک وحشت زدہ قافلہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: امام صادق علیہ السلام ایک قافلہ کے ساتھ ایک بیابان سے گزر رہے تھے۔ اہل قافلہ کو خبردار کیا گیا کہ راستے میں چور بیٹھے ہوئے ہیں۔ اہل قافلہ اس خبر کو سن کر پریشان اور لرزہ بر اندام ہو گئے۔ اس وقت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہوا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے پاس (بہت) مال و دولت ہے اگر وہ لٹ گیا تو کیا ہوگا؟! کیا آپ ہمارے مال کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں تاکہ چور آپ کو دیکھ کر وہ مال آپ سے نہ لوٹیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا خبر شاید وہ ہمیں ہی لوٹنا چاہتے ہوں؟ تو پھر اپنے مال کو میرے حوالے کر کے کیوں ضایع کرنا چاہتے ہو، اس وقت لوگوں نے کہا: تو پھر کیا کریں کیا مال کو زمین میں دفن کر دیا جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ایسا نہ کرو کیونکہ اس طرح تو مال یونہی برباد ہو جائے گا ہو سکتا ہے کہ کوئی اس مال کو نکال لے یا پھر دوبارہ اس جگہ کو تلاش نہ کر سکو۔ اہل قافلہ نے پھر کہا کہ تو آپ ہی بتائے کیا کریں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کو کسی کے پاس امانت رکھ دو، تاکہ وہ اس کی حفاظت کرتا رہے، اور اس میں اضافہ کرتا رہے، او راہیک درہم کو اس دنیا سے بزرگ تر کر دے اور پھر وہ تمہیں واپس لوٹادے، اور اس مال کو تمہارے ضرورت سے زیادہ عطا کرے!!
سب لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟ تب امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہے ”رب العالمین“ ہے۔ لوگوں نے کہا: کس طرح اس کے پاس امانت رکھیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: غریب اور فقیر لوگوں میں صدقہ دیدو۔ سب نے کہا: ہمارے درمیان کوئی غریب یا فقیر نہیں ہے جس کو صدقہ دیدیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس مال کے ایک تھانی صدقہ دینے کی نیت کر لو تاکہ خداوند عالم چوروں کی غارت گری سے محفوظ رکھے، سب نے کہا: ہم نے نیت کر لی۔ اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا:

”فَأَنْتُمْ فِي أَمَانِ اللَّهِ فَأَمْضُوا“۔

”پس (اب) تم خدا کی امان میں ہو لہذا راستہ چل پڑو۔“

جس وقت قافلہ چل پڑا راستے میں چوروں کا گروہ سامنے دکھائی پڑا، اہل قافلہ ڈرنے لگے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: (اب) تم کیوں ڈر رہے ہو؟ تم لوگ تو خدا کی امان میں ہو۔ چور آگے بڑھے اور امام علیہ السلام کے ہاتھوں کو چومنے لگے اور کہا: ہم نے کل رات خواب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے جس میں آنحضرت نے فرمایا: کہ تم لوگ اپنے کو آپ کی

خدمت میں پہنچناؤ۔ لہذا اب ہم آپ کی خدمت میں ہیں تاکہ آپ اور آپ کے قافلہ والوں کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے جس نے تم لوگوں کے شر کو ہم سے دور کیا ہے وہ دوسرے دشمنوں کے شر کو ہم سے دور کرے گا۔ اہل قافلہ صحیح و سالم شہر میں پہنچ گئے؛ سب نے ایک سوم مال غریبوں میں تقسیم کیا، ان کی تجارت میں بہت زیادہ برکت ہوئی، ہر ایک درہم کے دس درہم بن گئے، سب لوگوں نے تعجب سے کہا: واقعاً کیا برکت ہے؟
امام صادق علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا:
”اب جبکہ تمہیں خدا سے معاملہ کرنے کی برکت معلوم ہوگئی ہے تو تم اس کام کو آگے بڑھانا“۔ [70]

اولیاء الہی کا لطف و کرم

حضرت امیر المومنین علیہ السلام جس وقت صفین کے علاقے میں پہنچے، تو معاویہ نے ہر طرف سے پانی بند کر دیا تھا، تاکہ امام علیہ السلام کا لشکر پیاس کی شدت سے زیادہ نہ لڑ سکے۔ امام علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی سرپرستی میں کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ پانی کا راستہ کھول دو، حضرت امام حسین (ع) نے چند لوگوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور پانی تک پہنچ گئے، معاویہ کی طرف سے پانی پر معین شدہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، اور پانی پر فرزندان توحید کا قبضہ ہو گیا۔ بعض لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ اب آپ بھی معاویہ کے لشکر پر پانی بند کر دیں۔ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا ہم یہ کام ہر گز نہیں کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے معاویہ کے پاس اپنے ایک نمائندہ کو بھیجا تاکہ اپنے لشکر کے سقاؤں کو بھیج کر ضرورت بھر کا پانی بھروالے!!

امام رضا علیہ السلام کا ایک عجیب خط بزندی جو شیعہ دانشمند راوی اور امام رضا علیہ السلام کے معتبر اور مطمئن صحابی بیان کرتے ہیں: میں نے اس خط کو پڑھا ہے جو امام رضا علیہ السلام نے خراسان سے حضرت امام جواد (محمد تقی) علیہ السلام کو مدینہ بھیجا تھا، جس میں تحریر تھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب آپ بیت الشرف سے باہر نکلتے ہیں اور سواری پر سوار ہوتے ہیں تو خادمین آپ کو چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں، یہ ان کا بخل ہے تاکہ آپ کا خیر دوسروں تک نہ پہنچے، میں بعنوان پدر اور امام تم سے یہ چاہتا ہوں کہ بڑے دروازے سے رفت و آمد کیا کرو، اور رفت و آمد کے وقت اپنے پاس درہم و دنیار رکھ لیا کرو تاکہ اگر کسی نے تم سے سوال کیا تو اس کو عطا کر دو، اگر تمہارے چچا تم سے سوال کریں تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دینا، اور زیادہ دینے میں خود مختار ہو، اور اگر تمہاری پھوپھیاں تم سے سوال کریں تو ۲۵ درہم سے کم نہیں دیں اگر زیادہ دینا چاہیں تو تمہیں اختیار ہے۔ میری آرزو ہے کہ خدا تم کو بلند مرتبہ پر فائز کرے، لہذا راہ خدا میں انفاق کرو، اور خدا کی طرف سے تنگدستی سے نہ ڈرو! [71]

قارئین کرام! جب بندوں پر اولیاء الہی اپنے لطف و کرم کی بارش اس طرح کرتے ہیں تو پھر خدائے رحمن کا لطف و کرم اور اس کی رحمت کا کیا حال ہوگا؟!

خداوند عالم کے بے نہایت اسی لطف و کرم اور رحمت کے پیش نظر حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا کے اس حصہ میں یہ فقرہ کہنے کے بعد کہ: ”افتراک سبحانک یا الہی“ کیا کوئی تجھے اس طرح جانتا ہے کہ اپنے مسلمان بندہ کو کچھ مخالفت کی وجہ سے جہنم میں ڈال کر اس کی آواز کو سنے۔۔۔؟ نہیں، نہیں، کوئی بھی اہل معرفت تجھے اس طرح سے نہیں پہچانتا، بلکہ ”ہیہات ماذلیک الظن بک۔۔۔“

”ہیہات ماذلیک الظن بک، ولا المعروف من فضلیک، ولا مشبہ لما علمت بہ المؤمنین من برک و اخصایک۔
فیا لیقین اقطع لولا ما حکمت بہ من تعذیب
جادیک، وقضیت بہ من اخلاد معانیدیک لجلت
النار کلہا برداً و سلاماً، وماکان لاحد فیہا مقرراً ولا مقاماً، لکنک
تقدست اسمواک افسنت ان تملأ ہامن الکافرین من
الجنۃ والناس اجمعین، و ان تخلد فیہا المعانیدین،
وانت جل ثناوک قلت مبتدئاً، وتطولت
بالانعام متکرماً، اقمن کان مؤمناکم
کان فاسقاً لا یستورن۔“

” ہر گز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے -
تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔
میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تو نے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ
جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام
نہ ہوتا۔
لیکن تو نے اپنے پاکیزہ اسماء کی قسم کھائی ہے کہ جہنم کو انسان و جنات کے کافروں سے پُر کرے گا اور معاندین کو اس
میں ہمیشہ ہمیشہ رکھے گا۔
اور تو نے ابتداهی سے یہ کہہ دیا ہے اور اپنے لطف و کرم سے یہ اعلان کر دیا ہے کہ ”مومن اور فاسق برابر نہیں
ہوسکتے۔“

آغوش مہر و محبت

انبیاء، ائمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء الہی نیز عبادت گزار بندے، خداوند عالم کے بارے میں یہ گمان نہیں رکھتے
کہ خداوند مہربان ان پر عذاب نازل کرے گا۔ وہ خدا جس نے قرآن کریم میں خود اپنے آپ کو سب سے زیادہ مہربان اور سب
سے زیادہ رحم و کریم، غفور و رحیم، عزیز و ودود، ملک و قدّوس، لطیف و صاحب فضل اور توبہ قبول کرنے والے کے
نام سے تعارف کرایا ہے۔

عذاب قیامت کا اہل ایمان سے کوئی رابطہ نہیں ہے، عذاب خدا تو انکار حق اور خدا سے دشمنی کا نتیجہ ہے۔ عذاب
آخرت منکبرین، مغرورین اور گناہگاروں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ عذاب آخرت گناہوں اور آلودگیوں کا نتیجہ ہے۔ عذاب
آخرت کو انسانی کارخانے نے وجود بخشا ہے اگر وہ اس کو پیدا نہ کرتا تو کوئی بھی اس کو وجود عطا نہیں کرسکتا تھا۔
جو شخص منکر اور معاند (دشمن) نہیں ہے اور اس کے دل میں توحید، ایمان اور عشق و محبت کا چراغ روشن ہے اور
ایک حد تک اخلاق حسنة اور عمل شائستہ سے مزین ہو تو پھر وہ عذاب میں کس طرح اور کیوں مبتلا ہو؟!
اس کا سامنا تو ایک مقدس، مہربان اور کریم ذات سے ہے، وہی جس نے ہر گناہگار کو توبہ کے لئے دعوت دی ہے تاکہ
اس کو بخش دے، اور ہر روز (دنیا کے مصائب سے) ہارے ہوئے انسان کو آواز دیتا ہے تاکہ اس کو نجات دیدے، اور
ہر دردمند کو دعوت دیتا ہے تاکہ اس کا علاج کر دے۔

ایک شخص نے کسی عارف سے سوال کیا: میرا دامن گناہوں سے آلودہ ہے، کیا تمہارا گمان ہے کہ مجھے وہاں (قیامت)
میں قبول کر لیا جائے؟ چنانچہ اس شخص کی بات سن کر اس عارف نے کہا: وائے ہو تم پر! خدا اپنے سے منہ موڑنے
والوں اور پشت کرنے والوں کو حق و حقیقت کی دعوت دیتا ہے، کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص خود اس کے
دروازے پر التجا کر رہا ہو اس کو اپنے دروازے سے دور بھگادے!!

مرحوم ابن فہد حلی اپنی کتاب ”عدۃ الداعی“ میں روایت کرتے ہیں: جس وقت خداوند عالم نے جناب موسیٰ (علیہ السلام) کو
فرعون کے پاس بھیجا، تاکہ اس کو (گناہوں سے) ڈرائے، تو خداوند عالم نے فرمایا: فرعون سے کہو کہ میں غضب و
عذاب کی نسبت، عفو و بخشش، گناہگاروں کے مقابلہ میں بردباری اور فقیروں کی دعاؤں قبول کرنے میں جلدی کرتا ہوں۔

گناہوں کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کی بے قراری

درج ذیل آیہ شریفہ:

”وَكَذٰلِكَ نُرِي اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔“ [72]

”اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کے اختیارات دکھلاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل
ہوجائیں۔“

کے ذیل میں علمائے تفسیر نے لکھا ہے:

جس وقت خداوند عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی آنکھیں زمین و آسمان کے حقائق پر کھول دیں اور ان کی آنکھوں
سے تمام حجابات اٹھائے، اور انہوں نے زمین اور جو کچھ اس میں تھا، اس کا مشاہدہ کیا تو ایک عورت اور مرد کو زنا
کرتے دیکھا، آپ نے ان پر نفرین و لعنت کی، چنانچہ وہ دونوں وہیں ہلاک ہو گئے، اس کے بعد پھر دو عورت و مرد کو
اسی حالت میں دیکھا، ان کے لئے بھی نفرین کی تو وہ بھی ہلاک ہو گئے، اس کے بعد ایک مرد و عورت کو پھر اسی
حالت میں دیکھا، جناب ابراہیم نفرین کرنا ہی چاہتے تھے کہ وحی الہی نازل ہوئی: اے ابراہیم! میرے بندوں اور کنیزوں
پر نفرین نہ کرو، بے شک میں بخشنے والا، مہربان، بردبار اور جبار ہوں، میرے بندوں کے گناہ مجھے نقصان نہیں

پہنچا سکتے، جیسا کہ بندوں کی اطاعت (بھی) مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ہے۔
 میں اپنے بندوں کے ساتھ تین کاموں میں سے ایک انجام دوں گا: یا وہ توبہ کر لیں گے اور میں ان کی توبہ قبول کر لوں گا،
 ان کے گناہوں کو بخش دوں گا اور ان کے عیوب چھپا دوں گا، یا ان سے اپنے عذاب کو دور رکھوں گا، کیونکہ میں جانتا
 ہوں کہ ان کی نسل سے مومن اولاد پیدا ہوں گی، لہذا ان کے ناشکرے والدین کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتا ہوں تاکہ ان
 کے صلب سے مومن اولاد پیدا ہو جائیں، اور جب ان کے ذریعہ مومن اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو اگر ان کے والدین نے توبہ
 نہیں کی تو ان کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ لیکن اگر دونوں گزشتہ باتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو، تو ان کے لئے
 آخرت میں ایسا درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ بزرگ ہے جتنا آپ ان کے لئے چاہتے ہیں۔
 اے ابراہیم! میرے بندوں کو میرے حوالہ چھوڑ دو، کیونکہ میں بردبار، دانا، حکیم اور جبار ہوں، اپنے علم و دانائی کی بنا
 پر ان کی زندگی کی تدبیر کرتا ہوں، اور ان کے سلسلہ میں اپنی قضا و قدر کو جاری کرتا ہوں۔ [73]

تعجب آور حقیقت

کتاب با عظمت ”علم الیقین“ محدث بزرگ، فلسفی، حکیم اور عارف کم نظیر حضرت علامہ فیض کاشانی نے بیان کیا ہے:
 ایک شخص کو قیامت میں حاضر کیا جائے گا، اس کے گناہوں کا پلہ نیکیوں کے مقابلہ میں بھاری ہوگا، اس کے لئے جہنم
 کا حکم صادر ہو جائے گا، اس وقت خدا کی طرف سے جناب جبرئیل کو حکم ہوگا کہ میرے اس بندے کے پاس جاؤ اور
 اس سے سوال کرو کہ کیا دنیا میں کسی عالم کے پاس بیٹھتے تھے تاکہ وہ تمہاری شفاعت کرے، وہ گناہگار کہے گا:
 نہیں، خطاب ہوگا: کیا کسی عالم کے دسترخوان پر کھانا کھایا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، خطاب ہوگا: کیا کسی عالم کی جگہ
 پر بیٹھے ہو؟ گناہگار کہے گا: نہیں، اس سے کہا جائے گا: کیا کسی عالم کے ہمنام ہو؟ کہے گا: نہیں، سوال ہوگا: کیا
 تمہارے کوئی ایسا دوست ہے جو عالم کا دوست ہو؟ اس موقع پر وہ کہے گا: ہاں۔ خطاب ہوگا: اے جبرئیل! میرے اس
 بندہ کو اپنے بے نہایت لطف و کرم کی بدولت بخش دیا، اس کے ساتھ نوازش کرو، اور اس کو جنت میں داخل کر دو۔

جناب داؤد کے ہم عصر ایک جوان پر خدا کا لطف و کرم
 شیخ صدوق علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں: ایک جوان حضرت داؤد علیہ السلام کی محفل میں شرکت کیا کرتا تھا، وہ جوان
 بہت کمزور اور پتلا دبلا تھا، زیادہ تر چپ چاپ رہا کرتا تھا۔
 ایک روز ملک الموت جناب داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، درآنحالیکہ اس جوان کو مخصوص طریقہ سے دیکھ رہے
 تھے، جناب داؤد نے کہا: اس پر نظر رکھے ہوئے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں، مجھے حکم ہے کہ سات روز کے بعد اس
 کی روح قبض کر لوں۔ جناب داؤد علیہ السلام کو اس جوان پر رحم آیا اور اس سے کہا: اے جوان کیا تمہاری زوجہ ہے؟ اس
 نے کہا: میں نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے۔

جناب داؤد علیہ السلام نے کہا: فلاں صاحب عظمت شخص کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ جناب داؤد علیہ السلام نے
 کہا ہے کہ اپنی لڑکی کی مجھ سے شادی کر دو، اور مقدمات فراہم کر لو تاکہ آج ہی رات میں یہ شادی ہو جائے۔ اس کے بعد
 جناب داؤد علیہ السلام نے اس جوان کو کافی پیسہ دیا تاکہ اس کے ذریعہ ضروری سامان خرید لے او رکھا: سات دن کے
 بعد میرے پاس آنا۔

وہ جوان گیا اور شادی کے سات دن بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا، انہوں نے اس کے حالات پوچھے تو اس نے
 کہا: میرا حال آپ سے بہتر ہے، حضرت داؤد علیہ السلام اس کی روح قبض ہونے کے منتظر تھے، لیکن ایسا کچھ نہیں
 ہوا، فرمایا: جاؤ اور دوبارہ سات دن کے بعد میرے پاس واپس آنا۔

وہ جوان واپس چلا گیا، اور پھر سات دن کے بعد واپس آیا، پھر بھی اس کی موت نہیں آئی، آپ نے پھر ایک بار اس کو کہا:
 جاؤ اور سات دن کے بعد پھر آنا، وہ گیا اور سات دن کے بعد پھر واپس آگیا، اس روز ملک الموت پھر آگئے، تو حضرت
 داؤد علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا: کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ اس جوان کو سات دن کے بعد مرنا ہے؟ ملک الموت
 نے کہا: کہا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: تو کیا وجہ ہے اس کو تین ہفتہ گذر گئے ہیں لیکن تم نے اس کی روح
 قبض نہ کی؟! ملک الموت نے کہا: اے داؤد، خداوند عالم نے اس جوان پر تمہارے رحم آنے کی بنا پر اس پر رحم کر دیا اور
 اس کی عمر تیس سال بڑھادی ہے۔ [74]

قارئین کرام! خداوند عالم، اگر کوئی انسان تھوڑا سا ہاتھ پھیلائے تو اس کی طرف اپنے رحمت کی بارش کر دیتا ہے، اور
 اس کو ہر طرف سے اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے۔

اسیر کی آزادی کے لئے پانچ صفات

ایک بہت اہم حدیث میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

چند اسیروں کو پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی خدمت میں لایا گیا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے ایک شخص کے علاوہ سب کو قتل کرنے کا حکم دیدیا، اس نے تعجب سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: آپ نے میری آزادی کا فرمان صادر کیا ہے؟ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: جبرئیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے اندر پانچ صفات ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے:

”الْغَيْرَةُ الشَّدِيدَةُ عَلَى حَرَمِكَ، وَالسَّخَاءُ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَصِدْقُ اللِّسَانِ، وَالشُّجَاعَةُ“۔

”اپنے محرموں کے بارے میں بہت زیادہ غیرت، سخاوت، اخلاق حسنہ، زبان میں سچائی، اور شجاعت۔“

چنانچہ وہ شخص اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا، اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے ساتھ جہاد کیا اور جام شہادت نوش کیا!! [75]

غلام اہل توحید

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک خطاکار غلام کو تازیانے مارنے کا حکم دیا۔

اس غلام نے کہا: اے فرزند رسول! آپ اس کو تازیانہ مارنے کا حکم دیتے ہیں جس کا شفاعت کرنے والا آپ کے علاوہ کوئی نہیں، آپ کا فضل و کرم اور احسان کہاں ہے؟ اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کو رہا کر دو۔

اس موقع پر اس غلام نے کہا: آپ نے مجھے رہا نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے رہا کرایا ہے جس نے میری زبان پر یہ کلمات جاری کئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پروردگار کعبہ کی قسم! یہ غلام اہل توحید ہے، اس نے خدا کے ساتھ کسی غیر خدا کو شریک نہیں کیا ہے!

ہاں! اہل توحید کے ساتھ فضل و کرم کے علاوہ معاملہ نہ ہوا ہے اور نہ ہی ایسا ہوگا جو شخص خدا کی وحدانیت کی گواہی دے اور ایک حد تک خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرے، تو ایسا شخص خداوند عالم کے بے کران لطف و کرم سے نوازا جائے گا۔

حضرت یوسف (ع) کی بے گناہی کی گواہی دینے والے کا انجام

قرآن مجید کی بعض تفاسیر میں منقول ہے: جب حضرت یوسف (ع) مصر کی مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوئے، تو انہوں نے سوچا کہ اپنی حکومت کے لئے ایک وزیر کی ضرورت ہے، تاکہ معاشرہ کی اصلاح اور تربیت کا بندوبست کرے، اور ان کے ساتھ عدل و محبت کا سلوک کرے۔

اس وقت جناب جبرئیل امین نازل ہوئے اور رکھا:

خدا فرماتا ہے کہ تمہیں ایک وزیر کی ضرورت ہے، جناب یوسف (ع) نے کہا: میں بھی یہی سوچ رہا ہوں، لیکن اس منصب کے لئے مناسب شخص کے بارے میں علم نہیں ہے؟

جبرئیل نے فرمایا:

کل جب آپ حکومت کے دروازے سے باہر نکلیں تو جو شخص سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے وہی اس عہدہ کا حقدار ہے، چنانچہ جب دوسرے روز حضرت یوسف باہر نکلے تو سب سے پہلے ایسا شخص ملا، جو بہت کمزور اور دبلا پتلا اور اچھی شکل والا نہ تھا اور اپنی پیٹھ پر ایندھن لادے ہوئے ہے، جناب یوسف نے خود سے کہا: یہ شخص وزارت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور چاہا کہ اس سے منہ پھیر کر چلے جائیں، لیکن جناب جبرئیل نازل ہوئے اور کہا:

اس کو مت چھوڑئے اور اس کو اپنی وزارت کے لئے انتخاب کر لیجئے، کیونکہ اس کا آپ پر احسان ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے عزیز مصر کے دربار میں آپ کی سچائی کی گواہی دی تھی، اس میں آپ کی وزارت کا عہدہ سنبھالنے کی صلاحیت ہے۔

قارئین کرام! جب خداوند عالم حضرت یوسف کی پاکیزگی کی صحیح گواہی دینے والے کو جناب یوسف کا وزیر بنادیا، تو اگر کوئی شخص پوری عمر اس کی وحدانیت کی گواہی دے تو اس کے ساتھ کیا کرے گا!!؟

جی ہاں، خدائے رحمن و مہربان کا لطف و کرم اور اس کا احسان کوئی ایسی شے نہیں ہے جو کسی کی سمجھ مینا سکے، اس مقام پر عقلمندوں کی عقل اور خردمندوں کی خرد اور ہوشیاروں کے ہوش اڑ جاتے ہیں، اور کسی میں بھی ان حقائق

کو کما حقہ سمجھنے کی طاقت نہیں ہے۔

” اَلْهٰی وَ سَيِّدِیْ، فَاَسْأَلُكَ بِالْقُدْرَةِ الَّتِیْ قَدَّرْتَهَا، وَبِالْقَضِیَّۃِ الَّتِیْ حَثَمْتَهَا وَحَكَمْتَهَا، وَغَلَبْتَ مِنْ عَلَیْهِ اَجْرَیْنَهَا، اَنْ تَهَبَّ لِیْ فِیْ هَذِهِ اللَّیْلَةِ وَفِیْ هَذِهِ السَّاعَةِ كُلِّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ، وَكُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ، وَكُلِّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ، وَكُلِّ جَهْلِ عَمِلْتُهُ، كَتَمْتُهُ اَوْ اَعْلَنْتُهُ، اَخْفَيْتُهُ اَوْ اَظْهَرْتُهُ۔“

” تو خدایا مولایا میں تیری مقدر کردہ قدرت اور تیری حتمی حکمت و قضاوت اور ہر محفل نفاذ پر غالب آنے والی عظمت کا حوالہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اسی رات میں اور اسی وقت معاف کر دے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن پر میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان، چھپا کر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے۔“

قارئین کرام! دعا کے ابتدائی حصہ میں ”اللهم اغفر لی الذنوب اللتی...“ کے جملات میں گناہ اور اس کے آثار کے بارے میں تفصیل کے ساتھ شرح دی جا چکی ہے، دوبارہ شرح کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا کے اس حصہ میں خلوت اور جلوت میں ہونے والے گناہوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور خدا وند عالم کی بارگاہ میں ان کی بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔

جی ہاں، شب جمعہ، راز و نیاز کا وقت اور مناجات و توبہ کے لمحات ہیں، چشم پُرَنَم اور نالہ و زاری کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، تاکہ تو میرے تمام گناہوں کو بخش دے، اور اس رات میں میرے اوپر رحمت و عنایت اور کرامت و مغفرت کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

آمد بہ درت امیدواری
کو را بہ جز از تو نیست یاری

محنت زدہ ای نیازمندی
خجالت زدہ ای گناہگاری

از یار جدا افتاد عمری
و ز دوست بماندہ روزگاری

شاید ز در تو باز گردد
نومید چنین امیدواری

بخشای ز لطف بر ”عراقی“ کو ماندہ کنون و زینہاری
تیرے دروازے پر ایک امیدوار شخص آیا ہے کہ تیرے علاوہ اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔
یہ گناہگار، شرمندہ، پریشان حال اور نیاز مند ہے۔
ایک مدت تک اپنے محبوب (خدا) سے دور رہا اور اپنے دوست سے بے مروتی کی ہے۔
تیرے در سے خالی ہاتھ اور ناامید شاہد ہی پلٹے
”عراقی“ پر اپنا خاص لطف و کرم فرما تاکہ وہ بے یار و مددگار نہ رہے۔

” وَكُلِّ سَيِّئَةٍ اَمَرْتَ بِاْتِیَاتِهَا الْكِرَامَ الْكَاتِبِیْنَ، الَّذِیْنَ وَكَلْتَهُمْ بِحِفْظِ مَا یَكُوْنُ مِنْیْ، وَجَعَلْتَهُمْ شُهَدَاً عَلَیَّ مَعَ جَوَارِحِیْ، وَكُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیَّ“

مِنْ وَرَائِهِمْ، وَالشَّاهِدَ لِمَا خَفِيَ عَنْهُمْ، وَبِرَحْمَتِكَ أَخْفَيْتَهُ،
وَبِقَضَايِكَ سَتَّرْتَهُ، وَأَنْ تُوفِّرَ حَظِّي مِنْ كُلِّ خَيْرٍ أَنْزَلْتَهُ،
أَوْ أَحْسَنَ فَضْلَتَهُ، أَوْ بَرَّ نَشْرَتَهُ، أَوْ رَزَقَ بَسْطَتَهُ، أَوْ ذَنْبَ
تَعْفِيرَهُ، أَوْ حَظَّاءَ تَسْتُرُهُ“۔

” اور میری تمام خرابیاں جنہیں تونے درج کرنے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے اور پھر تو خود بھی ان سب کی نگرانی کر رہا ہے اور جوان سے مخفی رہ جائے اس کا گواہ ہے سب کو معاف فرمادے یہ تو تیری رحمت ہے کہ تونے انہیں چھپا دیا ہے اور اپنے فضل و کرم سے ان عیوب پر پردہ ڈال دیا ہے میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی۔ ہر وسیع رزق۔ ہر بخشے ہوئے گناہ۔ عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے۔“

کرام الکاتبین اور انسان کے اعضاء و جوارح
کرام الکاتبین (فرشتوں) کے ذریعہ انسان کے تمام اعمال کا لکھا جانا اور ان کے ساتھ انسانی کردار پر اعضاء و جوارح کا گواہی دینا، یہ وہ حقیقت ہے جس پر قرآنی آیات اور روایات معصومین علیہم السلام دلالت کرتی ہیں۔

”وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَعْمَلُونَ۔“ [76]

”اور یقیناً تمہارے سروں پر نگہبان مقرر ہیں جو باعزت لکھنے والے ہیں۔“

”حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوكَ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ وَقَالُوا لِمَ لَجُّوْا بِكُم لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ...“ [77]

”یہاں تک کہ جب سب جہنم کے پاس آئیں گے تو ان کے کان ان کی آنکھیں اور جلد (کھال) ان کے اعمال کے بارے میں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اور وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیسے شہادت دیدی تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اسی خدا نے گویا بنایا ہے جس نے سب کو گویائی عطا کی ہے۔۔۔“

”يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔“ [78]

”قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے تھے۔“

”الْيَوْمَ نَخْتُمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔“ [79]

”آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ کیسے اعمال انجام دیا کرتے تھے۔“

”مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔“ [80]

”وہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس موجود رہتا ہے۔“

کرام الکاتبین، رقیب و عتید، انسان کی زبان، کان، ہاتھ اور پیر کے علاوہ زمین پر انسان کے اعمال کی گواہی دے گی، اور انسان کی سعی و کوشش کے بارے میں خبر دے گی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا۔“ [81]

”اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی کہ تمہارے پروردگار نے اسے اشارہ کیا ہے۔“

اسی طرح خدا و رسول اور ائمہ علیہم السلام بھی انسان کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور روز قیامت ان کے خلاف گواہی دیں گے، جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

”وَقُلْ أَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔“ [82]

”اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ رسول اور صاحبان ایمان سب دیکھ رہے ہیں اور عنقریب تم اس خدائے عالم الغیب والشہادہ کی طرف پلٹا دئے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کرے گا۔“

البتہ اس طرح کی آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ گواہوں کی گواہی، کفار، معاندین (دشمن خدا و رسول) اور خدا و رسول کی مخالفت کرنے والے اور ماہر مجرمین کے خلاف ہوگی، کیونکہ مومنین اور توبہ کرنے والوں پر روز قیامت خداوند عالم کی رحمت نازل ہوگی، اور ان کے نامہ اعمال کسی غیر کے سامنے پیش نہ ہوں گے، اور خداوند مہربان گواہوں کی یادداشت کو بھلا دے گا، اور ان کی عزت و آبرو کو محفوظ رکھے گا۔

” (اور نوح نے کہا) پروردگار! اس زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑنا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعا اور مناجات میں فرماتے تھے:

” رَبِّ بَبِّ لِي حُكْمًا وَالْحَقِّنِي بِالصَّالِحِينَ -“ [87]

”خدا! مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کر دے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نیاز اور احتیاج کے وقت عرض کرتے تھے:

”... رَبِّ اِنِّي لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ -“ [88]

”عرض کی پروردگار یقیناً میناس خیر کا محتاج ہوں جو تو میری طرف بھیج دے۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام مغفرت اور بے نظیر حکومت کی درخواست کرتے تھے:

”... رَبِّ اغْفِرْ لِي وَبَبِّ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِي...“ [89]

”پروردگار! مجھے معاف فرما اور ایک ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے سزا وار نہ ہو۔“

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے لئے بیٹے کی درخواست ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”... رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ -“ [90]

”پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔“

حضرت یوسف علیہ السلام شکر گزار اور اپنی حاجتوں کی برآری کے لئے عرض کرتے ہیں:

” رَبِّ قَدْ اَنْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَاَعْلَمْتَنِي مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ

وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَاَنْتَ وَاَلَاخِرَةُ تُوَفِّيْ مُسْلِمًا وَاَلْحَقِّنِي بِالصَّالِحِيْنَ -“ [91]

”پروردگار تو نے مجھے ملک بھی عطا کیا ہے اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا، تو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا

ہے اور دنیا و آخرت میں میرا ولی اور سرپرست ہے مجھے دنیا سے فرما نبرداری اٹھانا اور صالحین سے ملحق کر دینا“

جناب ایوب علیہ السلام بھی پریشانیوں کے عالم میں دست بہ دعا ہوتے ہیں:

”...وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اَنْى مَسْنَى الضُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ -“ [92]

”اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔“

اسی طرح پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا:

” وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ -“ [93]

”اور پیغمبر آپ کہنے کہ پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔“

صالحین اور مومنین، جب زمین و آسمان کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

”...رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ بَدًا بَاطِلًا...“ [94]

”خدا! تو نے یہ سب بیکار نہیں پیدا کیا ہے۔“

وہ ابلیس جو نہایت تکبر اور عصیان کی حالت میں تھا، خدا سے روز قیامت تک کی مہلت اسی نام کے ذریعہ طلب کی:

” قَالَ اَنْظِرْنِي اِلَى يَوْمٍ يُعْعَوْنَ -“ [95]

”اس نے کہا پھر مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے۔“

خدا کی بارگاہ کا مردود شیطان (بھی) خدا کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس کو قیامت تک کی مہلت مل گئی۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے منقول ہے کہ جو شخص خداوند عالم کو ”یارب“ کہہ کر پکارے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح منقول ہے کہ جب کوئی بندہ مومن خدا کو ایک بار اس نام سے پکارتا ہے اور کہتا ہے: ”یارب“ تو خدا اس کے

جواب میں کہتا ہے: ”لبیک“ اور جب بندہ مومن خدا کو اس نام سے دوسری اور تیسری بار پکارتا ہے تو خدا کہتا ہے:

مانگ تیری کیا حاجت ہے، تاکہ تیری حاجت پوری کر دوں۔ [96]

مقبول اعمال

تمام انبیاء، ائمہ معصومین علیہم السلام اور اولیاء الہی ہمیشہ بارگاہ رب العزت میں یہ دعا کرتے تھے: اے خدائے مہربان!

ہمارے اعمال کو قبول فرما، اور ہمارے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ فرما۔

یہ تمام بزرگوار حضرات اس حقیقت سے آگاہ تھے: اگر کوئی شخص عمل انجام نہیں دے گا توکل روز قیامت اس کی جزا

بھی نہیں ملے گی، اور اگر کسی شخص نے عمل انجام دئے ہیں لیکن عمل کے لئے ضروری شرائط جیسے ایمان اور اخلاص نہ ہو، تو بھی خدا کی رحمت سے محروم رہے گا لہذا عمل کو اس کے تمام شرائط کے ساتھ انجام دینا بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اور جب انسان شائستہ طریقہ سے اعمال انجام دے، تو خداوند عالم کی بارگاہ میں اس کے قبول ہونے کی دعا کرے: ”وَأَعْمَالِي عِنْدَكَ مَقْبُولَةٌ“۔

قرآن و حدیث میں اس بات کی بہت تاکید کی گئی ہے: وہ عمل قابل قبول ہے جس کا انجام دینے والا صاحب ایمان ہو اور خدا کی خوشنودی کے لئے ہو اور اس کے احکام و فرامین کے مطابق ہو۔ جاننا چاہئے کہ مومن کے ہی اعمال قبول ہوتے ہیں اور مومن ہی کے گناہ بخشے جائیں گے۔ کافر اور معاند (دشمن خدا و رسول) کے اعمال قبول نہیں ہوں گے چاہے وہ عمل کتنا ہی عظیم اور اہم ہو، اور ان کا چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی قابل بخشش نہیں ہوتا۔

عمل کی اہمیت، اس کے حالات اور اس کے ثواب کے بارے میں بہت سی اہم روایات معتبر کتابوں میں بیان ہوئی ہیں، جن میں چند ایک کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”الشَّرْفُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ بِحُسْنِ الْأَعْمَالِ لَا بِحُسْنِ الْأَقْوَالِ“ [97]

”خدا کے نزدیک شرف اور بزرگواری اچھے اعمال کے سبب ہے، اچھی باتوں کے ذریعہ نہیں۔“

”الْعَمَلُ شِعَارُ الْمُؤْمِنِ“ [98]

”عمل مومن کا شعار ہے۔“

”الْمُدَاوِمَةُ الْمُدَاوِمَةُ فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِينَ غَايَةَ إِلَّا الْمَوْتَ“ [99]

”ہمیشہ اعمال صالحہ انجام دیتے رہو، ہمیشہ اعمال صالحہ انجام دیتے رہو کیونکہ خداوند عالم نے مومن کے عمل کرنے کے لئے موت کے علاوہ اور کوئی حد قرار نہیں دی ہے۔“

”أَعْلَى الْأَعْمَالِ إِخْلَاصُ الْإِيمَانِ وَصِدْقُ الْوَرَعِ وَالْإِيقَانِ“ [100]

”بہترین اعمال؛ ایمان میں اخلاص اور تقویٰ و یقین میں صداقت ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”دَعَا اللَّهُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا بِأَبَائِهِمْ لِيَتَعَارَفُوا، وَفِي الْآخِرَةِ بِأَعْمَالِهِمْ لِيُجَازُوا“ [101]

”خداوند عالم دنیا میں انسانوں کو ان کے باپ کے ناموں سے پکارتا ہے، تاکہ ایک دوسرے کی پہچان ہو سکے، لیکن آخرت میں ان کے اعمال کے ذریعہ پکارے گا تاکہ ان کو جزا یا سزا دی جاسکے۔“ اس کے بعد فرمایا:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا“، حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَتَصَدِيقٌ بِهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ، وَأَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلَيْسَ الْكَلَامُ وَالسَّمَاخَةُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَأَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ أَنْ لَا تَنْهَمَ اللَّهُ فِي شَيْءٍ قَضَاهُ اللَّهُ عَلَيْكَ“ [102]

”سب سے بہتر بین اعمال، خدا پر ایمان اور اس کی تصدیق ہے، راہ خدا میں جہاد اور قبول شدہ حج ہے، ان سے کم درجہ فقیروں کو کھانا کھلانا، گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور خوش اخلاق ہونا ہے، اس سے کم یہ ہے کہ قضا قدر الہی میں چون و چرا کر کے اس پر بہتان نہ باندھو۔“

نیز آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”سَيِّدُ الْأَعْمَالِ ثَلَاثُ خِصَالٍ: إِنْصَافُكَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ، وَمُواسَاةُكَ الْأَخَ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ حَالٍ“ [103]

”تین خصلتیں اعمال کی سردار ہیں: اپنے ساتھ انصاف کرنا، دینی بھائیوں کی امداد کرنا اور ہر حال میں یاد خدا کرتے رہنا۔“

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

”قَطُوبِي لِمَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ عَمَلَهُ وَعِلْمَهُ وَحُبَّهُ وَبُغْضَهُ وَأَخَذَهُ وَتَرَكَهَ وَكَلَامَهُ وَصَمْتَهُ وَفِعْلَهُ وَقَوْلَهُ“ [104]

”لائق مبارکباد ہے وہ شخص جس کا علم و عمل، دوستی و دشمنی، لین دین، گفتگو اور سکوت اختیار کرنا اور رفتار و گفتار خالص خدا کے لئے ہو۔“

حضرت رسول خدا (ص) جناب ابوذر سے وصیت فرماتے ہیں:

”كُنْ بِالْعَمَلِ بِالتَّقْوَى أَشَدَّ اِهْتِمَامًا مِنْكَ بِالْعَمَلِ؛ فَإِنَّهُ لَا يَقْبَلُ عَمَلٌ بِالتَّقْوَى، وَكَيْفَ يَقْبَلُ عَمَلٌ بِالتَّقْوَى، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ”إِنَّمَا يَقْبَلُ اللَّهُ

مِنَ الْمُتَّقِينَ“ [105]

”عمل سے زیادہ تقویٰ الہی کا اہتمام کرو، کیونکہ تقویٰ کے ساتھ کوئی بھی عمل قلیل نہیں ہے، کیونکہ جو عمل قبول ہو جائے وہ کم نہیں ہے، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ”ہم صرف متقین کے (اعمال) قبول کرتے ہیں۔“
حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”إِنَّكَ لَنْ يُقْبَلَ مِنْ عَمَلِكَ إِلَّا مَا أَخْلَصْتَ فِيهِ“ [106]

”یقیناً تمہارے وہی اعمال قبول ہوں گے جن میں اخلاص پایا جاتا ہوگا۔“

بہر حال صاحب ایمان اور اہل یقین نیز پرہیزگار افراد کا عمل قابل قبول ہے، اعمال کے قبول ہونے کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ صَلَاةً وَاحِدَةً لَمْ يُعَذِّبْهُ وَمَنْ قَبِلَ مِنْهُ حَسَنَةً لَمْ يُعَذِّبْهُ“ [107]

”جس شخص کی ایک نماز بارگاہ الہی میں قبول ہو جائے تو وہ اس پر عذاب نہیں کرے گا، اسی طرح اگر کسی انسان سے ایک نیک کام قبول کر لیا گیا تو اس کو بھی عذاب نہیں ہوگا۔“

”مَنْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ حَسَنَةً وَاحِدَةً لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا وَدَخَلَ الْجَنَّةَ“ [108]

”جس شخص کا ایک نیک عمل بارگاہ الہی میں قبول ہو جائے تو اس پر عذاب نہیں ہوگا، اور اس کو بہشت میں داخل کیا جائے گا۔“

پالنے والے! ہم کو اعمال صالحہ بجالانے میں سستی اور کاهلی سے محفوظ فرما، اور اپنی عبادت پر ہمارے کوششوں میں اضافہ فرما، اور ہمارے دل کو مکمل طور پر بیداری عنایت کر دے!۔

-
- [1] بحار الانوار: ۶۲۶۷، باب ۴۵، حدیث ۱۔
 - [2] سفینة البحار ج ۸ ص ۲۹۸۔
 - [3] وسایل الشیخہ: ۱۶۳۱۵، باب ۱، حدیث ۲۰۲۱۶۔
 - [4] وسایل الشیخہ: ۱۶۲۱۵، باب ۱، حدیث ۲۰۲۱۴۔
 - [5] کافی: ۲۲۸۸، حدیث یاجوج ماجوج، حدیث ۲۹۱؛ بحار الانوار: ۲۸۵۷، باب ۱۳، حدیث ۳۔
 - [6] سورہ انسان (دھر) آیت ۴۔
 - [7] سورہ حاقہ آیت ۳۰ تا ۳۳۔
 - [8] سورہ فجر آیت ۲۸ (اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے)۔
 - [9] سورہ حاقہ آیت ۲۸۔۲۹۔
 - [10] تفسیر نمونہ ج ۲۴ ص ۴۶۴۔
 - [11] تفسیر نمونہ، ج ۲۴ ص ۴۶۵۔
 - [12] سورہ صافات آیت ۳۵۔
 - [13] الہیات در نہج البلاغہ، ۱۲۹۔
 - [14] نہج البلاغہ، خطبہ اول، (ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی مرحوم ص ۲۷)
 - [15] نہج البلاغہ، خطبہ ۸۶، (ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی مرحوم ص ۱۵۱)
 - [16] کافی: ۵۰۶۲، باب تسبیح، حدیث ۵؛ توحید صدوق: ۱۸، باب ثواب الموحدین، حدیث ۲۔
 - [17] توحید صدوق: ۱۹، باب ثواب الموحدین والعارفین، حدیث ۵۔
 - [18] توحید صدوق: ۱۹، باب ثواب الموحدین، حدیث ۳۔
 - [19] توحید صدوق: ۲۰، باب ثواب الموحدین، حدیث ۷۔
 - [20] توحید صدوق: ۲۱، باب ثواب الموحدین، حدیث ۱۳۔
 - [21] توحید صدوق: ۲۳، باب ثواب الموحدین، حدیث ۱۸۔
 - [22] توحید صدوق: ۲۹، باب ثواب الموحدین، حدیث ۳۱۔
 - [23] سورہ یونس، آیت ۳۱۔
 - [24] تفسیر کشف الاسرار: ۳۷۴۳۔
 - [25] عطار نیشاپوری، منطق الطیر، حکایت موسیٰ و قارون۔
 - [26] خصال: ۵۲۲۲، حدیث ۱۱؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۲۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۲۸۔
 - [27] مکارم الاخلاق: ۴۶۱، الفصل الخامس؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۲۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۳۵۔
 - [28] مالی صدوق: ۵۴۹، حدیث ۲۲؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۶۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۵۶۔
 - [29] غرر الحکم: ۱۷۵، حدیث ۳۳۴۱؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۲۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۳۲۔
 - [30] خصال: ۶۲۰۲؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۴۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۳۷۔
 - [31] امالی طوسی: ۵۲۲، حدیث ۱۱۵۷؛ میزان الحکمة: ۳۰۹۴۷، الصلاة، حدیث ۱۰۵۴۳۔

- [32] علل الشرايع: ۳۳۶۲، باب ۳۳، حديث ۲؛ ميزان الحكمة: ۳۱۰۴۷، الصلاة، حديث ۱۰۵۸۵.
- [33] تحف العقول: ۱۷۴، وصية لكميل بن زياد، ميزان الحكمة: ۳۱۰۶۷، الصلاة، حديث ۱۰۵۹۲.
- [34] غرر الحكم: ۸۳، حديث ۱۳۲۷؛ ميزان الحكمة: ۳۴۰۲۷، الظن، حديث ۱۱۵۹۰.
- [35] كافي: ۲ ص ۷۲، باب حسن الظن، حديث ۴؛ ميزان الحكمة: ۳۴۰۲۷، الظن، حديث ۱۱۵۸۹.
- [36] كافي: ۷۱۲، باب حسن الظن، حديث ۲؛ ميزان الحكمة: ۳۴۰۰۷، الظن، حديث ۱۱۵۸۲.
- [37] امالي شيخ طوسي: ۳۷۹، حديث ۸۱۴؛ ميزان الحكمة: ۳۴۰۰۷، الظن، حديث ۱۱۵۸۲.
- [38] ميزان الحكمة: ۳۴۰۰۷، الظن، حديث ۱۱۵۸۴.
- [39] سورة انفال آيت ۴۶.
- [40] وَيَسِّرْ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (سورة بقره آيات ۱۵۵ تا ۱۵۶)
- ”... اور اے پیغمبر آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدے جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں“.
- [41] كافي: ۹۱۲، باب الصبر، حديث ۱۵.
- [42] مكارم الاخلاق، ص ۴۶۶، الفصل الرابع في موعظة رسول الله (ص)؛ مستدرک الوسائل ج ۱ ص ۲۶۱.
- [43] تفسير قمي، جلد اول، ص 370، ولوج النكرين في القبر؛ محجة البضاء، جلد 8، ص 304، كتاب ذكر الموت و مابعده، بحار الانوار، جلد 6، ص 224، باب 8، حديث 26.
- [44] امالي شيخ صدوق، مجلس ۸۲، حديث ۱۴. محجة البضاء: ۸ ص ۳۶۰، كتاب ذكر الموت و مابعده، بحار الانوار ج ۸ ص ۲۸۱، باب ۲۴ حديث ۲.
- [45] تفسير قمي، ج ۲ ص ۸۱، ذيل آيه: ”كلما أرادوا أن يخرجوا منها...“، محجة البضاء: ۸ ص ۳۶۱، كتاب ذكر الموت و مابعده.
- [46] محجة البضاء: ۸ ص ۳۵۴، كتاب ذكر الموت، القول في صفة جهنم.
- [47] بحار الانوار ج ۸۷ ص ۳۳۸، باب ۹ حديث ۵۳ ”يوم الخميس“
- [48] سورة بقره آيت ۱۲۷ تا ۱۲۹. ”و اذ يرفع ابراهيم...“ [49] ”وَإِذْ سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ...“ (سورة مائده آيت ۸۳). ”اور جب اس كلام کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے...“.
- [50] بحار الانوار: ۳۹۱۶۶، باب ۳۸، حديث ۶۸؛ ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۲۹.
- [51] جامع الاخبار: ۹۷، الفصل الرابع و الخمسون؛ ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۳۰.
- [52] امالي صدوق: ۴۳۱، المجلس السادس و الستون؛ ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۳۱.
- [53] بحار الانوار: ۳۳۶۹۰، باب ۱۹، حديث ۳۰؛ ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۳۴.
- [54] مكارم الاخلاق: ۳۱۷، في البكاء، ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۳۵.
- [55] بحار الانوار: ۳۳۱۹۰، باب ۱۹، حديث ۴۱؛ ميزان الحكمة: ۵۳۶۲، البكاء، حديث ۱۸۴۱.
- [56] صائب تيريزي، ديوان اشعار شماره ۴۹۰.
- [57] سورة انفطار آيت ۱۴، ۱۳.
- [58] سورة مائده آيت ۲۷.
- [59] سورة مؤمنون آيت ۱۰۱.
- [60] سورة طه آيت ۱۰۹.
- [61] حافظ شيرازي، ديوان اشعار شماره ۱۱۲.
- [62] سورة حج آيت ۲۱.
- [63] امالي شيخ مفيد ص ۱۳۶، مجلس ۱۳، حديث ۴، بحار الانوار ج ۲۲ ص ۳۸۵، باب ۱۱، حديث ۲۷.
- [64] سورة حجر آيت ۴۳-۴۴.
- [65] كلمة الله.
- [66] ربيع الاثار.
- [67] ثواب الاعمال: ۳۹؛ بحار الانوار: ۲۵۳۹۳، باب ۳۰، حديث ۱۹.
- [68] مواظ عدييه: ۳۷۱.
- [69] من لا يحضره الفقيه: ۲۰۸۱، باب فضل الصلاة، حديث ۶۲۴.
- [70] عيون اخبار الرضا ج ۲ ص ۴، باب ۳۰، حديث ۹؛ بحار الانوار: ۱۲۰۹۳، باب ۱۴، حديث ۲۳.
- [71] عيون اخبار الرضا ج ۲ ص ۸، حديث ۲۰.
- [72] سورة انعام آيت ۷۵.
- [73] تفسير برهان ذيل آيه ۷۵ سورة انعام، حديث ۹.
- [74] بحار الانوار ج ۴ ص ۱۱۱، باب ۳، حديث ۳۱.
- [75] وسائل الشيعه، ج ۲ ص ۱۵۵، حديث ۲۵۲۹۱؛ بحار الانوار ج ۶۸ ص ۳۷۴، باب ۹۲، حديث ۲۵.
- [76] سورة انفطار آيت ۱۰ تا ۱۲.
- [77] سورة فصلت آيت ۲۰ تا ۲۱.
- [78] سورة نور آيت ۲۴.
- [79] سورة يس آيت ۶۵.
- [80] سورة ق آيت ۱۸.

- [81] سورہ زلزال آیت ۴ تا ۵۔
- [82] سورہ توبہ آیت ۱۰۵۔
- [83] ثواب الاعمال: ۱۷۹، باب ۲۰، ثواب التوبہ۔
- [84] بحار الانوار: ۲۸۶، باب ۲۰، حدیث ۳۱۔
- [85] سورہ اعراف آیت ۲۳۔
- [86] سورہ نوح آیت ۲۶۔
- [87] سورہ شعراء آیت ۸۳۔
- [88] سورہ قصص آیت ۲۴۔
- [89] سورہ ص آیت ۳۵۔
- [90] سورہ انبیاء آیت ۸۹۔
- [91] سورہ یوسف آیت ۱۰۱۔
- [92] سورہ انبیاء آیت ۸۳۔
- [93] سورہ مؤمنون آیت ۱۱۸۔
- [94] سورہ آل عمران آیت ۱۹۱۔
- [95] سورہ اعراف آیت ۱۴۔
- [96] مستدرک الوسائل ج ۵ ص ۲۲۰، باب ۳۱ حدیث ۵۷۳۸، اصول کافی ج ۲ ص ۵۲۰، باب من قال یا رب...؛ وسائل الشیخہ ج ۷ ص ۲۸۵ باب ۳۲، مستدرک الوسائل ج ۵ ص ۲۱۹ باب ۳۱؛ بحار الانوار ج ۹ ص ۲۳۳ باب ۱۲ و غیرہ میں اس سلسلہ کی بہت سی روایات بیان ہونی ہیں۔
- [97] غررالحکم: ۱۵۳، لایفیع قول بغير العمل، حدیث ۲۸۳۸؛ میزان الحکمة: ۴۰۵، ۹، العمل، حدیث ۱۴۲۶۰۔
- [98] غررالحکم: ۱۵۱، حدیث ۲۷۷۷؛ میزان الحکمة: ۴۰۵، ۹، النحل، حدیث ۱۴۲۶۴۔
- [99] مستدرک الوسائل: ۱۳۰، ۱، باب ۱۹، حدیث ۱۷۷؛ میزان الحکمة: ۴۰۶، ۹، العمل، حدیث ۱۴۲۹۲۔
- [100] غررالحکم: ۱۵۵، الاخلاص فی العمل و آثاره، حدیث ۲۸۹۹۔
- [101] بحار الانوار: ۲۰۸، ۷۸، باب ۲۳، حدیث ۷۲۔
- [102] کنز العمال: ۴۳۶۳۹؛ میزان الحکمة: ۴۰۶، ۹، العمل، (۱)، حدیث ۱۴۲۲۲۔
- [103] مشکاة الانوار: ۵۵، الفصل الخامس عشر؛ میزان الحکمة: ۴۰۶، ۹، العمل، (۱)، حدیث ۱۴۳۲۶۔
- [104] تحف العقول: ۹۱؛ بحار الانوار: ۲۴۱، ۷۴، باب ۹، حدیث ۱۔
- [105] بحار الانوار: ۸۸۷، ۴، باب ۴؛ میزان الحکمة: ۴۰۶، ۹، العمل، حدیث ۱۴۳۳۳۔
- [106] غررالحکم: ۱۵۵، حدیث ۲۹۱۳؛ میزان الحکمة: ۴۰۶، ۹، العمل، حدیث ۱۴۳۳۵۔
- [107] کافی: ۲۶۶۳، باب فضل الصلاة، حدیث ۱۱؛ میزان الحکمة: ۴۰۷، ۹، العمل، حدیث ۱۴۳۵۰۔
- [108] مجموعہ ورام: ۸۶۲؛ میزان الحکمة: ۴۰۷، ۹، العمل، حدیث ۱۴۳۵۱۔

شرح دعاء کمیل

”قَوِّ عَلَى خِدْمَتِكَ جَوَارِحِي، وَاسْتَدِّدْ عَلَى الْعَزِيمَةِ
جَوَانِحِي، وَهَبْ لِي الْجِدَّ فِي خَشْيَتِكَ، وَالذَّوَامَ
فِي الْإِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ، حَتَّى أَسْرَحَ إِلَيْكَ فِيمَا بَدِينِ
السَّابِقِينَ، وَ أَسْرِعْ إِلَيْكَ فِي الْبَارِزِينَ، وَأَشْتَأِقْ أَلَى
قُرْبِكَ فِي الْمُشْتَأَقِينَ، وَأَدْنُو مِنْكَ دُنُو الْمُخْلِصِينَ،
وَأَخَافُكَ مَخَافَةَ الْمُوقِنِينَ، وَ أَجْتَمِعُ فِي جَوَارِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِينَ“۔

”اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کر دے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادہ دل کو مستحکم بنا دے۔ اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔ صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتھ تیرے جوارح میں حاضری دوں۔“

توانائی کی درخواست

عارف عاشق، حقیقی مناجات کرنے والے اور معلم معرفت حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا کے ان فقروں کو زمزمہ کرتے وقت اپنے اوپر رحمت خدا کے کھلے دروازے اور اپنے محبوب کی طرف سے دعا قبول ہونے کا راستہ ہموار دیکھ کر اپنی اہم اہم دعاؤں کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں جو سو فی صد معنوی ہوتی ہیں، کیونکہ ان چیزوں کی درخواست سے انسان کمال کی اعلیٰ منزل تک پہنچ جاتا ہے، اور یہ تمام چیزیں دعا کرنے والے کی خدا کی نسبت عرفان، معرفت اور شناخت پر دلالت کرتی ہیں۔

خداوندنمان کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے اعضاء و جوارح کو اپنی خدمت جو در واقع خالصانہ عبادت اور مکمل بندگی ہے، اور مومن بندوں کی خدمت جو حقیقت میں خدا کی خدمت ہے، کے لئے مضبوط اور رقوی بنا دے۔ جس وقت یہ معنوی قدرت اور روحانی طاقت خداوند عالم کی طرف سے عابد و زاہد کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے تو پھر اس کو عبادت خدا اور خدمت خَلق میں بہت مزہ آتا ہے۔

خدا کی خاص نعمتوں کے حصول کے لئے چند شرائط

اہل ایمان اور عبادت گزار بندہ اگر چاہے کہ خداوند عالم کی خاص نعمتیں اس کے شامل حال ہوں تو درج ذیل نکات پر توجہ کرنا نہایت ضروری ہے:

- ۱۔ ایسے لوگوں کی بزم سے دوری اختیار کرنا جو تقویٰ کے سلسلہ میں لاؤ ابالی ہوں، اور ایمان و تقویٰ کو حاصل کرنے کے لئے کوشش بھی نہ کرتے ہوں۔ دوسری طرف اولیاء اللہ اور علمائے ربانی اور عرفاء کہ جنہوں نے اللہ کی طرف سیر و سلوک کے مراحل کو ایک حد تک طے کر لیا ہے، ان کے ساتھ ہم نشینی کرنا۔
 - ۲۔ شبہ ناک لقمہ سے اجتناب کرنا، حرام روزی کھانا تو درکنار وہ تو بہت ہی زیادہ خطرناک ہے، اسی طرح ان لوگوں کی مہمانی میں نہ جانا جو نامعلوم کس کس طرح اپنا مال و دولت اکٹھا کرتے ہیں۔
 - ۳۔ اپنے باطن کو اخلاقی برائیوں، نفسانی خباثت اور حیوانی شہوتوں سے پاک و پاکیزہ کرنا، اور ان کو اخلاق حسنہ اور معنوی حقائق سے آراستہ کرنا۔
 - ۴۔ پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے پرہیز کرنا کیونکہ اس چیز کے ذریعہ شیطانی وسوسوں کا راستہ کھل جاتا ہے اور الہی الہام اور آسمانی درک کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔
 - ۵۔ بہت زیادہ سونے اور بہت زیادہ آرام کرنے سے اجتناب کرنا، جس کی وجہ سے انسان اطاعت الہی کے سلسلہ میں سستی محسوس کرنے لگتا ہے اور روح انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔
- بے دین لوگوں کے ساتھ ہم نشینی، لقمہ حرام کھانا، اخلاقی پستی اور شکم پروری میں مبتلا ہو جانا نیز زیادہ سونے اور بہت زیادہ آرام طلب ہونے کے سلسلہ میں اسلامی معتبر کتابوں میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

زندگی اور زندگی بسر کرنے والا

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”أَوْحَشَ الْوَحْشَةَ قَرِيبُ السُّوءِ“ [1]

”سب سے زیادہ خطرناک بُرا دوست اور ساتھی ہے۔“

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”إِحْدَرُ مُجَالَسَةَ قَرِيبِ السُّوءِ، فَإِنَّهُ يُهْلِكُ مُقَارَنَهُ وَيُرْدِي مُصَاحِبَهُ“ [2]

”برے دوست کی ہم نشینی سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ اپنے دوست کو بھی ہلاک کر دے گا اور اس کو مادی و معنوی لحاظ سے نابود کر دے گا۔“

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”إِيَّاكَ وَمُصَاحِبَةَ الشَّرِيرِ فَإِنَّهُ كَالسَّيْفِ الْمَسْلُوبِ يَحْسُنُ مَنظَرُهُ وَ يَقْبَحُ أُنْرُهُ“ [3]

”شریر لوگوں کی صحبت سے دور رہو کیونکہ وہ ایک تیز تلوار کی طرح ہے جو دیکھنے میں اچھی لگتی ہے لیکن اس کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”إِحْدَرُ مِنَ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ: الْخَائِنُ وَالظَّالِمُ وَالنَّمَامُ، لِأَنَّ مَنْ خَانَ لَكَ خَانَكَ، وَمَنْ ظَلَمَ لَكَ سَيَظْلِمُكَ وَمَنْ نَمَّ عَلَيْكَ“ [4]

”تین لوگوں کی دوستی اور صحبت سے پرہیز کرو: ۱۔ خائن۔ ۲۔ ظالم۔ ۳۔ چغل خور؛ کیونکہ اگر کسی نے تمہارے فائدہ

کے لئے خیانت کی ہے تو دوسرے دن تمہارے نقصان کے لئے بھی خیانت کر سکتا ہے، اور کوئی تمہاری خاطر دوسروں پر ظلم کر سکتا ہے تو تم پر بھی ظلم کرے گا، اگر کوئی تمہارے سامنے دوسروں کی چغل خوری کرے (اور تم سنتے رہو) تو وہ دوسروں کے سامنے تمہاری چغل خوری کرنے میں دریغ نہ کرے گا۔“

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”صَاحِبِ الْحُكْمَاءِ وَجَالِسِ الْخُلَمَاءِ وَأَعْرِضْ عَنِ الدُّنْيَا تَسْكُنَ جَنَّةَ الْمَأْوَى“ [5]

”صاحبان حکمت کے ساتھ ہم صحبت بنو، بردبار لوگوں کے پاس بیٹھو اور دنیا سے منہ موڑلو، جس کے نتیجہ میں جنت الماویٰ میں اپنی جگہ بنالو۔“

حرام روزی

اس سلسلہ میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں:

”مَنْ أَكَلَ لُقْمَةً مِنْ حَرَامٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً“ [6]

”جو شخص مال حرام سے ایک لقمہ کھائے اس کی چالیس رات کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔“

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْجَنَّةَ جَسَدًا غُدِّيَ بِحَرَامٍ“ [7]

”بے شک خداوند عالم نے اس جسم پر جنت حرام کی ہے جس میں مال حرام بھرا گیا ہو۔“

”إِذَا وَقَعَتِ اللَّقْمَةُ مِنْ حَرَامٍ فِي جَوْفِ الْعَبْدِ لَعَنَهُ كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ [8]

”جس وقت کسی انسان کے شکم میں لقمہ حرام چلا جائے تو زمین و آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَصَابَ مَالًا مِنْ حَرَامٍ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ حَجٌّ وَلَا عُمْرَةٌ وَلَا صَلَاةٌ رَحِمَ“ [9]

”جب انسان مال حرام حاصل کر لے تا ہے تو اس کا حج و عمرہ اور صلہ رحم قبول نہیں ہوتا۔“

اخلاقی برائیاں

حضرت امام سجاد علیہ السلام صحیفہ (سجادیہ) کی دعا نمبر ۸ میں بہت سی اخلاقی برائیوں کو بیان کرتے ہیں اور ان سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں: ”لالچ میں زیادتی، نظر میں سختی، حسد پر عملی اقدام، قناعت کی کمی، اخلاق کی بدی، شہوت میں افراط (زیادتی)، تعصب میں جاہلوں کا اتباع، شدت پسندی پر اصرار، ہوائے نفس کی پیروی، ہدایت کی مخالفت، خواب غفلت، اپنی طاقت سے زیادہ کسی چیز میں کوشش، حق پر باطل کو ترجیح دینا، گناہوں پر اصرار، گناہوں کو سبک سمجھنا، اطاعت کو زیادہ سمجھنا، مال و دولت پر فخر و مباحات کرنا، غریبوں اور محتاجوں کو ذلیل سمجھنا، اپنے ماتحت لوگوں کے حق میں کوتاہی کرنا، نیکی کرنے والوں کی احسان فراموشی کرنا، ظالم کی مدد کرنا اور مظلوم کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا وغیرہ وغیرہ۔“

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے کہا گیا: فلاں عورت دن میں روزہ رکھتی ہے اور راتوں کو نمازیں پڑھتی ہے لیکن وہ بد اخلاق ہے، اپنے پڑوسیوں کو بُرا بھلا کہتی ہے۔ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

اس میں خیر نہیں پایا جاتا، وہ جہنمی ہے۔ [10]

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے تھے:

”إِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ“ [11]

”بد خلقی سے انسان کے اعمال تباہ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔“

شکم پروری

شکم پروری (زیادہ کھانا کھانے) کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”...مَنْ كَثُرَ طَعَامُهُ سَفُمَ بَطْنُهُ وَقَسَا قَلْبُهُ“ [12]

”جو شخص زیادہ کھانا کھائے گا اس کا جسم بیمار ہو جائے گا اور اس کا دل سخت ہو جائے گا۔“

”مَنْ كَثُرَ أَكْلُهُ قَلَّتْ صِحَّتُهُ وَثَقُلَتْ عَلَى نَفْسِهِ مُؤْتَتْهُ“ [13]

”جو شخص پُر خوری کرے گا اس کی صحت خراب ہو جائے گی اور اخراجات بڑھ جائیں گے۔“

”كَثْرَةُ الْأَكْلِ مِنَ الشَّرِّ، وَالشَّرُّ شَرُّ الْغُيُوبِ“ [14]

”پُرْخُورَى (بے جا) رغبت کی نشانی ہے، اور (بے جا) رغبت سب سے بڑا عیب ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”لَيْسَ شَيْءٌ أَضْرَ لِقَلْبِ الْمُؤْمِنِ مِنْ كَثْرَةِ الْأَكْلِ، وَهِيَ مُورِثَةٌ لِشَبِيئِينَ: قَسْوَةِ الْقَلْبِ وَهَيَجَانِ الشَّهْوَةِ“ [15]

”مومن کے دل کے لئے سب سے خطرناک چیز پُرْخُورَى ہے، زیادہ کھانا کھانے سے انسان سنگ دل ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت میں طغیان پیدا ہو جاتا ہے۔“

زیادہ سونا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جناب موسیٰ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: (اے پالنے والے) اپنے بندوں میں سب سے زیادہ کس سے دشمنی رکھتا ہے؟ آواز آئی: جو شخص رات بھر اپنے بستر پر مردے کی طرح

پڑا رہے، اور دن میں بے ہودگی اور وقت گزرائی میں مشغول رہے۔ [16]

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے: جناب سلیمان کی ماں نے ان سے کہا: رات میں زیادہ نہ سونا چاہئے کیونکہ زیادہ سونے سے کل روز قیامت اس کا ہاتھ خالی ہوگا۔ [17]

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”بُنُسَ الْعَرِيمِ النَّوْمُ؛ يُغْنِي قَصِيرَ الْعُمُرِ وَيُفَوِّتُ كَثِيرَ الْأَجْرِ“ [18]

”(زیادہ) سونا ایک بہت بڑا دشمن ہے، جس سے عمر کم ہو جاتی ہے اور زیادہ ثواب کو بھی ختم کر دیتا ہے۔“

اسلام کی نظر میں ناپسند زندگی سے اجتناب، لقمہ حرام سے پرہیز، اخلاقی برائیوں سے دوری، زیادہ سونے اور زیادہ کھانے سے پرہیز سے عبادت خدا کے لئے انسانی بدن قوی ہو جاتا ہے، اور اسی کے پیش نظر انسان کی آنکھ میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ صرف حق اور جس کو حق پسند کرتا ہے؛ دیکھتی ہے، اسی طرح کان صرف اور صرف خدا و رسول اور ائمہ علیہم السلام نیز اولیاء اللہ کی باتوں کو سنتا ہے، اسی طرح اس کی زبان سے حق و انصاف کی باتیں نکلتی ہیں، ہاتھ نیک کاموں کی طرف ہی اٹھے گا، صرف حلال روزی ہی کھائے گا، شہوت کو حلال طریقہ سے بروئے کار لائے گا، اس کے قدم راہ حق میں اٹھیں گے، مسجد امامبارگاہ کی طرف چلیں گے، المختصر وہ دل و جان سے عبادت خدا اور

عبادت حق

عبادت و بندگی کی اہمیت ہمارے لئے (پوری طرح) قابل فہم نہیں ہے چونکہ ہم اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری چیزوں کے دروازے ہمارے لئے تا قیامت بند ہیں، (ایک معمولی انسان ان کو سمجھ نہیں سکتا)

خداوند عالم کی عبادت و بندگی انسانی رشد و کمال اور معنوی حیات نیز بہشت کے حصول کے لئے ضروری ہے۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) حق عبادت و بندگی کے سلسلے میں بیان فرماتے ہیں:

”أَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبَادَةَ فَعَانَقَهَا وَأَحَبَّهَا بِقَلْبِهِ وَبَاشَرَهَا بِجَسَدِهِ وَتَفَرَّغَ لَهَا فَهُوَ لَا يُبَالِي عَلَى مَا صَبَّحَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى عُسْرِ أُمِّ عَلَى يُسْرِ“ [19]

”لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو عبادت کا شیدائی ہو، ہر حال میں عبادت خدا کرتا رہے، اور دل میں عبادت سے لگاؤ ہو، بدن کے ذریعہ بجالائے، اور عبادت کے لئے دوسرے کاموں سے فرصت حاصل کرے اور دنیاوی زندگی سختیوں اور آسانیوں میں گزرنے کا کوئی خوف نہ ہو۔“

”يَقُولُ رَبُّكُمْ: يَا بَنَ آدَمَ، تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمَلًا قَلْبِكَ غِنَى وَأَمَلًا يَدَيْكَ رِزْقًا، يَا بَنَ آدَمَ لَا تَبَاعَدْ مِنِّي فَأَمَلًا قَلْبِكَ فَقْرًا وَ أَمَلًا يَدَيْكَ شُغْلًا“ [20]

”تمہارا پروردگار فرماتا ہے: اے اولاد آدم! میری عبادت کے لئے ہر کام سے فرصت نکالو، تاکہ تمہارے دل کو بے نیاز بنادوں اور تمہارے ہاتھوں کو روزی سے بھر دوں؛ اے اولاد آدم! مجھ سے دور نہ ہونا ورنہ تم محتاج ہو جاؤ گے اور دوسرے کاموں میں مشغولیت بڑھ جائے گی۔“

(خداوند عالم نے) شب معراج فرمایا: اے احمد! جانتے ہو کہ انسان کب میری عبادت کر سکتا ہے؟

عرض کیا: نہیں، تو خداوند عالم نے فرمایا: جب انسان میں سات صفات پیدا ہو جائیں: ایسا تقویٰ جو اسے گناہوں سے دور رکھے، غیر مفید باتوں پر سکوت اختیار کرنا، ایسا خوف جس سے ہر روز اس کے رونے میں اضافہ ہو، خلوت میں مجھ سے حیا کرنے سے پرہیز کرے، وہ کھانا کھائے جس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، دنیا سے میری دشمنی کی خاطر دشمنی

رکھے، نیک افراد سے میری دوستی کی بنا پر دوستی کرے۔ [21]

منقول ہے کہ خداوند عالم نے بعض آسمانی کتابوں میں فرمایا:

اے اولاد آدم! میں وہ زندہ ہوں جس کے لئے موت نہیں ہے، میرے احکامات میں میری اطاعت کرو تاکہ تمہیں بھی ایسی زندگی عطا کر دوں جس کے بعد موت نہ ہو۔

اے اولاد آدم! میں جس چیز کو ”کُن“ (ہوجا) کہہ دیتا ہوں وہ فوراً ہوجاتی ہے، تم میری اطاعت و بندگی کرو، تمہیں بھی ایسا ہی بنادوں گا کہ جب تم کسی چیز کے بارے میں کہو گے تو وہ ہوجائے گی۔ [22]

بعض روایات میں درج ذیل حقائق کو بہترین عبادت شمار کیا گیا ہے۔

معرفت خدا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع کرنا، خدا اور اس کی قدرت میں غور و فکر کرنا، ”لا الہ الا اللہ“ اور ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کہنا، اخلاص سے کام لینا، عفت نفس، زہد، غور و فکر کرنا، مومن کے حق کی ادائیگی، سکوت، حج، روزہ، دعا، محرمات سے دوری کرنا، مخفی طور پر بندگی کرنا، خضوع و خشوع، واجبات کی ادائیگی، طلب حلال، نرم لہجہ اختیار کرنا اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت و ولایت۔

خدمت خَلق

احادیث قدسیہ اور دیگر روایات میں مومنین کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ مومن کے احترام کو خدا کا احترام شمار کیا گیا ہے، اور ان کی توہین کو خدا کی توہین قرار دیا گیا ہے۔

حضرت رسول خدا، جبرئیل کے واسطے سے خداوند عالم کا قول نقل کرتے ہیں:

”مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْمُحَارَبَةِ“ [23]

”جو شخص میرے مومن بندوں کی اہانت کرے تو اس نے خدا سے جنگ کی تیاری کی ہے۔“

اسی وجہ سے مومنین کی خدمت کو خدا کی عبادت و بندگی کا عنوان دیا گیا؛ کیونکہ مومنین کی خدمت خدا کی خدمت ہے۔“

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا ارشاد ہے:

”مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً، كَانَ كَمَنْ عَبَدَ اللَّهَ ذَهْرَةً“ [24]

”جو شخص اپنے برادر مومن کی حاجتوں کو پورا کرے تو گویا اس نے پوری زندگی خدا کی عبادت کی ہے۔“

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً قَضَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِائَةَ أَلْفِ حَاجَةٍ مِنْ ذَالِكِ أَوْلَاهَا الْجَنَّةُ“ [25]

”جو شخص کسی بندہ مومن کی ایک حاجت کو پورا کرے تو خداوند عالم روز قیامت اس کی ایک لاکھ ایسی حاجتوں کو پورا کرے گا جن میں سے پہلی بہشت ہے۔“

نیز امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمِشِي فِي حَاجَةِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَيُوَكِّلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ مَلَائِكِينَ وَاجِدٌ عَنْ يَمِينِهِ وَ آخِرُ عَنْ شِمَالِهِ يَسْتَعْفِرُ لِي لِي رَبِّهِ وَ يَدْعُوَانِ لَهُ بِقَضَاءِ حَاجَتِهِ“ [26]

”جب کوئی انسان اپنے برادر مومن کی حاجت روائی کے لئے قدم بڑھائے تو خداوند عز و جل دوفرشتوں کو اس پر معین کرتا ہے، ایک داہنی طرف دوسرا بائیں طرف، اور وہ دونوں فرشتے خداوند عالم سے اس شخص کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اس کی حاجت روائی کے لئے دعا کرتے ہیں۔“

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے سوال کیا گیا کہ خدا کے نزدیک کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک مرد مسلمان کو خوش کرنا، عرض کیا: مسلمان کو کس طرح خوشحال کیا جائے؟ تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلانا، اس کے رنج و غم کو دور کرنا اور اس کے قرض کی ادائیگی میں مدد کرنا۔ [27]

امام صادق علیہ السلام خداوند عالم کا قول نقل کیا ہے:

”الْخَلْقُ عِيَالِي فَأَحَبُّهُمْ إِلَيَّ أَلْفَقَمُهُمْ بِهِمْ، وَأَسْعَاهُمْ فِي حَوَائِجِهِمْ“ [28]

”تمام مرد و زن میرے نان خور ہیں (یعنی میرے دسترخوان پر مہمان ہیں) ان میں سے میرے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو زیادہ مہربان ہو، اور ان کی حاجت روائی میں زیادہ کوشش کرتا ہے۔“

حضرت امیر المومنین علیہ السلام خدمت خدا کے لئے اپنے اعضاء و جوارح کی طاقت و قدرت کا سوال کرنے کے بعد

اپنے دل کے استحکام اور اس خدمت کے لئے عزم و ارادہ کے طالب ہیں، اور اس کے خوف و خشیت میں کوشش اور خداوند عالم کی پیہم خدمت کرنے کی اسی سے درخواست کرتے ہیں، تاکہ ہمیشہ اس کی عبادت و خدمت میں مشغول رہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ سبقت کرنے والوں کے میدان میں تیرے حضور میں آنے کے لئے آگے بڑھتا ہوں اور تیری خدمت میں پہنچنے کے لئے جلدی کرنے والوں میں تیز رہوں اور مجھے تیرا قرب حاصل کرنے کا شوق رکھنے والوں کا شوق ہو اور تیری بارگاہ میں خلوص رکھنے والوں کا ساقرب حاصل ہو اور تجھ پر یقین رکھنے والوں کا ساخوف مل جائے اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ میں بھی جمع ہو جاؤں۔

یقین

فلیسوف کبیر عارف خبیر صاحب تفسیر ”المیزان“ علامہ طباطبائی مرحوم یقین کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یقین، وہ دانش اور علم ہے جس میں کسی طرح کا شک اور غلطی کا احتمال تک نہ پایا جائے۔ [29] (مثلاً انسان ظہر کے وقت یہ یقین رکھتا ہے کہ اس وقت دن ہے، اور رات کے اندھیرے میں یقین رکھتا ہے کہ اب رات ہے اور اپنے اوپر یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ ایک زندہ اور صاحب آثار و صفات ہے)

اسی طرح یقین کے تین درجے بیان کئے ہیں: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ ایک مثال کے ذریعہ تینوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا:

اگر کسی مکان سے دھویں کو دیکھ کر آگ کے بارے میں یقین کر لے تو علم الیقین ہے اور اگر اپنی آنکھوں سے آگ کو دیکھ لے تو عین الیقین ہے اور اگر اس آگ میں چلا جائے تو حق الیقین ہے۔

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں: اہل یقین کے چھ صفات ہوتے ہیں: خدا پر یقین ہوتا ہے، اور وہ بھی ایسا یقین جو حق الیقینی ہو، لہذا اس پر اس یقین کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں؛ یقین رکھتے ہیں کہ موت برحق ہے، لہذا اس کے آثار سے خوف زدہ رہتے ہیں؛ یہ یقین رکھتے ہوں کہ مرنے کے بعد ان کو اٹھایا جانا برحق ہے، لہذا وہ قیامت کی ذلت و رسوائی سے ڈرتے ہیں؛ یقین رکھتے ہیں کہ بہشت حق ہے، لہذا اس میں جانے کے لئے مشتاق رہتے ہیں؛ یقین رکھتے ہیں دوزخ حق ہے، لہذا اس سے نجات کی کوشش کرتے ہیں؛ یقین رکھتے ہیں کہ حساب و کتاب حق ہے، لہذا وہ اپنا حساب و کتاب کرتے رہتے ہیں تاکہ اس سخت حساب میں گرفتار نہ ہوں۔ [30]

یقین کے ان تینوں درجات کو قرآن و حدیث اہل بیت علیہم السلام کے ذریعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی یقین کے ان دونوں مرکز (قرآن و اہل بیت علیہم السلام) سے یقین کی منزل تک نہ پہنچے تو وہ پھر کسی بھی چیز کے ذریعہ یقین کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

قرآن کریم کے ذریعہ یقین حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ: پہلے قرآنی آیات پر غور و فکر کر کے اس کی حقانیت اور اس کے وحی ہونے کا یقین کریں، اور اس حقیقت کی طرف توجہ کریں کہ قرآن فرماتا ہے: ”اگر اس کتاب (قرآن) کے بارے میں شک ہو تو ایک (ہی) سورہ اس کے مثل لے او“۔ [31]

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تمام جن و انس مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہو تو نہیں لاسکتے، اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ [32]

ان دونوں آیات کے پیش نظر انسان کو یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب (قرآن) خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی ہے، اس کے بعد انسان پورے قرآن پر یقین حاصل کر لے گا اور اس میں موجود تمام باتوں کا یقین حاصل کر لے گا، اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات جو قرآن کی توضیح اور تفسیر ہے؛ پر یقین حاصل ہو جائے گا، اور آخر کار انسان اہل یقین کے دائرہ میں شامل ہو جائے گا۔

”اللَّهُمَّ وَمَنْ أَرَادَنِي بِسُوءٍ فَأَرِدْهُ وَمَنْ كَادَنِي فَكَدْهُ،
وَاجْعَلْنِي مِنْ أَحْسَنِ عِبِيدِكَ نَصِيْبًا عِنْدَكَ، وَأَقْرَبِهِمْ
مَنْزِلَةً مِنْكَ، وَأَخْصِهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ، فَإِنَّهُ لَا يُنَالُ
ذَلِكَ إِلَّا بِفَضْلِكَ، وَجُدْ لِي بِجُودِكَ، وَأَعْطِفْ عَلَيَّ
بِمَجْدِكَ، وَأَحْفَظْنِي بِرَحْمَتِكَ“۔

”خدا یا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود و کرم کے بغیر نہیں ہو سکتا، خدا یا میرے اوپر کرم فرما۔ اپنی بزرگی سے، رحمت نازل فرما اپنی رحمت سے میرا تحفظ فرما۔“

وہ دشمن جو انسانیت کے پیچھے پڑے ہوئے ہینوہ شیطان، ہوائے نفس اور پست و ذلیل ہم نشین ہے یہی انسان کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی دشمنی، اغوا کرنا، وسوسہ ڈالنا اور ان کا مکر و فریب اس حد تک خطرناک ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ان دشمنوں کو شکست دینے کے لئے خداوند عالم سے مدد طلب کرتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں شیطان، ہوائے نفس اور پست و ذلیل ہم صحبت کے بارے میں تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اگر انسان خداوند عالم سے زیادہ بہرہ مند ہونے اور اس کے قرب کے سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے نیز اس کی بارگاہ میں مقرب ترین فرد قرار پانا چاہے تو اس کے لئے واجب اور ضروری ہے کہ یقین و اخلاص کے ساتھ ایمان رکھے، قابل قبول اعمال، نیک کردار اور تقویٰ الہی؛ (جس کے ذریعہ انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے)؛ اختیار کرے، کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد نہیں فرمایا:

”... إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَى...“ [33]

”...بیشک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔“

تقویٰ الہی جو انسان کی دنیا و آخرت میں سعادت و خوش بختی کا ضامن ہے؛ اس کے تین مرحلہ ذکر کئے گئے ہیں: عام تقویٰ، خاص تقویٰ، اخص تقویٰ۔

عام تقویٰ: یعنی واجبات کو انجام دینا اور حرام چیزوں سے پرہیز کرنا۔

خاص تقویٰ: یعنی مکروہات بلکہ مباح چیزوں (ضرورت کے علاوہ) سے پرہیز کرنا۔

اخص تقویٰ: یعنی ہر اس چیز سے پرہیز کرنا جو یاد خدا میں رکاوٹ بنے۔

خواجہ نظام الملک اور باتقویٰ شخصیت

کتب تواریخ میں خواجہ کی سوانح عمری میں درج ہے کہ: ایک روز خواجہ کی ملاقات ایک باتقویٰ اور پرہیزگار شخص سے ہوتی ہے، اس سے کہا: مجھ سے کوئی چیز طلب کرو تو میں تمہیں عطا کروں؛ کیونکہ میں غنی اور صاحب مال ہوں، یہ سن کر اس متقی شخص نے کہا: میں خدا کے علاوہ کسی اور سے کچھ نہیں مانگتا، غیر خدا سے کوئی سوال کرنا تو واقعاً کم ظرفی ہے۔

خلاف طریقت بود کاولیا

تمناکنند از خدا جز خدا

جب میں خدا سے اس کے علاوہ کچھ طلب نہیں کرتا تو آپ سے کیسے کچھ طلب کر سکتا ہوں؟

اس وقت خواجہ نے اس سے کہا: اگر تم مجھ سے کوئی چیز طلب نہیں کر سکتے تو میں آپ سے کوئی چیز طلب کروں، اس متقی شخصیت نے کہا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ تو خواجہ نے کہا: جس وقت تم یاد خدا میں ہو اس وقت مجھے بھی یاد کر لینا، یہ سن کر اس متقی شخص نے کہا: جب میں یاد خدا میں ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں، تو بھلا تجھے کیسے یاد کر سکتا ہوں؟! [34]

اے صاحب عزت و شرافت! اے مالک عظمت و کرامت! اے تمام صفات کمال کے مالک! ان تمام صفات کا ملازمہ یہ ہے کہ تو محبت و مہربانی کرے، اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بندوں پر بخشش و عطا کے دروازے کھول دے، لہذا اے میرے معبود! میرے اوپر اپنی نظر لطف فرما، اگر اپنے لطف و کرم کی نظر مجھ پر فرمائے گا تو اپنی محبت و مہربانی سے دریغ نہیں کرے گا، اور آخر کار یہ تیرے نادار بھکاری تیری عطا و بخشش سے بے نیاز ہو جائے گا: ”وَاعْطِفْ عَلَيَّ بِمَجْدِكَ“۔

احمد خضرویہ اور ایک چور

خدا کے خاص بندے جو خدا کے اخلاق و اطوار سے مزین ہوتے ہیں وہ اسی اخلاق سے دوسرے کے ساتھ پیش آتے ہیں، درحقیقت ان کی رفتار و گفتار اخلاق الہی کا ایک جلوہ ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ احمد خضرویہ کے گھر میں ایک چور آگیا، لیکن اس کو لے جانے کے لئے کوئی خاص چیز نظر نہ آئی، جب وہ خالی ہاتھ واپس جانے لگا تو شیخ احمد صاحب کی بزرگواری اور محبت نے گوارا نہ کیا کہ وہ خالی ہاتھ ان کے گھر سے واپس جائے، اسے آواز دی اور کہا: اے چور! مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ تو میرے یہاں سے خالی ہاتھ واپس لوٹے!! کنویں سے پانی نکالو، غسل توبہ کرو اور وضو کر کے نماز، توبہ اور استغفار کرو، شاید خداوند عالم کوئی انتظام

کردے تاکہ تم خالی ہاتھ نہ جاؤ، (چنانچہ اس چور نے ایسا ہی کیا) اور جب صبح نمودار ہوئی تو کوئی بزرگوار سو اشرفی شیخ کو ہدیہ دے گیا، شیخ نے وہ سو اشرفی اس چور کو دی اور کہا: یہ تمہاری ایک شب کی خالصانہ عبادت و توبہ کا ظاہری ثواب ہے۔ یہ دیکھ چور کی حالت بدل گئی، اور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی اور خدا کا نیک بندہ بن گیا۔

”وَاجْعَلْ لِسَانِي بِذِكْرِكَ لَهْجًا، وَقَلْبِي بِحُبِّكَ مُتَمِيمًا،
وَمَنْ عَلَيَّ بِحُسْنِ الْجَابَةِ، وَأَقْلَبِي عَثْرَتِي، وَاعْفُ زَلَّتِي،
فَأَنْتَ قَضَيْتَ عَلَيَّ عِبَادَتِكَ بِعِبَادَتِكَ، وَأَمَرْتَهُمْ بِدُعَائِكَ،
وَضَمَنْتَ لَهُمْ الْإِجَابَةَ، فَأَلَيْكَ يَا رَبِّ تَصَبُّتٌ وَجْهِي،
وَأَلَيْكَ يَا رَبِّ مَدَدْتُ يَدِي، فَبِعِزَّتِكَ اسْتَجِبْ لِدُعَائِي،
وَبَلِّغْنِي مُنَايَ، وَلَا تَقْطَعْ مِنْ فَضْلِكَ رَجَائِي، وَاكْفِنِي
شَرَّ الْأَجْنَ وَالْإِنْسِ مِنْ أَعْدَائِي“۔

”اور میری زبان کو اپنے ذکر سے گویا فرما میرے دل کو اپنی محبت کا عاشق بنا دے اور مجھ پر بہترین قبولیت کے ساتھ احسان فرما میری لغزشوں سے در گذر فرما تو نے اپنے بندوں پر عبادت فرض کی ہے۔ انہیں دعا کا حکم دیا ہے اور ان سے قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے، اب میں تیری طرف رخ کئے ہوئے ہوں اور تیری بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوں تیری عزت کا واسطہ میری دعا قبول فرما، مجھے میری مراد تک پہنچا دے۔ اپنے فضل و کرم سے میری امیدوں کو منقطع نہ فرما۔ مجھے تمام دشمنان جن و انس کے شر سے محفوظ فرما“۔

زبان

خداوند عالم کی عظیم نعمتوں میں سے زبان بھی ایک عظیم نعمت ہے؛ اور اگر زبان وہ ہو جس کے ذریعہ حق بات کہی جائے اور اپنے مافی الضمیر کو ادا کرے اور (الہی) اہداف و مقاصد کو دوسروں تک پہنچائے۔ جس طرح زبان کے نیکیاں اور حسنات ہو سکتے ہیں اسی طرح زبان کے ذریعہ برائیاں اور بدی بھی بہت زیادہ ہیں، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں علماء کہتے ہیں:

”اللسان جرمة صغيرة و جرمة عظيمة“ (زبان اگرچہ چھوٹی ہوتی ہے لیکن اس کے گناہ بڑے بڑے ہوتے ہیں۔) زبان کے سلسلہ میں محدث بزرگوار صاحب فلسفہ و حکمت اور عاشق عارف ملا محسن فیض کاشانی اپنی کتاب ”محجة البیضا“ میں فرماتے ہیں: زبان کے ذریعہ تقریباً بیس گناہ کبیرہ ہوتے ہیں: جیسے غیبت، تہمت، سخن چینی، چغلی، دوسروں کا مسخرہ کرنا، افواہیں پھیلانا، جھوٹ، لوگوں کو ذلیل کرنا وغیرہ۔ [35]

قرآن مجید نے بھی زبان کھولنے کے لئے صرف دس چیزوں کی اجازت دی ہے۔ اگر انسان کی زبان انہیں دس باتوں کے لئے کھلتی ہے تو گویا وہ خدا کی عبادت کرتی ہے اور اگر ان دس باتوں کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے کھلتی ہے تو وہ گناہوں سے آلودہ ہے، درحقیقت شیطان کی بندگی کرتی ہے، اور وہ دس باتیں درج ذیل ہیں:-

۱۔ قول حسن۔

۲۔ قول احسن۔

۳۔ قول عدل۔

۴۔ قول صدق۔

۵۔ قول کریم۔

۶۔ قول نرم۔

۷۔ قول محکم۔

۸۔ قول سدید۔ [36]

۹۔ قول معروف۔

۱۰۔ قول بلیغ۔

قول حسن، عوام الناس کے ساتھ خوش زبانی ہے

قول احسن، لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینا ہے۔ [37]

قول عدل، خدا ئی عدالت میں شہادت اور گواہی دینا ہے۔ [38]

قول صدق، سچی بات کہنا اور معاشرہ کے گذرے ہوئے اور موجود مومنین ذکر خیر کرنا۔ [39]

قول کریم، ماں باپ سے گفتگو کرنا۔ [40]

قول لَیْن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت گفتگو کرنا۔ [41]

قول ایمان، خدا کی وحدانیت اور پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی رسالت کا اقرار ہے۔ [42]

قول سدید، ہر شرائط اور ہر حالات میں حق بات کہنا ہے۔ [43]

قول معروف، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ گفتگو کرنا ہے۔ [44]

قول بلیغ، موثر اور واضح گفتگو کرنا ہے جو موعظہ، حکمت اور برہان کے ساتھ ہو۔ [45]

انسان ان دس طرح کی باتوں کے ذریعہ ایسی تجارت میں مشغول رہے کہ جس کا فائدہ صرف خداوند عالم ہی جانتا ہے۔ انہیں دس باتوں کی شرح کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں پر صرف قول احسن کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کے ذریعہ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دی جاتی ہے، اور باقی باتوں کی تفصیل الگ کتاب کے لئے چھوڑے دیتے ہیں۔

جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے حضرت علی علیہ السلام کو یمن کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تو ان سے فرمایا:

یا علی! کسی سے بھی اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک اس کو حق کی دعوت نہ دیدو۔

”وَأَيُّمُ اللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ عَلَى يَدَيْكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَ غَرَبَتْ...“ [46]

”خدا کی قسم! اگر خدا نے تمہارے ذریعہ کسی ایک انسان کی ہدایت فرمادی تو یہ آپ کے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔“

زبان کے ذریعہ نماز پڑھی جاتی ہے تو یہ ذکر خدا ہے، قرآن زبان کے ذریعہ پڑھا جاتا ہے تو یہ بھی ذکر خدا ہے، اہل بیت علیہم السلام سے ماثور دعائیں اور مخصوص زمان و مکان میں پڑھی جاتی ہیں وہ بھی ذکر خدا ہیں، مذکورہ بالا دس طرح کی باتیں کرنا وہ بھی ذکر خدا ہیں، اور ان سب سے بہتر و بالاتر اور بہت زیادہ ثواب رکھنے والی چیز کسی گمراہ کی دین خدا کی طرف ہدایت کرنا ہے۔

بدکار عورت کی بخشش

ثقة الاسلام شیخ کلینی اپنی کتاب ”روضہ کافی“ جو اس عظیم کتاب کا آخری حصہ ہے، حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ایک عابد و زاہد بہت زیادہ عبادت کرتا تھا جس سے شیطان کی کمر ٹوٹ چکی تھی، ایک روز اپنے لشکر کو ساتھ لایا اور ان سے کہا: تم میں کون ایسا ہے جو اس شخص کو عابد سے منحرف کر دے؟ کسی نے کچھ بتایا کسی نے کچھ، لیکن شیطان کو ان کا حربہ پسند نہ آیا، آخر کار ایک نے کہا: میں اس کو نمازی کے لباس میں جا کر گمراہ کرتا ہوں، شیطان نے اس کی بات کو پسند کیا اور اس کو بہکانے کے لئے بھیج دیا!!

شیطان کا وہ کارندہ اس عابد کی عبادتگاہ میں آیا اور بڑے زور و شور سے عبادت کرنے لگا، یہاں تک کہ اس عابد کو سوال کرنے تک کی فرصت نہ دی تاکہ وہ اس طرح کی عبادت کا راز پوچھے، عابد انتظار کرتا رہا تاکہ کوئی فرصت ملے اور اس سے اس انداز کی عبادت کا حال دریافت کرے، موقع غنیمت جان کر اس نے سوال کر ہی دیا، تو اس نے جواب دیا: میں نے گناہ کئے اور پشیمان ہو گیا، گناہوں سے پشیمانی نے مجھے عبادت سے اس قدر لگاؤ پیدا کر دیا ہے کہ میں کبھی بھی عبادت سے تھکتا نہیں ہے، اور نہ ہی میری امنگ ختم ہوتی!!

اس عابد نے اس بات پر غور کئے بغیر کہ اگر وہ گناہ کرتے وقت ہی مرجائے تو کیا ہوگا؟ اس سے راہنمائی کی درخواست کی۔ شیطان کے اس کارندے نے اس سے کہا کہ اس شہر کی فلاں عورت بدکاری میں بہت زیادہ مشہور ہے، اس کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ عابد اس عورت کی طرف روانہ ہو گئے، اس عورت نے جیسے ہی اس نورانی شخص کو اس محلہ میں دیکھا تو بہت تعجب کیا، اور سوچا کہ اس سیدھے سادے عابد کو کسی نے دھوکہ دیا ہے، چنانچہ اس سے کہا: اے عابد! انسان کبھی بھی گناہ کے ذریعہ، مقام عبادت اور مقام قرب خدا تک نہیں پہنچ سکتا، جس شخص نے بھی تمہیں اس کام کی راہنمائی کی ہے، اس کا مقصد تمہیں گمراہ کرنا تھا، گناہ؛ تنزل اور سقوط کا باعث ہے، ترقی اور صعود کا باعث نہیں ہے، جاؤ اپنی عبادت گاہ میں جاؤ اس کام کے شوق دلانے والے کو نہیں پاؤ گے، جاؤ اگر اس کو وہانہ پایا، تو یقین کر لینا کہ وہ شیطان تھا۔

چنانچہ وہ عابد خواب غفلت سے چونکا اور واپس پلٹا، جیسے ہی وہاں پہونچا تو اس شیطان کو نہ پایا۔ بہت خوش ہوئے کہ اس عورت نے اس کو گناہ سے بچالیا، اتفاق سے اسی رات اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ خداوند عالم نے اس زمانہ کے پیغمبر

کو حکم دیا کہ لوگوں کے ساتھ اس عورت کے جنازہ میں شریک ہو کیونکہ میں نے اپنے ایک بندہ کی ہدایت کی خاطر اس عورت کے تمام گناہ بخش دئے ہیں، اور اس کو معاف کر دیا ہے، اور اس کو اپنی رحمت و بخشش میں داخل کر لیا ہے۔

استجاب دعا کی ضمانت

اگرچہ قرآن مجید نے فرمایا ہے:

”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِي“ [47]

”اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کرے تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے۔“

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا ہے:

”...ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ...“ [48]

”...مجھ سے دعائیں کرو میں قبول کروں گا...“

لیکن اس حقیقت پر بھی توجہ کرنا ضروری ہے کہ استجاب دعا کی ضمانت ہر دعا کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس دعا کے لئے ہے جس دعا کا کرنے والے اور خود دعا میں تمام شرائط پائے جائیں، جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص گریہ و زاری کے ساتھ خدا سے یہ دعا کرے کہ ساری دنیا کا مال و دولت مجھے مل جائے، اور قیامت تک کے لئے میری عمر میں اضافہ ہو جائے، اور میری شکل و صورت کو جناب یوسف (ع) سے بھی خوبصورت قرار دیدے، میری آواز لحن داؤد سے بھی بہتر بنا دے، میری شجاعت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بھی زیادہ کر دے، اور مجھے پوری دنیا کی حکومت مل جائے، اور تمام لوگوں کو میرے حوالے کر دے، تاکہ میں ان کے لئے خیر و شر کی درخواست کو قبول کروں!!

اس طرح کی دعاؤں میں دعا کرنے والے اور خود دعا کے ضروری شرائط نہیں پائے جاتے، تو خداوند عالم کی طرف ایسی دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

عرفاء، زاہدین و عابدین اور صاحب کمال جن میں دعا کے ضروری شرائط پائے جاتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی دنیا و آخرت کی مصلحتوں کی بنا پر ہوتی ہے۔ اگر دعا کرنے والے کی دعا اس دنیا میں قبول ہو جاتی ہے تو خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور اگر ان کی دعا اس دنیا میں قبول نہ ہو تو ان کو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا بلکہ صبر و ضبط سے کام لیتے ہیں، اور منتظر رہتے ہیں کہ قبول ہونے کا وقت پہنچ جائے (تاکہ اس موقع پر وہ دعا قبول ہو جائے)۔

روایات میں منقول ہے: دعا انبیاء (ع) اور مومنین کا اسلحہ ہے دعا کے ذریعہ یقینی موت بھی ٹل جاتی ہے، اور دعا مقدر کو پلٹا دیتی ہے، دعا کے ذریعہ انسان کی بلائیں دور ہو جاتی ہیں اور ہر درد و مصیبت سے شفا مل جاتی ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں دعا اور دعا کرنے والے کی شرائط اس طرح بیان کئے گئے ہیں:

دعا میں اخلاص، اور اس چیز کی معرفت رکھنا کہ تمام چیزیں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں، اپنے واجبات پر عمل کرنا، اپنے دل کو پاک و صاف رکھنا، سچی زبان، حلال روزی کھانا، حقوق الناس کی ادائیگی، حضور قلب، رقت قلب، دعا کے شروع میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا، محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنا، گناہوں کا اقرار کرنا، رونا گڑگڑانا، زمین پر پیشانی رکھنا، دو رکعت نماز پڑھنا، دعا قبول ہونے پر یقین رکھنا، دوسروں کے لئے اپنے سے پہلے دعا کرنا، نامناسب دعاؤں سے پرہیز کرنا، مجموعی طور پر دعا کرنا، خلوت میں دعا کرنا اور دعا کے مستجاب ہونے کی امید رکھنا۔ جس وقت دعا کرنے والے میں دعا کرنے کے شرائط جمع ہو جائیں اور دعا کے شرائط کی بھی رعایت کی جائے تو یقیناً ایسی دعا ضرور قبول ہوگی۔

تین گرفتاروں کی دعا

”جابر جعفی“ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام صادق علیہما السلام کے زمانہ کے معتبر روایوں میں سے تھے حضرت رسول اکرم سے روایت کرتے ہیں: تین مسافر سفر کرتے ہوئے ایک پہاڑ کی غار میں پہنچے، وہاں پر عبادت میں مشغول ہو گئے، اچانک ایک پتھر اوپر سے لڑھکا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دروازہ بند کرنے کے لئے بنایا گیا اور اس نے دروازہ بند کر دیا، ان کے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا! چنانچہ وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: خدا کی قسم یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، مگر یہ کہ خدا ہی کوئی لطف و کرم کرے، کوئی نیک کام کریں خلوص کے ساتھ دعا کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

ان میں سے پہلا شخص کہتا ہے: پالنے والے! تو (تو جانتا ہے) کہ میں ایک خوبصورت عورت کا عاشق ہو گیا بہت زیادہ مال و دولت اس کو دیا تاکہ وہ میرے ساتھ آئے، لیکن جونہی اس کے پاس گیا، دوزخ کی یاد آگئی جس کے نتیجہ میں اس سے الگ ہو گیا؛ پالنے والے! اسی عمل کا واسطہ ہم سے یہ مصیبت دور فرما اور ہمارے لئے نجات کا سامان فراہم کر دے، دیکھا تو وہ پتھر توڑا سا کھسک گیا۔

دوسرے نے کہا: پالنے والے! تو جانتا ہے کہ ایک روز میں زرعی کام کے لئے کچھ مزدور لایا، آدھا درہم ان کی مزدوری معین کی، غروب کے وقت ان میں سے ایک نے کہا: میں نے دو مزدوروں کے برابر کام کیا ہے لہذا مجھے ایک درہم دیجئے، میں نے نہیں دیا، وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلا گیا، میں نے اس آدھے درہم کا زمین میں بیج ڈال دیا، اور اس سال بہت برکت ہوئی۔ ایک روز وہ مزدور آیا اور اس نے اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا، تو میں نے اس کو اٹھارہ ہزار درہم دئے جو میں زراعت سے حاصل کئے تھے، اور چند سال تک اس کو رکھے رکھا تھا، اور یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے انجام دیا تھا، تجھے اسی کام کا واسطہ ہم کو نجات دیدے۔ چنانچہ وہ پتھر توڑا اور کھسک گیا۔

تیسرے نے کہا: پالنے والے! (تو جانتا ہے) ایک روز میرے ماں باپ سو رہے تھے میں ان کے لئے کسی طرف میں دودھ لے کر گیا، میں نے سوچا کہ اگر وہ دودھ کا ظرف اگر زمین پر رکھ دوں تو کہیں اٹھ نہ جائے، اور میں نے ان کو خود نہیں اٹھایا بلکہ وہ دودھ کا ظرف لئے کھڑا رہا تاکہ وہ خود بیدار ہوں۔ تو تو جانتا ہے کہ میں نے وہ کام وہ زحمت صرف تیرے لئے اٹھائی تھی، پالنے والے ہمیں اسی کام کے صدقہ میں اس سے نجات دیدے۔ چنانچہ اس شخص کی دعا سے پتھر او رکھسکا اور یہ تینوں اس غار سے باہر نکل آئے۔ [49]

ایک گمنام غلام سیاہ کی دعا منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں سات سال تک قحط پڑا، ستر ہزار لوگ دعا کی بارش کے لئے جنگل میں آئے تاکہ ان کی برکت سے باران رحمت نازل ہو جائے۔ آواز قدرت آئی:

اے موسیٰ! ان سے کہہ دو کہ میں تمہاری دعا کیسے قبول کر لوں در حالیکہ تم لوگ گناہوں میں غرق ہو، اور تمہارے باطن میں خباثت بھری ہوئی ہے۔ مجھے پکار رہے ہیں حالانکہ مجھ پر یقین نہیں رکھتے، اور میرے انتقام سے خوف امن میں نہیں ہیں۔ میرے بندوں میں سے ایک بندہ کو بلاؤ جس کا نام ”بُرْخ“ ہے، تاکہ وہ دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔

جناب موسیٰ علیہ السلام ”بُرْخ“ کی تلاش میں نکلے، لیکن وہ نہ مل سکا، یہاں تک کہ ایک روز راستہ سے چلے جا رہے تھے، ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا جس کی پیشانی پر سجدوں کے نشانات تھے اور اپنی گردن میں کوئی چیز ڈالے ہوئے ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام نے احساس کیا کہ یہی وہ ”بُرْخ“ ہے، آگے بڑھے اس کو سلام کیا اور اس سے نام معلوم کیا۔ اس نے کہا: میرا نام ”بُرْخ“ ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

ایک مدت سے تمہاری تلاش کر رہا ہوں، او اور ہمارے لئے باران رحمت کی دعا کرو۔

چنانچہ ”بُرْخ“ ایک بیابان کی طرف نکلے اور خدا سے یوں مناجات کرنے لگے:

پالنے والے! اپنے بندوں پر بارش کا بند کر دینا تیرے کاموں میں سے نہیں، تیری بارگاہ میں بخل کا بھی کوئی وجود نہیں ہے، کیا تیرا لطف و کرم ناقص ہو گیا ہے یا تیری ہوا نے اطاعت سے مخالفت کی ہے یا تیرے خزانے ختم ہو گئے ہیں، یا گناہگاروں پر تیرے خشم میں جوش آگیا ہے، کیا تو خطاکاروں کی خلقت سے پہلے غفار اور بخشنے والا نہیں تھا؟! چنانچہ سب نے دیکھا کہ وہ اسی طرح مناجات کرتا رہا یہاں تک کہ بارش ہونے لگی اور ایسی بارش ہوئی کہ بنی اسرائیل سیراب ہو گئے۔ [50]

امام سجاد علیہ السلام کے غلام کی دعا سعید بن مسیب مدینہ منورہ کے بزرگ فقہاء میں سے تھے اور حضرت امام سجاد اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہما السلام نے آپ کی تعریف فرمائی ہے۔

عبد الملک مروان نے مدینہ میں اپنا ایک ایلچی بھیجا تاکہ سعید کی لڑکی سے جو حسن و جمال اور صورت و سیرت میں بہت نیک تھی؛ رشتہ طلب کرے، سعید نے مدینہ کے گورنر سے کہا میں ہر گز اپنی لڑکی کی شادی ملک کے بادشاہ وقت سے نہیں کروں گا!!۔

ایک روز انہوں نے اپنے شاگروں میں سے کسی ایک سے کہا: کئی روز سے آپ درس مینہیں آرہے ہیں؟ تو اس نے کہا: میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، جس کی بنا پر درس میں شرکت نہیں کر پایا ہوں۔ سعید نے کہا: ایک دوسری شادی

کرلو۔ تو اس نے کہا: میرے پاس مال دنیا میں سے دو درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: کیا میری لڑکی سے شادی کرو گے؟ اس نے کہا: جیسا آپ حکم کریں۔ چنانچہ استاد نے اس کا نکاح اپنی لڑکی سے کر دیا۔ سعید چالیس سال سے کسی کے دروازے پر نہیں گئے تھے، شاگرد کہتا ہے: ایک روز شام کا وقت تھا، دق الباب ہوا، میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا استاد ہیں، اور اپنے ساتھ اس لڑکی کو لے کر آئیں ہیں، لڑکی کو میرے حوالے کیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے اس لڑکی سے سوال کیا: تو اس نے بتایا میں ”حافظ قرآن“ ہوں، اس نے مہر کے بارے میں سوال کیا: تو اس لڑکی نے کہا:

”جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعْلِ“ [51]

”عورت کا جہاد بہتر شوہر داری ہے۔“

جناب سعید تقویٰ و پرہیزگاری اور فضل و کرم کی اس عظیم منزل پر فائز تھے، کہتے ہیں: ایک سال مدینہ میں قحط پڑ گیا اور بارشیں کم ہونے لگیں، لوگوں نے نماز و دعا پڑھنا شروع کی، میں بھی ان کے ساتھ گیا لیکن اس مجمع میں کسی کی دعا قبول نہ ہوئی، ایک غلام کو دیکھا کہ ایک بلند مقام پر عبادت کر رہا ہے اور اپنا سر سجدے میں رکھے ہوئے دعا کر رہا ہے اس کی دعا قبول ہوئی اور بہت زیادہ بارش ہونے لگی۔ میں اس کے پیچھے چل دیا دیکھا تو وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا، میں بھی امام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے اس غلام کو طلب کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: سب غلام جمع ہو جائیں، جب سب جمع ہو گئے تو میں نے اس سیاہ فام غلام کو نہیں دیکھا، میں نے کہا: جس کو میں چاہتا ہوں وہ ان میں موجود نہیں ہے، اس وقت کہا گیا: صرف اصطلب والا غلام نہیں آیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کو بھی بلایا جائے، جب وہ آیا تو وہی تھا جس کو مینچاہتا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے غلام! میں نے تجھے سعید کو بخش دیا۔ یہ سن کر غلام بہت زیادہ رونے لگا، اور کہا: اے سعید! مجھے امام زین العابدین سے جدا نہ کر۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ رو رہا ہے، میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، اور امام کے مکان سے واپس آ گیا، میرے آنے کے بعد جب اس کا راز فاش ہو گیا تو اس نے اپنا سر سجدے میں رکھا، اور خدا سے ملاقات کی آرزو کی، اسی وقت اس کی دعا پوری ہو گئی، امام علیہ السلام نے مجھ سے کھلوا یا کہ اس کی تشیع جنازہ میں شرکت کے لئے آ جاؤ۔

دعائے امام حسین علیہ السلام

”مناقب“ ابن شہر آشوب عظیم الشان کتاب ”تہذیب شیخ طوسی“ سے روایت نقل کرتے ہیں:

ایک عورت خانہ کعبہ کا طواف کرنے میں مشغول تھی، ایک مرد بھی اسی ردف میں طواف کر رہا تھا۔ اس مرد نے بری نیت سے اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھایا؛ اس کا ہاتھ عورت کے جسم پر چپک گیا، دونوں کا طواف قطع ہوا، وہاں مامور خادموں نے ان دونوں کو امیر مکہ کے پاس پہنچا دیا، یہ دیکھ کر اس نے اس عجیب و غریب واقعہ کو دیکھ کر علماء کو فتوے کے لئے بلایا۔ چنانچہ سب نے کہا کہ اس مرد نے خانہ کعبہ کے نزدیک بہت بڑی خیانت کی ہے لہذا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، ان میں سے ایک شخص نے کہا: اس کا ہاتھ کاٹنے سے پہلے امام حسین (ع) کا نظریہ بھی معلوم کر لیں۔ جس وقت امام حسین علیہ السلام کو خبر ملی آپ خانہ کعبہ کی طرف تشریف لائے۔ اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور بارگاہ رب العزت میں گریہ و زاری کی اور دعا کی اس مرد کا ہاتھ اس عورت سے الگ ہو جائے، (اور آپ کی دعا کی وجہ سے اس مرد کا ہاتھ الگ ہو گیا) لوگوں نے کہا: اس پر جرمانہ کیا جائے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خداوند عالم نے اس کو بخش دیا تو تم کیا چاہتے ہو؟ [52]

آدھی رات میں ایک زندانی کی دعا

”عبد اللہ بن طاہر“ کی حکومت کے زمانہ میں راستوں اور سڑکوں پر نا امنی پھیل گئی اور لوگوں کا گزرنا مشکل ہو گیا۔ امیر عبد اللہ نے بعض لوگوں کو سڑکوں پر تعینات کیا تاکہ راستہ چلنے والوں کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ ایک راستہ سے دس چوری کی واردات میں ملوث لوگوں کو پکڑ کر دار الحکومت کی طرف بھیج دیا گیا، لیکن ان میں سے ایک رات کے وقت بھاگ نکلا۔ داروغہ نے سوچا کہ شاید امیر عبد اللہ بن طاہر یہ سوچے کہ اس نے رشوت لے کر اس کو بھاگنے کا موقع دیدیا ہے، لہذا اس کے بدلے میں اسی کو سزا ہوگی، روٹی دھننے والے کو جو اپنی زندگی اسی کام سے چلاتا تھا اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا کر یہ کام کیا کرتا تھا، اس بے گناہ کو پکڑ لیا اور چوروں کی تعدا پوری کرنے کے لئے ان میں شامل کر دیا، ان دس چوروں کو امیر عبد اللہ بن طاہر کے پاس حاضر کیا گیا، اس نے حکم دیا کہ ان سب کو قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔

ایک رات پولیس کا ایک سپاہی قیدخانہ آیا اور دو چوروں کو پھانسی دینے کے لئے لے گیا، اس موقع پر اس روئی دُھننے والے نے کہا: میرے بچے سوچ رہے ہوں گے کہ میں کسی جگہ کام کے لئے رک گیا ہوں لیکن ان کو کیا خبر ظالموں نے مجھے بے گناہ پکڑ کر چوری کے الزام میں قیدخانہ میں ڈال دیا ہے۔ اسی رات کے وقت اٹھا دو رکعت نماز پڑھی اور سرسجدہ میں رکھ کر بارگاہ الہی میں راز و نیاز اور دعا کرنے لگا۔

اسی رات میں عبد اللہ بن طاہر نے خواب دیکھا کہ اس کا تخت چار بار زمین پر گرا، اٹھا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر سو گیا، ایک بار پھر اس نے خواب میندیکھا کہ چار سانپ اس پر حملہ کر رہے ہیں اور اس کے تخت کو نیچے گرا دیا ہے؛ پیدا رہوا، اپنے خادموں کو بلایا اور کہا: کسی مظلوم نے اس وقت بارگاہ الہی میں شکایت کی ہے اس کو تلاش کیا جائے، بہت زیادہ تلاش کرنے کے بعد قیدخانہ میں پہنچے تو اس روئی دُھننے والے کو عجیب و غریب عالم میں دیکھا اس کو امیر کے پاس لایا گیا، اس نے سارا واقعہ بیان کیا، جب معاملہ واضح ہو گیا تو امیر عبد اللہ نے حکم دیا کہ اس دُھونے کو دس ہزار دینار سے نوازا جائے، اور اس سے کہا: میری تم سے تین خواہشیں ہیں: ۱۔ مجھے معاف کر دو۔ ۲۔ اس تحفے کو قبول کرلو۔ ۳۔ جب بھی کوئی حاجت ہو تو میرے پاس چلے آنا، تاکہ تمہاری حاجت روائی کر دوں۔

اس دُھونے نے کہا: میں آپ کی تین خواہشوں میں سے دو کو قبول کئے لیتا ہوں، آپ کو معاف کرتا ہوں اور اس تحفہ کو قبول کرتا ہوں، لیکن تیسری خواہش کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا؛ کیونکہ یہ واقعاً بڑی بیوقوفی ہوگی کہ اس بارگاہ کو چھوڑ دوں جس نے میرے نالہ و فریاد کے ذریعہ تیری حکومت کی چولیں ہلا دیں اور ایک ضعیف و کمزور کی بارگاہ میں اپنا سر تسلیم خم کر لوں!!

پالنے والے! تیری بارگاہ میں میری التجا ہے کہ میرے گناہوں سے درگزر فرما، اور توفیق دے کہ آئندہ میں گناہوں سے دور رہوں، اور تیری عبادت خلوص کے ساتھ انجام دوں، اور میرے اعضاء و جوارح کو طاقت دے تاکہ میں تیری اور تیرے بندوں کی خدمت کرسکوں، میرے دل کو اپنے عشق سے مالا مال کر دے، میری روحی اور فکری بیماریوں کا علاج فرما، آخرت میں اپنے محبوب بندوں کی شفاعت اور ان کی ہم نشینی میرے نصیب میں لکھ دے۔ اے میرے محبوب اور میری تمام امید! یہی میری آرزو ہے، لہذا میری تمناؤں کو پورا کر دے اور میری امید کو مایوسی میں تبدیل نہ کر، اے صاحب فضل و کرم۔

منقول ہے کہ ایک شخص حالت احتضار مینتھا، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے اس سے کہا: اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو؟ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ (ص) اپنے گناہوں سے خوف زدہ ہوں اور خدا کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا: یہ چیز کسی کے دل میں جمع نہیں ہوگی مگر یہ کہ خداوند عالم جس سے وہ خوف رکھتا ہو اس سے محفوظ کر دے گا اور جس چیز کی امید رکھتا ہوگا اس کو پوری کر دے گا۔

پالنے والے! تیری بارگاہ مینمیری بے جا آرزو نہیں ہے اور تیری بارگاہ مینبے جا آرزوئیں نہیں ہیں۔ تو نے خود قرآن مجید میں اپنے کو غفار و غفور و شکور و کریم اور ارحم الراحمین و دیگر صفات سے تعارف کرایا ہے۔ میں اگرچہ اپنے گناہوں کی نسبت خوف زدہ ہوں لیکن پھر بھی تیرے فضل و کرم کا امید وار ہوں۔ اگر دعائے کمیل کے ساتھ تیری بارگاہ میں آیا ہوں تو اس میں بھی تیرا لطف و کرم اور بزرگی سبب بنی ہے کہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ تیرے در سے کوئی بھی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا، تیری بارگاہ میں کسی کو مایوس نہیں کیا جاتا، اس دروازے سے کسی کو بھگایا نہیں جاتا۔

پالنے والے! تو نے حر بن یزید ریاحی کو ان عظیم گناہوں کے باوجود، فرعون کی بیوی کو ایمان لانے کے بعد فضیل بن عیاض کو توبہ کرنے کے بعد اور اسی طرح ہزار ہا دوسرے گناہگاروں کو ان کی توبہ کے بعد بخش دیا اور ان کو اجر و ثواب سے نوازا؛ لہذا میں کس طرح تیری بارگاہ سے ناامید ہو کر پلٹ جاؤں، حالانکہ تو نے خود قرآن مجید میں مایوسی کو کفر کے برابر مانا ہے! [53]

باران رحمت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء و اجدا سے نقل کرتے ہیں: اہل کوفہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی، اور عرض کیا: ہمارے لئے خدا سے بارش کی دعا فرمائے۔

چنانچہ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: خدا سے بارش کی دعا کرو۔ امام حسین علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا کی اور رسول خدا پر درود بھیجا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: اے خیر و برکت نازل کرنے والے! ہمارے لئے باران رحمت نازل فرما، تاکہ تیرے بندوں کو مشکلات سے نجات مل جائے، اور مردہ زمینیں زندہ ہو جائیں، آمین یا رب العالمین۔ جیسے ہی امام حسین علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی اچانک بارش شروع ہو گئی، اور اتنی بارش ہوئی کہ اطراف کوفہ کے

رہنے والے بعض لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا: اتنی بارش ہو رہی ہے کہ پانی کی موجیں سیلاب میں تبدیل ہو چاہتی ہیں۔ [54]

پالنے والے! تو نے کوفہ والوں کے لئے اپنے خاص بندے کی دعا کے صدقہ میں بارانِ رحمت سے سیراب کر دیا، ہمارے اوپر بھی رحمت و مغفرت کی بارش فرما، تاکہ ہمارے گناہوں کی گندگی اور کثافت ہمارے نامہ اعمال سے دُھل جائے اور ہمیں گناہوں کے بوجھ سے نجات عطا فرما، اور معنویت کا اوڑھنا اور عبادت و بندگی کے درخت سے ہمارے وجود کی سر زمین میں جان ڈال دے، کیونکہ ہم تیری امید پر ہی تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، عذر خواہی اور توبہ کرتے ہوئے تیری چوکھٹ پر سر جھکائے ہوئے ہیں اور تیرے در پر جھولی پھیلائے ہوئے ہیں اور اپنی حاجتوں کو تیرے ہی حضور میں لے کر آئے ہیں، اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اپنے لطف و کرم کی بدولت ہمیں بخش دے گا۔

کرم کی امید

ایک جوان ایک گلی سے گزر رہا تھا، ایک درخت پر ایک شکار کو دیکھا اور اس پر ایک تیر چلایا، وہ تیر اس پرندہ کو نہیں لگا بلکہ اس سے گزر کر باغ کے مالک کے لڑکے کو جالگا، اور وہ مر گیا، باغ کے اطراف سے ہی بعض لوگوں کو پکڑ لیا گیا اور آپس میں جھگڑا ہونے لگا، وہ جوان بھی وہاں پہنچا، اور سوال کیا واقعہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لڑکا کسی شکاری کے تیر سے مر گیا ہے، اس نے کہا: تیر اٹھا کر لایا جائے تاکہ میں اس کو دیکھ کر فیصلہ کروں۔ تیر لایا گیا تو اس جوان نے کہا: اگر میں فیصلہ کروں تو کیا تم ان لوگوں کو چھوڑ دو گے؟ تو اس باغ کے مالک نے کہا: جی ہاں۔ تب اس جوان نے کہا: یہ تیر میں نے شکار کے لئے چلایا تھا لیکن اس جوان کو جا لگا، میں اس کا قاتل ہوں، جو بھی کرنا چاہو میں حاضر ہوں۔ اس لڑکے کے غم زدہ باپ نے کہا: اے جوان جب مجھے تیری غلطی کے بارے میں علم ہو گیا ہے تو پھر تیرا اعتراف و اقرار کیا معنی رکھتا ہے؟ تو اس جوان نے کہا: تمہارے کرم کی امید، کہ اگر میں اقرار کر لوں تو تم مجھے معاف کر دو گے۔ یہ سن کر اس باپ نے اس جوان کو معاف کر دیا۔ [55]

اے اکرم الاکرمین! اب ہم تیرے بے نہایت کرم کے امیدوار ہیں تواضع و انکساری کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور اپنی معصیت اور غلط کاموں کا اعتراف کرتے ہیں۔ (لہذا تو بھی ہمارے گناہوں کو بخش دے۔)

”يَا سَرِيحَ الرِّضَا، اَغْفِرْ لِمَنْ لَا يَمْلِكُ اِلَّا الدُّعَاءُ، فَاِنَّكَ فَعَالٌ
لِمَا تَسْأَلُ، يَا مَنْ اسْمُهُ دَوَاءٌ، وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ، وَطَاعَتُهُ عِنِّي اَرْحَمُ
مَنْ رَأْسِ مَالِيهِ الرَّجَاءُ، وَسِلَاحُهُ الْبُكَاءُ، يَا سَابِغَ النِّعَمِ، يَا دَافِعَ
النِّقَمِ، يَا نَوْرَ الْمُسْتَوْ حَشِيْنَ فِي الظُّلْمِ، يَا عَالِمًا لَا يُعْلَمُ، صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَافْعَلْ بِي مَا أَنْتَ أَهْلُهُ، وَ
صَلِّ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ وَالْأَيْمَةَ الْمَيَامِينِ
مِنْ آلِهِ، وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا“.

”اے بہت جلد راضی ہو جانے والے! اس بندہ کو بخش دے جس کے اختیار میں سوائے دعا کے کچھ نہیں ہے کہ تو ہی ہر شے کا صاحب اختیار ہے۔ اے وہ پروردگار جس کا نام دوا، جس کی یاد شفا اور جس کی اطاعت مالداری ہے، اس بندہ پر رحم فرما جس کا سرمایہ فقط امید اور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے، اے کامل نعمتیں دینے والے۔ اے مصیبتوں کو رفع کرنے والے اور تاریکیوں میں وحشت زدوں کو روشنی دینے والے محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے ساتھ وہ برتاؤ کر جس کا تواہل ہے۔ اپنے رسول اور ان کی مبارک ”آل ائمہ معصومین (ع)“ پر صلوات و سلام فراوان نازل فرما۔“

آسمانی اور ملکوتی حقائق

اس بندے سے خدا کا بہت جلد راضی ہو جانا جس پر خدا ناراض ہو گیا ہو اور اس کی بارگاہ سے دھتکار دیا گیا ہو اور اس توبہ و انابہ اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں متوسل ہوا ہو، اس کی وجہ خداوند کریم کی بے نہایت رافت و مہربانی اور اس کا لطف و کرم ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنی پوری زندگی گناہوں میں غرق رہا ہو اور کوئی رات بھی ایسی نہ گزری ہو جس میں گناہ نہ کیا ہو، صرف ایک پشیمانی، شرمندگی اور توبہ کے ذریعہ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کے تمام گناہوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے، اور اس کے قلیل عمل ہی کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو اپنی خاص رحمت میں شامل کر لیتا ہے!

اسی وجہ سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام ”یا سریح الرضا“ کے فقرے کے بعد بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں:

پالنے والے اس کو بخش دے جس کے پاس دعا کے علاوہ کچھ نہیں ہے؛ کیونکہ حقیقی دعا او رگریہ و زاری؛ فقر و نداری، ذلت و مسکنت اور بے چارگی پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ دعا کرنے والے کے پاس طاعت و عبادت اور خیرات کا ذخیرہ نہیں ہے جس کے بل بوتے پر مستحق رحمت ہوں، اپنے سے نفع و نقصان کو دور نہیں کر سکتا اور دعا و زاری کے ساتھ جو تیری بارگاہ میں حاضر ہوں یہ بھی تیری ہی توفیق اور لطف کے سبب ہے، درحقیقت یہ دعا اور گریہ و زاری تیری ہی رحمت کا ایک جلوہ ہے، کہ اگر تو مجھ پر نظر لطف نہ کرتا تو میں تیری بارگاہ میں حاضر نہ ہوتا اور میں تیری بارگاہ میں دعا کے لئے زبان نہ کھولتا، دل و جان سے تیری طرف متوجہ نہ ہوتا، اور اپنی آنکھوں سے آنسو نہ بہاتا۔

ایسا بندہ تیری رحمت و مغفرت اور محبت اور تیری چاہت کا سزاوار ہے، اور اگر تضرع و انکساری اور آہ و فغاں کے ساتھ تیری ہی بارگاہ میں عرض کیا جائے:

”کریم لوگ فقیر اور نادار سے نہیں پوچھتے کہ کیا لائے ہو بلکہ اپنے لطف و کرم کی بنا پر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“

اور یہ بھی کھاجائے: پالنے والے جیسا کہ تو نے فرمایا ہے کہ تم میری طرف ایک قدم بڑھاؤ؛ مینتمہاری طرف دس قدم بڑھاؤنگا، اے میرے مہربان مولا و آقا! میں تو اس قدر لاچار و مضطر ہوں اور ایسا زمین گیر ہوں کہ تیری طرف ایک قدم بڑھانے کی بھی طاقت نہیں رکھتا، اے میرے مولا! میں غریب و نادار اور ہوائے نفس کا اسیر اور شیطانی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں کہ میری طرف تو ہی ایک قدم اور بڑھا دے اور ان سے نجات دیدے تاکہ تیری رحمت و مغفرت میرے شامل حال ہو جائے۔

اے اکرم الاکرمین! (اے کریموں کے کریم!) کہتے ہیں: تیرے عاشق بندے نے جناب سلمان فارسی کے کفن پر یہ اشعار لکھے:

وَقَدْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بَعِيرٌ زَادٍ
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيمِ

وَحَمَلُ الزَّادِ أَقْبَحُ كُلِّ شَيْءٍ
إِذَا كَانَ الْوُفُودُ عَلَى الْكَرِيمِ [56]

(خالی ہاتھ، اور نیکیوں سے خالی کشکول اور مریض دل کے ساتھ کریم کے یہاں مہمان ہوا ہوں، اور کریم کے یہاں مہمانی میں جاتے وقت کھانا پینا لے کر جانا بہت زیادہ قبیح ہے۔)

پالنے والے! میں تو تیری بارگاہ میں خالی ہاتھ آیا ہوں اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو تیری شان کے مطابق ہو، اس محتاج فقیر کو اپنے خزانہ کرم سے اس قدر نواز دے کہ تمام گناہ بخش دئے جائیں، اور اس کے بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جائے اور جنت الفردوس کا دروازہ کھل جائے اور سعادت دنیا و آخرت و تیری مرضی و خوشنودی حاصل ہو جائے۔

اے وہ ذات پاک! جو ہر کام کو جب چاہتی ہے اپنی حکمت و مصلحت اور عدل و انصاف اور رحمت کی بنا پر انجام دے لیتی ہے، اور جس کام کو انجام دیتی ہے کسی کو چون چرا کرنے کا حق نہیں ہے۔

اے وہ ذات! جس کا نام ہمارے درد کی دوا ہے، اس مقام پر علماء عرفان اور اہل حقیقت بزرگوں نے بہت سے اہم مطالب بیان کئے ہیں، ان میں سے بعض کا کہنا ہے: شاید اس نام سے مراد یہی الفاظ ہوں کہ جن کی برکت اور خواص بہت زیادہ ہیں، جن میں سے ایک اثر یہ ہے کہ جب دعا کرنے والا عاشق اپنے محبوب کو اس کے اسماء حسنیٰ اور دیگر ناموں سے پکارتا ہے تو اس کا محبوب اپنے بہترین نام کو دیکھ کر اپنے دوست کو جواب دیتا ہے۔

”وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا.“ [57]

”اور اللہ ہی کے لئے بہترین نام ہے لہذا اسے انہیں کے ذریعہ پکارو۔“

جس وقت ایک محتاج بندہ اس کے سامنے دست دعا دراز کرے اس امید میں کہ رحمت خدا اس پر نازل ہوگی، دلسوز انداز میں اپنی پاک زبان سے چاہے خلوت ہو چاہے بزم، چاہے دوستوں کے درمیان ہو یا تنہائی کا عالم ہو، فریاد کرتا ہے: ”یا اللہ، ”یا رحمن، ”یا کریم، ”یا رب، ”یا ارحم الراحمین، تو پھر محال ہے کہ خدائے مہربان جیسا کریم خدا اس کی

دعا کو مستجاب نہ کرے۔

روایت میں منقول ہے: ”اسماء اور نام الہی“ سے امام معصوم، ولی کامل اور جامع صفات انسان مراد ہے، جو اسماء کے معنی و مفہوم کے مکمل طور پر جلوہ گاہ ہینکہ جب کوئی درد مند اور روحانی و باطنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے ذریعہ علاج ہوتا ہے۔

جی ہاں! انسان کامل (نبی اور امام) کے وسیلہ سے ہی انسان کو ہدایت اور سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور شرک و کفر و نفاق اور اخلاق و عمل کی بیماری سے نجات مل جاتی ہے۔

انسان کامل ”اسم اعظم“ ہے جو اس کائنات کی چکی میں محور کا کام کرتا ہے جیسا کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بارے میں منقول ہے:

”وَهُوَ الَّذِي بِقَاتِهِ بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَبِغَيْرِهِ رُزِقَ الْوَرَى، وَبِوَجُودِهِ تَبَيَّنَتِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ“۔

”دنیا ان کے وجود کی برکت سے باقی ہے اور انسانوں کی روزی انہیں کی برکت سے بندوں تک پہنچتی ہے اور زمین و آسمان اسی کی ذات بابرکت کے وجود سے باقی ہے۔“

بہر حال عاشق، اپنے معشوق کے نام اور وجہ تسمیہ (یعنی وجہ اسم گذاری) سے آگاہی رکھتا ہے اور اسی کے نام کے وسیلہ سے اس کی بارگاہ میں مشرف ہوتا ہے، اور اپنے درد پریشانی کا اسی کی نظر لطف سے علاج کرتا ہے، اور اس کے معشوق کا نام لینے اور اس کا نام سننے سے بہتر اس دنیا کی کوئی چیز اس کے لئے لذت بخش نہیں ہے۔

روایت میں منقول ہے کہ جناب ابراہیم خلیل خدا کے پاس بہت ساری گوسفند تھیں، بعض فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ ان کی دوستی اور مال و دولت کی دوستی میں کوئی رابطہ ہے۔ خداوند عالم نے ان کو متوجہ کرنے کے لئے جناب جبرئیل امین کو ایک بلندی پر بھیجا تاکہ اس طرح خدا کو پکارے: ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“۔

حضرت ابراہیم نے جیسے ہی اپنے محبوب کا نام سنا تو بے تاب ہو گئے اور زبان حال سے کہنے لگے:

این مطرب از کجاست کہ برگفت نام دوست

تا جام و جامہ بذل کنم بر پیام دوست

(یہ آواز کہاں سے آرہی ہے یہ تو میرے محبوب کو پکارا جا رہا ہے، میں اپنے محبوب کے پیام پر جان قربان کر دوں گا۔)

آواز کے سہارے اس بلندی کی طرف دوڑے لیکن کوئی نہیں ملا، آپ نے آواز دی: اے بہترین شیرین زبان والے! اگر ایک

بار اور میرے معشوق کا نام اپنی زبان پر جاری کر دے تو میں اپنی آدھی بھیڑ بکریاں تجھے دیدوں، یہ سن کر جناب

جبرئیل نے ایک بار اور ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“ زبان پر جاری کیا، جناب خلیل شدت اشتیاق سے وجد میں

آگئے، اور جب عام حالت پر پلٹے تو آواز دی: اگر ایک بار اور میرے محبوب کا نام زبان پر جاری کر دے تو میں

تمہیں ساری بھیڑ بکریاں بخش دوں گا، جناب جبرائیل نے ایک بار اور ”سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ“ کہا، اس بار جناب

خلیل اللہ نے اپنے محبوب کا نام سنا، تو ایک فریاد بلند کی اور کہا: اب میرے پاس کچھ نہیں جس کو اپنے محبوب کے نام پر

نثار کروں آ اور میرے وجود کا مالک ہو جا!!

اے میرے مولا و آقا! اے میرے محبوب! جس کا سرمایہ امید، اور ساز و سامان گریہ و زاری ہو، اس بندہ پر رحم کر تاکہ

تیری رحمت کی بدولت ہر طرح کی ناداری سے نجات مل جائے اور تیرا نام اس کے درد کی دوا بن جائے تیری یاد اس

کے درد کے لئے شفا بن جائے اور تیری عبادت اس کی توانگری کا باعث بن جائے۔

”یا اللہ“، ”یا رب“، ”یا کریم“، ”یا حبیب“، ”یا انیس“، ”یا مونس“، ”یا اکرم الاکرمین“، ”یا ارحم الراحمین“، ”یا سابع النعم“،

”یا دافع القنم“، ”یا نور المستوحشین فی الظلم“، ”یا عالماً لایعلم“، صلّ علی محمد و آل محمد۔“

پایان شرح دعائے کمیل

۲۵ شوال، مطابق روز شہادت امام برحق مصحف ناطق حضرت امام صادق علیہ السلام

مطابق ۱۰۱۰ ۱۳۸۱ھ ش۔

فہرست آیات

آیات - - سورہ - - صفحہ

”إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ“، سورہ آل عمران آیت ۳۲۔

- ٢ "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ بَدَأً بَاطِلًا..." سورة آل عمران آيت ١٩١.
- ٣ "فَتَجْعَل لَّعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ" سورة آل عمران آيت ٤١.
- ٤ "لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ ... سورة آل عمران آيت ١٧٢.
- ٥ "... وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" سورة آل عمران آيت ١٣٤.
- ٦ "وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ ... سورة آل عمران آيت ١٣٣.
- ٧ "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ... سورة آل عمران آيت ١٠٤.
- ٨ "وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ ... سورة آل عمران آيت ١٨٩.
- ٩ "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَبَّ لِي ... سورة ابراهيم آيت ٣٩.
- ١٠ "وَلَيْنَ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ... سورة ابراهيم آيت ٧.
- ١١ "يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ" ... سورة ابراهيم، آيت ٢٧.
- ١٢ "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" سورة اخلاص آيت ١
- ١٣ "إِنْ أَحْسَنْتُمْ أُحْسِنْتُمْ لَأَنْفُسِكُمْ ... سورة اسراء آيت ٧
- ١٤ "إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ ... سورة اسراء آيت ٣٠.
- ١٥ "قُلْ لَيْسَ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ ... سورة اسراء آيت ٨٨
- ١٦ "... وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ الْإِنْسَانِ ... سورة اسراء آيت ٤٤.
- ١٧ "وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ ... سورة اسراء آيت ٣٤.
- ١٨ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ ... سورة اعراف آيت ٢٣.
- ١٩ "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ ... سورة اعراف آيت ١٨٢
- ٢٠ "قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" ... سورة اعراف آيت ١٤.
- ٢١ "وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ ... سورة اعراف آيت ٥٨.
- ٢٢ "وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ ... سورة اعراف آيت ١٧٠
- ٢٣ "... وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ... سورة اعراف آيت ١٥٤.
- ٢٤ "وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا..." سورة اعراف آيت ١٨٠.
- ٢٥ "أَتَى مَسْنَى الصُّرِّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" سورة انبياء آيت ٨٣.
- ٢٦ "... رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ... سورة انبياء آيت ٨٩.
- ٢٧ "...فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَأَ ... سورة انبياء آيت ٨٨-٨٧.
- ٢٨ "...وَأَنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ ... سورة انبياء آيت ٤٧.
- ٢٩ "أَنَا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلْسِلًا وَأَ... سورة انسان(دهر) آيت ٤.
- ٣٠ "أَنَا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ... سورة دهر آيت ٢.
- ٣١ "... قُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَسِعَةٍ ... سورة انعام آيت ١٤٧.
- ٣٢ "وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ ... سورة انعام آيت ٥٤.
- ٣٣ "وَكَذَلِكَ نَرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ... سورة انعام آيت ٧٥.
- ٣٤ "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ... سورة انعام آيت ٨٩.
- ٣٥ "...وَأَتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ... سورة انفال آيت ٤٩.
- ٣٦ "...وَأَصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ... سورة انفال آيت ٤٦.
- ٣٧ "إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ... سورة انفطار آيت ١٣، ١٤.
- ٣٨ "وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا... سورة انفطار آيت ١٠ تا ١٢.
- ٣٩ "إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا... سورة بقره آيت ٢١٨.
- ٤٠ "أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ" سورة بقره آيت ١٤٥.
- ٤١ "إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" سورة بقره آيت ١٩٩، ١٩٢، ١٨٢، ١٧٣، مائده ٩٣.
- ٤٢ "إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ" سورة بقره آيت ٢٣٥.
- ٤٣ "الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ ... سورة بقره آيت ٢٧.
- ٤٤ "...كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ" سورة بقره آيت ٤٥.

- ٢٤” وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي... سورة بقره آيت ١٨٦.
- ٢٥” وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي... سورة بقره آيت ١٨٦.
- ٢٦” وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا... سورة بقره آيت ١٤.
- ٢٧” وَإِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَيَّ... سورة بقره آيت ٢٣.
- ٢٨” وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ“ سورة بقره آيت ١٠٥.
- ٢٩” وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ“ سورة بقره آيت ١٠٥.
- ٥٠” وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ“ سورة بقره آيت ٢٢١.
- ٥١” وَمَنْ يَرِغَبْ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ الْأَلِيَّةِ... سورة بقره آيت ١٣٠.
- ٥٢” يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ... سورة بقره آيت ٢١٩.
- ٥٣” وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ“ سورة بقره آيات ٢٠٧.
- ٥٤” ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً“ سورة فجر آيت ٢٨.
- ٥٥” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ... سورة تحريم آيت ٦.
- ٥٦” لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحُكْمُ“ سورة تغابن آيت اول
- ٥٧” إِنَّ اللَّهَ لَأَبْضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ“... سورة توبه آيت ١٢٠
- ٥٨” وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ... سورة توبه آيت ٧١
- ٥٩” وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ... سورة توبه آيت ٧١.
- ٦٠” وَقُلْ اْعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ... سورة توبه آيت ١٠٥.
- ٦١” خُذُوهُ فَغُلُّوهُ . ثُمَّ الْجَحِيمِ... سورة حاقه آيت ٣٠ تا ٣٣.
- ٦٢” مَا أَعْنَىٰ عَنِّي مَالِيٰ بَلْكَ... سورة حاقه آيت ٢٨-٢٩.
- ٦٣” وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ“... سورة حج آيت ٢١.
- ٦٤” إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ... سورة حجر آيت ٩.
- ٦٥” وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْءِدُهُمْ أَجْمَعِينَ . سورة حجر آيت ٤٣-٤٤.
- ٦٦” سَوَآخِضٌ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ“... سورة حجر آيت ٨٨.
- ٦٧”... إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ...“ سورة حجرات آيت ١٣.
- ٦٨” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا... سورة حجرات آيت ١٢.
- ٦٩” إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ... سورة حديد آيت ١٨.
- ٧٠” سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ... سورة حديد آيت ٢١.
- ٧١” لَهُ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي... سورة حديد آيت ٢.
- ٧٢” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا... سورة حديد آيت ٢٨.
- ٧٣” بُوِ اللَّهِ الْخَالِقِ الْبَارِئِ الْمُصَوِّرِ لَهُ... سورة حشر آيت ٢٤.
- ٧٤”... وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ“... سورة رعد آيت ٢١.
- ٧٥” يَمْخُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنشِئُ...“ سورة رعد آيت ٣٩.
- ٧٦” يَلِّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ... سورة روم آيت ٤.
- ٧٧” يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ... سورة زلزال آيت ٤ تا ٥.
- ٧٨” إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ“... سورة زمر آيت ٣.
- ٧٩”... أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ...“ سورة زمر آيت ٦٠.
- ٨٠” أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ... سورة زمر آيت ٥٦.
- ٨١” قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ... سورة زمر آيت ٥٣.
- ٨٢” قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ... سورة زمر آيت ٥٣.
- ٨٣”... لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ...“... سورة زمر آيت ٥٣.
- ٨٤”... لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ...“... سورة زمر آيت ٥٣.
- ٨٥” يَخْلُقْكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ... سورة زمر آيت ٦.

- ٨٦”...وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ“ سورة سبأ آيت ١٣.
- ٨٧” يَعْلَمُ مَا بَلَّغُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يُخْرُجُ سوره سبأ آيت ٢.
- ٨٨” ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ - سورة سجده آيت ٨.
- ٨٩” رَبِّ بَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ سورة شعراء آيت ٨٣.
- ٩٠”قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا. سورة شمس آيت ١٠، ٩٠.
- ٩١” وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا“ سورة شمس آيت ١٠.
- ٩٢” لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ. سورة شوری آيت ١١.
- ٩٣” وَلَوْ يَسْأَلُ اللَّهُ الرَّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَعَثُوا فِي... سورة شوری آيت ٢٧.
- ٩٤” وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا ... سورة شوری آيت ٣٠.
- ٩٥”... رَبِّ اغْفِرْ لِي وَبِبْ لِي مُلْكًا لَا... سورة ص آيت ٣٥.
- ٩٦” إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ -“ سورة صافات آيت ٣٥.
- ٩٧” إِنُّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ.“ سورة صافات آيت ١٢٢.
- ٩٨” سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَبَارُوقَ“ سورة صافات آيت ١٢٠.
- ٩٩” يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ “ سورة طه آيت ١٠٩.
- ١٠٠” خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ “ سورة علق آيت ٢.
- ١٠١” إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ... سورة عنكبوت آيت ٤٥.
- ١٠٢”... اذْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ...“ سورة غافر آيت ٦٠.
- ١٠٣” وَقَالَ رَبُّكُمْ اذْعُونِي أَسْتَجِبْ ... سورة غافر (مومن) آيت ٦٠.
- ١٠٤” قَلَّيْهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا“ سورة فاطر آيت ١٠.
- ١٠٥” وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ... سورة فاطر آيت ٧.
- ١٠٦” يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَ... سورة فاطر آيت ١٥.
- ١٠٧” مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ ... سورة فتح آيت ٢٩.
- ١٠٨” وَبِاللَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ... سورة فتح آيت ١٤.
- ١٠٩” إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا ... سورة فرقان آيت ٧٠.
- ١١٠”... فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ ... سورة فرقان آيت ٧٠.
- ١١١” قُلْ مَا يَعْجَبُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ. سورة فرقان آيت ٧٧.
- ١١٢” وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا - سورة فرقان آيت ٥٤.
- ١١٣” إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ... سورة فصلت آيت ٨.
- ١١٤” ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَبَيَّ دُخَانٌ...“ سورة فصلت آيت ١١.
- ١١٥” حَتَّىٰ إِذَا مَا جَانُوبًا نَسِبَدَ عَلَيْهِمْ... سورة فصلت آيت ٢٠، ٢١.
- ١١٦” مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ.“ سورة ق آيت ١٨.
- ١١٧” وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَتَعَلَّمَ مَا ... سورة ق آيت ١٦.
- ١١٨” إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ... سورة قصص آيت ٧٦.
- ١١٩” أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا... سورة قصص آيت ٥٤.
- ١٢٠” تِلْكَ الدَّارُ الْأَخْرَىٰ نَجَعَلَهَا ... سورة قصص آيت ٨٣.
- ١٢١”... رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ... سورة قصص آيت ٢٤.
- ١٢٢” إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ... سورة كهف آيت ٣٠.
- ١٢٣” مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَ... سورة كهف آيت ٥١.
- ١٢٤” إِنَّا أَنْزَلْنَا النَّوْرَةَ فِيهَا بُدْءُ نُورٍ “ سورة مائدة آيت ٤٤.
- ١٢٥” تِلْكَ الدَّارُ الْأَخْرَىٰ ...“ سورة قصص آيت ٨٣.
- ١٢٦” عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ...“ سورة مائدة آيت ٩٥.
- ١٢٧” فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ ... سورة مائدة آيت ٣٩.
- ١٢٨” قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ. سورة مائدة آيت ١٥.

- ١٢٩” وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا ... سورة مائده آيت ٩.
- ١٣٠” وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي ... سورة مائده آيت ١٨.
- ١٣١” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ... سورة مائده آيت اول.
- ١٣٢” قَوْلِيلٍ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ... سورة ماعون آيت ٤-٤.
- ١٣٣” كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ... سورة مدثر آيت ٣٨-٤٨.
- ١٣٤” يَا أُخْتُ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأً ... سورة مريم آيت ٢٨.
- ١٣٥” كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ... سورة مطففين آيت ١٥.
- ١٣٦” وَيَلِكٌ لِلْمُطَفِّفِينَ... سورة مطففين آيت ١-٧.
- ١٣٧”...لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ... سورة ممتحنه آيت ١.
- ١٣٨” وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ دَكْرٍ أَوْ... سورة غافر(مومن) آيت ٤٠.
- ١٣٩” ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ ... سورة مومنون آيت ١٤.
- ١٤٠” فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ... سورة مومنون آيت ١٠١.
- ١٤١” وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ ... سورة مؤ منون آيت ١١٨.
- ١٤٢” وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ ... سورة مومنون آيت ١٢.
- ١٤٣” وَأَمَا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى ... سورة نازعات آيت ٤٠ و ٤١.
- ١٤٤” إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ“ سورة نجم آيت ٣٢.
- ١٤٥”...إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ“ سورة نحل آيت ٢٣.
- ١٤٦”...إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ“ سورة نحل آيت ٢٣.
- ١٤٧”...فَلَيْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ“ سورة نحل آيت ٢٩.
- ١٤٨”...فَلَنُحْيِيَنَّه حَيٰوةً طَيِّبَةً.“ سورة نحل آيت ٩٧.
- ١٤٩”...فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ“ سورة نحل آيت ٤٩.
- ١٥٠” وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ...“ سورة نحل آيت ٩١.
- ١٥١” وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ... سورة نحل آيت ٧٨.
- ١٥٢” وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ“ سورة نحل آيت ١٩.
- ١٥٣” إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ... سورة نساء آيت ١٠.
- ١٥٤” إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا“ سورة نساء آيت ١٦.
- ١٥٥” إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا“... سورة نساء آيت ٤٣.
- ١٥٦” إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا“... سورة نساء آيت ٤٣.
- ١٥٧” إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا“... سورة نساء آيت ٢٣.
- ١٥٨”...إِنْ تَجَنَّبُوا كِبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ... سورة نساء آيت ٣١.
- ١٥٩” الَّذِينَ يُبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ ... سورة نساء آيت ٣٧.
- ١٦٠” فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا ... سورة نساء آيت ١٧٥.
- ١٦١” وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ“... سورة نساء آيت ٢٥.
- ١٦٢” وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي ... سورة نساء آيت ١٠٠.
- ١٦٣”... رَبِّ لَا تَذَرُ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنْ ... سورة نوح آيت ٢٦.
- ١٦٤” وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ ... سورة نوح آيت ١٦.
- ١٦٥” وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا“... سورة نوح آيت ١٤.
- ١٦٦” رَجَالٍ لِأَثْلِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا يَبِيعُ عَنْ ... سورة نور آيت ٣٧.
- ١٦٧” يَوْمَ تَسْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ ... سورة نور آيت ٢٤.
- ١٦٨” وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَرَافِعًا مِنْ ... سورة هود آيت ١١٤.
- ١٦٩” وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ... سورة هود، آيت ٦.
- ١٧٠” الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَابِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا... سورة يس آيت ٤٥.
- ١٧١”...إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا ... سورة يوسف آيت ٥٣.

- ١٧٢”...لَا يَبِينُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ... سورة يوسف آيت ٨٧.
- ١٧٣”رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي ... سورة يوسف آيت ١٠١.
- ١٧٤”...قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ...“ سورة يوسف آيت ١٨.
- ١٧٥”...وَلَا تَبِينُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَبِينُ...“ سورة يوسف آيت ٨٧.
- ١٧٦”...وَيُؤَرْحَمُ الرَّاجِمِينَ“ سورة يوسف آيت ٦٤.
- ١٧٧”...قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ و...“ سورة يونس آيت ٣١.

فهرست احاديث

- أُبَلِّغُ مَا تُسْتَدْرَبُ بِهِ الرَّحْمَةُ أَنْ تُضْمَرَ... حضرت علي عليه السلام إِحْدَرُ مَنْ النَّاسِ ثَلَاثَةٌ: الْخَائِنُ ... حضرت صادق عليه السلام
- إِذَا التَّبَسَّطَ عَلَيْكُمْ الْفِتْنُ... حضرت رسول خدا (ص)
- إِذَا تَابَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ تَوْبَةً نَصُوحًا ... حضرت امام صادق عليه السلام
- إِذَا تَابَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ تَوْبَةً نَصُوحًا ... حضرت امام صادق عليه السلام
- إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَسْأَلَ رَبَّهُ شَيْئًا... حضرت امام صادق عليه السلام
- إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَأَدْنَبَ دُنْبًا ... حضرت امام صادق عليه السلام
- إِذَا رَغِبْتَ فِي صَلَاحِ نَفْسِكَ... حضرت علي عليه السلام
- إِذَا وَقَعَتِ اللَّفْمَةُ مِنْ حَرَامٍ فِي جَوْفٍ... حضرت رسول خدا (ص)
- إِنْ حَمَّ نَفْسَكَ وَارْحَمَ خَلْقَ اللَّهِ... حضرت رسول خدا (ص)
- إِرْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ غَنِيًّا... حضرت امام صادق عليه السلام
- أَسْأَلُكَ مِنَ الْأَمْالِ أَوْفَقُهَا... حضرت امام زين العابدين (ع)
- اسْتَحْيَ مِنْ اللَّهِ كَمَا تَسْتَحْيِي ... حضرت رسول خدا (ص)
- اسْتِعْمَالَ الْأَمَانَةِ يَزِيدُ فِي الزَّرْقِ... حضرت علي عليه السلام
- إِسْمَحْ يُسْمَخْ لَكَ“ حضرت رسول خدا (ص)
- إِعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ اسْتَتَقَ إِلَيَّ الْجَنَّةَ... حضرت امام سجاد عليه السلام
- أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ إِيْمَانُ بِاللَّهِ... حضرت رسول خدا (ص)
- أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدُّعَاءُ ... حضرت امام محمد باقر (ع)
- أَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ عَثِقَ... حضرت رسول اکرم (ص)
- أَفَهُ الدِّينِ الْحَسَدُ وَالْعَجْبُ ... حضرت امام صادق عليه السلام
- أَفَهُ النَّفْسِ الْوَلِيُّ بِالْدُّنْيَا ... حضرت علي عليه السلام
- إِقْفَعْ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ“... حضرت امام صادق عليه السلام
- الْأَمَانِيُّ تُعْمَى عِيُونَ الْبَصَائِرِ“... حضرت علي عليه السلام
- الْأَمَلُ خَادِعٌ غَارٌ ضَارٌّ“... حضرت علي عليه السلام
- الْأَمَلُ سُلْطَانُ الشَّيَاطِينِ عَلَيَّ... حضرت علي عليه السلام
- الْأَمَلُ كَالسَّرَابِ يَغْرُ مِنْ رَأَاهُ... حضرت علي عليه السلام
- إِلَهِي ! رَضًا بِقَضَائِكَ، صَبْرًا ... حضرت امام حسين عليه السلام
- أَمَاتَ قَلْبِي عَظِيمُ جِنَايَتِي حضرت امام سجاد عليه السلام
- أَمَّا عَلَامَةُ التَّائِبِ فَرْبَعَةٌ... حضرت رسول خدا (ص)
- إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ... حضرت رسول خدا (ص)
- إِنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ... حضرت علي عليه السلام
- إِنَّ الَّذِي يَطْلُبُ مِنْ فَضْلِي يَكْفُ... حضرت امام رضا عليه السلام
- إِنْتَقَمَ مِنْ جِرْصِكَ بِالْفَنُوعِ ... حضرت علي عليه السلام
- إِنَّ نَفْوَى اللَّهِ دَوَاءٌ دَاءٌ قُلُوبِكُمْ ... حضرت علي عليه السلام

إِنَّ التَّوَّاصِعَ يَزِيدُ صَاحِبَهُ رِفْعَةً... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ الْحَسَدَ يَا كُلَّ الْإِيمَانَ كَمَا ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَصَابَ مَالًا مِنْ... حضرت امام محمد باقر (ع)
 إِنَّ الرَّجُلَ يُذْنِبُ الذَّنْبَ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ أَرَدْتَ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنُكَ وَتَنَالَ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ الرَّفْقَ لَمْ يُوضَعْ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ أَسْرَعَ الْخَيْرِ ثَوَابُ الْبِرِّ وَأَنَّ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لِيُفْسِدَ الْعَمَلَ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَخَلَّى بِسَيِّئِهِ فِي... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ الْعَبْدَ لِيُذْعُو قِيْقُولَ اللَّهِ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ الْعَبْدَ لِيَمْسِي فِي حَاجَةٍ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ الْعَبْدَ لِيُؤْمَرُ بِهِ إِلَى النَّارِ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ أَعْظَمَ الْمُتَوَبَةِ مَتَوَبَةٌ ... حضرت علي عليه السلام
 إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِبْدًا مَنْ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ فِي جَهَنَّمَ لَوَادِيًّا لِلْمُتَكَبِّرِينَ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ كَانَ الْخَلْفَ مِنَ اللَّهِ عَزَّ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ أَكْثَرَ خَطِيئَاتِ ابْنِ آدَمَ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّكَ لَنْ يَتَّقَلَ مِنْ ... حضرت علي عليه السلام
 إِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةٌ ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مَائَةٌ ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنْتَى... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَرَّمَ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْجَنَّةَ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: لَا يَزَالُ عَبْدٌ... حضرت رسول خدا(ص)
 إِنَّ مِنَ الْغُرَّةِ بَالِغٌ أَنْ يُصِيرَ... حضرت علي عليه السلام
 أَوْحَشُ الْوَحْشَةِ قَرِيبُ السُّوءِ... حضرت رسول خدا(ص)
 أَوْصِيكُمْ بِالصَّلَاةِ وَحَفِظْهَا،... حضرت علي عليه السلام
 آه مِنْ قَلْبِ الزَّادِ وَبُعْدِ السَّفَرِ ... حضرت علي عليه السلام
 آيَاتُ الْقُرْآنِ خَزَائِنٌ فَكَلِّمْنَا... حضرت امام سجاد عليه السلام
 إِيَّاكُمْ وَالْكَسَلُ إِنَّ رَبَّكُمْ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِيَّاكَ وَعِدْوَةَ الرَّجَالِ؛... حضرت امام صادق عليه السلام
 إِيَّاكَ وَمُصَاحِبَةَ الشَّرِيرِ فَإِنَّهُ ... حضرت امام محمد تقی (ع)
 يَنْسُ الْعَبْدُ عَبْدًا هَمَزَةً لَمَزَةً... حضرت امام محمد باقر (ع)
 يَنْسُ الْعَرِيمُ النَّوْمَ؛ يُنْفِي قَصِيرَ ... حضرت علي عليه السلام
 بِالْعَفْوِ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ... حضرت علي عليه السلام
 الْبَخِيلُ مَنْ بَخِلَ بِمَا أَفْتَرَضَ ... حضرت امام موسى كاظم (ع)
 الْبِدَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَفِي النَّارِ... حضرت امام صادق عليه السلام
 بُكَاءُ الْعُيُونِ وَخَشْيَةُ الْقُلُوبِ... حضرت علي عليه السلام
 تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ... حضرت رسول خدا(ص)

تَعَرَّضَ لِلرَّحْمَةِ وَعَفْوِ اللَّهِ... حضرت امام باقر عليه السلام
تَعَرَّضُوا لِرَحْمَةِ اللَّهِ بِمَا... حضرت رسول خدا (ص)
التَّقْرِيطُ مُصِيبَةُ الْقَادِرِ... حضرت على عليه السلام
التَّوَاضِعُ أَنْ تَرْضَى مِنْ... حضرت امام صادق عليه السلام
ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ يَكُنْ... حضرت رسول خدا (ص)
ثَلُثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَتْ... حضرت رسول خدا (ص)
ثَمَرَةُ التَّقْرِيطِ النَّدَامَةُ... حضرت على عليه السلام
ثَمَرَةُ الْعَقْلِ مُدَارَاةُ النَّاسِ... حضرت على عليه السلام
ثَمَنُ الْجَنَّةِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ... حضرت على عليه السلام
ثَوَابُ الْجِهَادِ أَكْثَرُ ثَوَابِ... حضرت على عليه السلام
ثَوَابُ الصَّبْرِ أَعْلَى الثَّوَابِ... حضرت على عليه السلام
ثَوَابُ عَمَلِكُمْ أَفْضَلُ مِنْ... حضرت على عليه السلام
الْجَابِلُ صَخْرَةٌ لَا يَنْفَجِرُ مَاوَاهَا... حضرت على عليه السلام
الْجَابِلُ لَا يَعْرِفُ تَقْصِيرَهُ... حضرت على عليه السلام
الْجَابِلُ مَيِّتٌ وَإِنْ كَانَ حَيًّا... حضرت على عليه السلام
جَعَلَ اللَّهُ جَلَّ تَنَاوُهُ فُرَّةً... حضرت رسول خدا (ص)
الْجَنَّةُ غَايَةُ السَّائِقِينَ وَالنَّارُ... حضرت على عليه السلام
وَأَيْمُ اللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ... حضرت رسول خدا (ص)
الْجَهْلُ أَدْوَى الدَّاءِ... حضرت على عليه السلام
الْجَهْلُ دَاءٌ وَعِيَاءٌ... حضرت على عليه السلام
الْجَهْلُ مُمِيتٌ الْأَحْيَاءِ... حضرت على عليه السلام
أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ... حضرت امام باقر عليه السلام
حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْمَنَانِ... حضرت رسول خدا (ص)
حُسْنُ الْخُلُقِ يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ... حضرت امام صادق عليه السلام
حُسْنُ الظَّنِّ أَنْ تُخْلِصَ الْعَمَلَ... حضرت على عليه السلام
حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ أَنْ لَا تَرْجُوَ إِلَّا اللَّهَ... حضرت امام صادق عليه السلام
حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ مِنْ عِبَادَةِ اللَّهِ... حضرت رسول خدا (ص)
أَحْسَنُ الْعَدْلِ نُصْرَةُ الْمَظْلُومِ... حضرت على عليه السلام
حُقَّتْ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُقَّتْ... حضرت رسول خدا (ص)
الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ... حضرت امام صادق عليه السلام
خَصَلْتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُسْلِمٍ... حضرت رسول خدا (ص)
خَصَلْتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ... حضرت رسول خدا (ص)
الْخَلْقُ عِيَالِي فَأَحْبُّهُمْ إِلَيَّ أَلْفَهُمْ... الله عز وجل (حديث قدسي)
خَيْرُ الْعِبَادَةِ قَوْلُ لَأِلَهَ إِلَّا اللَّهُ... حضرت رسول خدا (ص)
دَارُ النَّاسِ تَسْتَمْتِعُ بِإِخَائِهِمْ... حضرت على عليه السلام
دَعَا اللَّهُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا بِأَبَائِهِمْ... حضرت امام صادق عليه السلام
الدُّعَاءُ مَخُ الْعِ بَادَةٌ... حضرت رسول خدا (ص)
الدُّعَاءُ مَفَاتِيحُ النَّجَاحِ... حضرت امام باقر عليه السلام
دُمٌ عَلَى الطَّهَارَةِ يُوسَعُ... حضرت رسول خدا (ص)
دَوَامُ الْعَقْلِ يُعْمَى الْبَصِيرَةَ... حضرت على عليه السلام
دَوَاءُ النَّفْسِ الصَّوْمُ عَنِ الْهَوَى... حضرت على عليه السلام
الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّهُمْ... حضرت رسول خدا (ص)
رَأْسُ الْجَهْلِ مُعَادَاةُ النَّاسِ... حضرت على عليه السلام

الرَّاضِي لِأَيْسَخَطَ عَلَى سَيِّدِهِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 رَأْسُ الْآفَاتِ الْوَلَهُ بِاللَّذَاتِ... حضرت علي عليه السلام
 رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ ... حضرت رسول خدا (ص)
 رَجَمَ اللَّهُ امْرَأَةً سَهْلَ الْبَيْعِ،... حضرت رسول خدا (ص)
 رَحْمَةُ الضُّعْفَاءِ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ... حضرت علي عليه السلام
 رَأَيْتُ الْخَيْرَ كُلَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ فِي ... حضرت امام سجاد عليه السلام
 سَبَبُ صَلَاحِ النَّفْسِ الْعُزُوفُ عَنْ... حضرت علي عليه السلام
 سَبَبُ صَلَاحِ النَّفْسِ الْوَرَعُ... حضرت علي عليه السلام
 سَيِّئَةٌ لِأَتَكُونَ فِي الْمُؤْمِنِينَ: الْعُسْرُ... حضرت امام صادق عليه السلام
 سُكْرُ الْعَقْلَةِ وَالْعُرُورُ أُبْعِدُ إِفَاقَهُ ... حضرت علي عليه السلام
 سُوءُ الْخُلُقِ شَرُّ قَرِينٍ حَضَرَتْ عَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
 سَيِّدُ الْأَعْمَالِ ثَلَاثُ خِصَالٍ: ... حضرت رسول خدا (ص)
 شَافِعُ الْمُدْنِبِ إِفْرَارُهُ وَتَوْبَتُهُ ... حضرت علي عليه السلام
 شَرُّ الرُّوَايَةِ رِوَايَةُ الْكِذْبِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 الشَّرْفُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ... حضرت علي عليه السلام
 شُكْرُ النِّعْمَةِ اجْتِنَابُ الْمَخَارِمِ... حضرت امام صادق عليه السلام
 صَاحِبِ الْحُكْمَاءِ وَجَالِسِ... حضرت علي عليه السلام
 الصَّبْرُ ثَلَاثَةٌ: صَبْرٌ عِنْدَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 الْأَصْدَقُ أَمَانَةٌ وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ... حضرت علي عليه السلام
 الْأَصْدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِينَ نَوْعًا مِنْ... حضرت رسول خدا (ص)
 صَلَاحُ النَّفْسِ مُجَاهَدَةُ الْهَوَى... حضرت علي عليه السلام
 الصَّلَاةُ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ... حضرت علي عليه السلام
 الصَّلَاةُ عَمُودُ الدِّينِ وَفِيهَا... حضرت رسول خدا (ص)
 الصَّلَاةُ قُرْبَانٌ كُلُّ تَقَى... حضرت علي عليه السلام
 الصَّلَاةُ مِنْ شَرَايِعِ الدِّينِ... حضرت رسول خدا (ص)
 طَلَبُ الْخَلَالِ الْجِهَادُ حَضَرَتْ رَسُولُ خُدا (ص)
 طَلَبُ الْخَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 طَلَبُ الْخَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى ... حضرت رسول خدا (ص)
 الطَّمَعُ سَجِيَّةٌ سَيِّئَةٌ... حضرت امام علي نقی (ع)
 طُوبَى لِصُورَةٍ نَظَرَ اللَّهُ... حضرت رسول خدا (ص)
 طُوبَى لِمَنْ تَرَكَ شَهْوَةً ... حضرت رسول خدا (ص)
 طُوبَى لِمَنْ عَصَى فِرْعَوْنَ بَوَاهُ ... حضرت علي عليه السلام
 الْعِبَادَةُ عَشْرَةٌ أَجْزَاءٌ تَسَعُهُ... حضرت رسول خدا (ص)
 عِبْدِي! أَطْعِنِي حَتَّى ... الله عز و جل (حديث قدسی)
 أَعْدَى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 الْعِزُّ رِذَاءُ اللَّهِ وَالْكَبِيرُ إِزَارُهُ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 عَشْرٌ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ... حضرت امام باقر عليه السلام
 أَعْلَى الْأَعْمَالِ إِخْلَاصُ الْإِيمَانِ ... حضرت علي عليه السلام
 عَلَيْنَاكَ بِالتَّوَّاضِعِ فَإِنَّهُ مِنْ أَعْظَمِ ... حضرت علي عليه السلام
 عَلَيْنَاكَ بِالدُّعَاءِ؛ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً ... حضرت امام صادق عليه السلام
 عَلَيْنَاكَ بِالدُّعَاءِ لِإِخْوَانِكَ بِظَهْرٍ... حضرت امام باقر عليه السلام
 الْعَمَلُ شِعَارُ الْمُؤْمِنِ... حضرت علي عليه السلام
 أَعُوذُ بِكُمْ مِنْ دُنْيَا تَمْتَعُ خَيْرَ ... حضرت امام صادق عليه السلام

الْعَقْلَةُ تَرْكُكَ الْمَسْجِدِ وَ ... حضرت امام حسين عليه السلام
 أَغْنَى النَّاسَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لِلْجِرْصِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 أَلْغِيْرَةُ الشَّدِيْبَةُ عَلَي حَرَمِكَ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 الْفَاجِرُ الرَّاجِي لِرَحْمَةِ اللهِ تَعَالَى ... حضرت رسول خدا (ص)
 فَإِذَا التَّبَسَّتْ عَلَيْكُمُ الْفِتْنُ كَقَطْعٍ ... حضرت رسول خدا (ص)
 فَإِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ فَعَلَيْكُمْ بِالْذُّعَاءِ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 فَجَعَلَ اللهُ الْإِيْمَانَ تَطْهِيْرًا ... حضرت فاطمه سلام الله عليها
 فَطَوْبَى لِمَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ عَمَلُهُ ... حضرت على عليه السلام
 قَدْ نَابَدَنِي مَنْ أَذَلَ عِبْدِي الْمُؤْمِنَ " حضرت رسول خدا (ص)
 أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ إِلَى الْكُفْرِ حضرت امام باقر و امام صادق (ع)
 أَقْلُ النَّاسِ مُرُوَّةٌ مَنْ كَانَ كَاذِبًا ... حضرت رسول خدا (ص)
 قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ تَمُنُّ الْجَنَّةَ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 قِيَامُ اللَّيْلِ مَصْحَةُ الْبَدَنِ وَرَضَى ... حضرت على عليه السلام
 كَانَ أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا أُحْزِنَهُ أَمْرٌ ... امام صادق عليه السلام
 أَكْثَرُ مَا تَلَجُّ بِهِ أُمَّتِي النَّارَ الْأَجْوْفَانِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 كَثْرَةُ الْأَكْلِ مِنَ الشَّرِّهِ، وَالشَّرُّهُ شَرٌّ ... حضرت على عليه السلام
 كَلَامُ الْمُتَّقِينَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْيِ مِنَ السَّمَاءِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 أَكَلْتُ عَلَيٍّ مِنْ تَمْرٍ دَقَلٍ ... امام صادق عليه السلام
 كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُذَكَّرُ بِسْمِ اللهِ فِيهِ ... حضرت رسول خدا (ص)
 كُنْ بِالْعَمَلِ بِالنَّفْوَى أَشَدَّ اهْتِمَامًا ... حضرت رسول خدا (ص)
 كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ كَأَنَّكَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 كُونا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمُظْلَمِ عَوْنًا ... حضرت على عليه السلام
 الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 كَيْفَ يَسْتَطِيعُ عَلَي صِلَاحِ نَفْسِي ... حضرت على عليه السلام
 كَيْفَ يَكُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا وَهُوَ ... امام حسن عليه السلام
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ ... امام رضا عليه السلام
 أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايِرِ؟ قُلْنَا ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا تَدَابِرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا تَعْتَرِزَنَّ بِاللَّهِ وَلَا تَعْتَرِزَنَّ بِصِلَاحِكَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 لِأَسْوَأِ أَسْوَأٍ مِنَ الْكِذْبِ ... حضرت على عليه السلام
 أَلَا مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ... حضرت رسول خدا (ص)
 أَلَا وَإِنَّ لِلَّهِ أَوَانِي فِي أَرْضِي ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا وَحْشَةَ أَوْ حَشٍ مِنَ الْعُجْبِ شَوْءٍ ... حضرت على عليه السلام
 لَا وَاللَّهِ مَا أَرَادَ اللهُ مِنَ النَّاسِ ... امام محمد باقر عليه السلام
 لَا يَجْتَمِعُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا فِي ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيْمَانِ ... حضرت على عليه السلام
 لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِي قَلْبِهِ ... امام محمد باقر عليه السلام
 لَا يُرَدُّ دُعَاءُ أَوْلَاهُ " بِسْمِ اللهِ ... امام كاظم عليه السلام
 لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَذْكُرُ ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَجْلِسَ ... امام صادق عليه السلام
 لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ ... حضرت رسول خدا (ص)
 لَوْ كَانَ الرَّفْقُ خَلْقًا يُرَى مَا ... حضرت رسول خدا (ص)

لَوْ مَاتَ مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ... مام سجاد عليه السلام
الله تَعَالَى أَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ رَسُولِ خِدا (ص)
لَيْسَ شَيْءٌ أَضْرَ لِقَلْبٍ ... امام صادق عليه السلام
لِي مَعَ اللهُ وَقْتُ لَا يَسْغُنِي ... حضرت رسول خدا (ص)
مَا اجْتَمَعَ أَرْبَعَةٌ قَطُّ عَلَى أَمْرٍ ... مام صادق عليه السلام
مَا جَزَاءُ مَنْ أَنْعَمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ... حضرت رسول خدا (ص)
مَا رَأَيْتُ شَيْئاً إِلَّا وَرَأَيْتُ اللهُ ... حضرت على عليه السلام
مَا سَتَرَ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا إِلَّا... حضرت رسول اكرم (ص)
مَا كَادَ جِبْرَيْلُ يَأْتِينِي إِلَّا قَالَ... حضرت رسول اكرم (ص)
مَا لِي لَا أَرَى عَلَيْكُمْ خَلَاوَةَ الْعِبَادَةِ... حضرت رسول خدا(ص)
مَا مِنْ أَحَدٍ دَبَمَهُ أَمْرٌ ... امام موسى كاظم عليه السلام
مَا مِنْ شَيْءٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ ... امام باقر عليه السلام
مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَلَهُ كَيْلَاوٌ ... حضرت امام صادق عليه السلام
مَا مِنْ شَيْءٍ أَكْبَرُ مِنْهُ إِلَّا... حضرت امام صادق عليه السلام
مَا مِنْ صَلَاةٍ يَحْضُرُ وَقْتَهَا ... حضرت رسول خدا(ص)
مَا مِنْ مَكْرُوبٍ يَدْعُو بِهِذَا ... حضرت رسول خدا (ص)
مُدَارَاةُ الرَّجَالِ مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ... حضرت على عليه السلام
يَا مُوسَى! أَسْكَرْنِي حَقَّ سُكْرِي... حضرت امام صادق عليه السلام
الْمُدَاوِمَةُ الْمُدَاوِمَةُ إِنْ أَلَّفَ اللهُ... حضرت على عليه السلام
أَمْرِي رَبِّي بِمُدَارَاةِ النَّاسِ... حضرت رسول خدا(ص)
أَمْرُهُ قِضَاءٌ وَحِكْمَةٌ، وَرِضَاءٌ... حضرت على عليه السلام
مُعَادَاةُ الرَّجَالِ مِنْ شَيْمِ الْجَهَالِ “ حضرت على عليه السلام
مَعْرِفَتِي بِالنُّورِ نَبِيَّةٌ مَعْرِفَةُ اللهِ“ حضرت على عليه السلام
الْمُقَرَّبُ بِالذَّنْبِ تَانِبٌ“ حضرت على عليه السلام
مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْمُحَارَبَةِ“ حضرت بيغمبر اكرم(ص)
مَنْ أُتِيَ أَنْهُ يُفَارِقُ الْأَحْبَابَ ... حضرت على عليه السلام
مَنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ، حضرت على عليه السلام
مَنْ تَابَ اللهُ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ... حضرت رسول خدا (ص)
مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَيْبَرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ... الله جل جلاله(حديث قدسي)
مَنْ تَنَزَّرَ عَنْ حُرْمَاتِ اللهِ سَارَعَ ... حضرت على عليه السلام
مَنْ حَسُنَ إِسْلَامُ الْمَرْءِ تَرَكَ ... حضرت رسول اكرم(ص)
مَنْ حَسَنَ بَرَّهُ أَهْلَ بَيْتِهِ ... حضرت امام صادق عليه السلام
مَنْ أَخَذَ لِلْمَظْلُومِ مِنَ الظَّالِمِ كَان ... حضرت رسول خدا(ص)
مَنْ خَرَجَ مِنْ عَيْنِي مِثْلُ ... حضرت رسول خدا(ص)
مَنْ دَخَلَ الْعُجْبُ بِلَيْكَ “ حضرت امام صادق عليه السلام
مَنْ أَرَادَ أَنْ يَعِيشَ حُرًّا ... حضرت على عليه السلام
مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ حضرت رسول خدا(ص)
مَنْ رَضِيَ مِنَ اللهِ بِمَا قَسَمَ لَهُ ... حضرت على عليه السلام
مَنْ زَهَدَ فِي الدُّنْيَا أَثْبَتَ اللهُ ... حضرت امام صادق عليه السلام
مَنْ أَصْبَحَ لَا يَهْتَمُّ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ ... حضرت رسول خدا(ص)
مَنْ عَامَلَ النَّاسَ وَلَمْ يَطْلُبْهُمْ، ... حضرت امام صادق عليه السلام
مِنْ غَلَامَاتِ النَّفَاقِ: فَسَاوَةُ الْقَلْبِ ... حضرت امام صادق عليه السلام
مَنْ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الْعَقْلَةُ مَاتَ قَلْبُهُ“... حضرت امير المومنين(ع)

مَنْ فَرَطَ تَوَرَّطَ، ضرت امام صادق عليه السلام
 مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصاً تَخَلَّ ... امام صادق عليه السلام
 مَنْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ صَلَاةً وَاحِدَةً ... امام صادق عليه السلام
 مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً ... امام صادق عليه السلام
 مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً، ... حضرت رسول اكرم (ص)
 مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَابِ لِأَوْلِيَاءِ اللَّهِ ... حضرت امام صادق عليه السلام
 مَنْ قَنَعَ بِمَا رَزَقَهُ اللَّهُ ... امام صادق عليه السلام
 مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ... حضرت على عليه السلام
 مَنْ كَثُرَ أَكْلُهُ قَلَّتْ صِحَّتُهُ ... حضرت على عليه السلام
 مَنْ كَثُرَ طَعَامُهُ سَقَمَ بَطْنُهُ ... ضرت على عليه السلام
 مَنْ أَكَلَ لُقْمَةً مِنْ حَرَامٍ لَمْ تُقْبَلْ ... حضرت رسول خدا (ص)
 مَنْ أَكَلَ مِنْ كَدِّ يَدَيْهِ كَانَ يَوْمٌ ... حضرت رسول خدا (ص)
 مَنْ لَمْ يَرْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ... ضرت امام صادق عليه السلام
 مَنْ مَاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئاً ... حضرت رسول خدا (ص)
 مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ حَقٌّ ... حضرت رسول خدا (ص)
 مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِراً أَوْ تَرَكَ مُعَاجِلْتَهُ ... حضرت رسول خدا (ص)
 مَنْ أَبَانَ لِي وَلِيّاً فَقَدْ أَرْضَدَ ... ضرت رسول خدا (ص)
 مُوَاسَاةُ الْأَخِ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ... حضرت على عليه السلام
 النَّائِمُ بِمَكَّةَ كَأَلْمُجْتَبِدٍ ... حضرت امام باقر عليه السلام
 أَنَا الْجَابِلُ عَصِيْبَتِكَ بِجَهْلِي ... ضرت على عليه السلام
 أَنَا مَلِكٌ حَتَّى لَا أَمُوتَ أَبَدًا، عِبْدِي ... لله جل جلاله (حديث قدسي)
 أَنْتَ رَجُلٌ قَدْ قَدِّتَكَ ... حضرت على عليه السلام
 وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ بَشِيرًا لَا يُعَذَّبُ ... ضرت رسول اكرم (ص)
 وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، لَا يُحْسِنُ ... حضرت رسول اكرم (ص)
 أَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَلَى نَبِيِّ ... حضرت امام رضا عليه السلام
 وَقَدَّرَ الْأَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَقَلَّلَهَا ... ضرت على عليه السلام
 وَآتَيْنَا بِالذِّكْرِ الْخَفِيِّ وَ ... ضرت امام باقر عليه السلام
 وَلَوْ حَرَصْتُ أَنَا وَالْعَادُونَ مِنْ ... ضرت امام حسين عليه السلام
 وَمَنْ دَرَفَتْ عَيْنَاهُ مِنْ حَسْبِيَةِ اللَّهِ ... حضرت رسول اكرم (ص)
 وَيْلٌ لِمَنْ غَابَتْ عَلَيْهِ الْعُقْلَةُ فَنَسِيَ ... حضرت على عليه السلام
 يَا بَنِي جُنْدَبٍ! إِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تُجَاوِرَ ... امام صادق عليه السلام
 يَا عَلِيُّ إِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُونَ ... ضرت رسول اكرم (ص)
 يَا عَلِيُّ أَنْهَاكَ عَنْ ثَلَاثٍ ... ضرت رسول اكرم (ص)
 يَا عَلِيُّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ أَصْبَحَ ... حضرت رسول اكرم (ص)
 يَا كَمِيلُ! لَيْسَ الشَّأْنُ أَنْ تُصَلِّيَ ... حضرت امير المؤمنين ()
 يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُخْلِصْ ... حضرت رسول اكرم (ص)
 الْيَأْسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ أَشَدُّ بَرْدًا ... حضرت امام صادق عليه السلام
 يَقُولُ رَبُّكُمْ: يَا بَنِي آدَمَ، تَقَرَّعْ ... ضرت رسول اكرم (ص)
 يَقُولُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ ... حضرت رسول اكرم (ص)
 أَيُّكُونُ لَغَيْرِكَ مِنَ الظُّهُورِ مَا لَيْسَ ... ضرت امام حسين عليه السلام

فهرست منابع و مآخذ

- ۱- ختصاص، شیخ مفید، کنگره شیخ مفید، قم، ۱۴۱۳ هـ.ق.
- ۲- ربیعین، شیخ بهائی.
- ۳- رشاد، شیخ مفید، کنگره شیخ مفید، قم، ۱۴۱۳ هـ.ق.
- ۴- سنبصار، شیخ طوسی، دارالکتب الاسلامیه، تهران، ۱۳۹۰ هـ.ق.
- ۵- سرار الآیات، صدر المتألهین.
- ۶- اسفار، صدر المتألهین.
- ۷- اسلام و هیئت، سید هبةالدين شهرستانی.
- ۸- افق دانش، ترجمه مقالات خارجی.
- ۹- اقبال الاعمال، سید ابن طاووس، دارالکتب الاسلامیه، تهران، ۱۳۶۷ هـ.ق.
- ۱۰- الستین الجامع.
- ۱۱- المیزان، علامه طباطبائی.
- ۱۲- الهی نامه، عطار نیشاپوری.
- ۱۳- امالی، شیخ صدوق، کتابخانه اسلامی، ۱۳۶۲.
- ۱۴- امالی، شیخ طوسی، دار الثقافة، قم، ۱۴۱۳ هـ.ق.
- ۱۵- امالی، شیخ مفید، کنگره شیخ مفید، قم، ۱۴۱۳ هـ.ق.
- ۱۶- انجیل برنابا.
- ۱۷- انیس اللیل، آیت الله شیخ محمد رضا کلیاسی، روح، سوم.
- ۱۸- بحار الانوار، علامه مجلسی، الوفاء، بیروت، ۱۴۰۴ هـ.ق.
- ۱۹- بحر الحقایق، تفسیر سوره یوسف.
- ۲۰- بحر المعارف، ملا عبدالصمد همدانی.
- ۲۱- بلدالامین، ابراهیم بن علی عاملی کفعمی، چاپ سنگی.
- ۲۲- بوستان، سعدی شیرازی.
- ۲۳- تحف العقول، حسن بن شعبه حرانی، جامعه مدرسین، قم، ۱۴۰۴ هـ.ق.
- ۲۴- تذکره، ابن جوزی.
- ۲۵- تذکره الاولیاء، عطار نیشاپوری.
- ۲۶- تفسیر ابوالفتوح، ابوالفتوح رازی.
- ۲۷- تفسیر برهان، سید هاشم بحرانی.
- ۲۸- تفسیر روح البیان، اسماعیل حقی بروسوی.
- ۲۹- تفسیر صافی، فیض کاشانی، الاعلمی، بیروت.
- ۳۰- تفسیر عیاشی، عیاشی، مکتبۃ العلمیة الاسلامیة.
- ۳۱- تفسیر فاتحةالکتاب، یکی از علمای عصر فیض کاشانی، انجمن حکمت و فلسفه ایران.
- ۳۲- تفسیر قمی، علی بن ابراهیم قمی، الاعلمی، بیروت.
- ۳۳- تفسیر کشف الاسرار، مبینی.
- ۳۴- تفسیر معین، هویدی.
- ۳۵- تفسیر نمونه، مکارم شیرازی، دارالکتب الاسلامیه.
- ۳۶- تفسیر نور الثقلین، حویزی، اسماعیلیان.
- ۳۷- تفسیر نیشاپوری، نیشاپوری.
- ۳۸- توحید، شیخ صدوق، حیدری، اول.
- ۳۹- توریث.
- ۴۰- تہذیب، شیخ طوسی، دارالکتب الاسلامیه، تهران، ۱۳۶۵.
- ۴۱- ثواب الاعمال، شیخ صدوق، شریف رضی، قم، ۱۳۶۴.
- ۴۲- جامع احادیث شیعہ، آیت الله بروجردی.
- ۴۳- جامع الاخبار، تاج الدین شعیری، رضی، قم، ۱۳۶۳.

- ۴۵- حکمت متعالیه، صدر المتالیهین۔
- ۴۶- دانستنیهای جهان علم، ترجمه احمد آرام۔
- ۴۷- دعوات، قطب الدین رواندی، مدرسہ امام مہدی (عج)، قم، ۱۴۰۷ھ ق۔
- ۴۸- دیوان اسرار، حاج ملاہادی سبزواری۔
- ۴۹- دیوان اشعار، الہی قمشہ ای۔
- ۵۰- دیوان اشعار، سنائی غزنوی۔
- ۵۱- دیوان اشعار، عطار نیشاپوری۔
- ۵۲- دیوان اشعار، ہاتف اصفہانی۔
- ۵۳- دیوان حافظ۔
- ۵۴- دیوان سعدی شیرازی۔
- ۵۵- دیوان شمس، مولوی۔
- ۵۶- دیوان فیض کاشانی۔
- ۵۷- دیوان ہمای شیرازی۔
- ۵۸- ربیع الآثار، آیت اللہ حاج شیخ علی اکبر برہان۔
- ۵۹- رجال کشی، محمد بن عمر کشی، دانشگاه مشهد، ۱۳۴۸۔
- ۶۰- رسائل، سیدمرتضی، سیدالشہداء، اول۔
- ۶۱- روضۃ المتقین، محمد تقی مجلسی۔
- ۶۲- روضۃ المذنبین، احمد جام۔
- ۶۳- روضۃ الواعظین، محمد بن حسن فتال نیشاپوری، رضی، قم۔
- ۶۴- زاد المعاد، علامہ مجلسی۔
- ۶۵- زبور۔
- ۶۶- زینۃ المجالس، قاضی نور اللہ شوشتری۔
- ۶۷- سفینۃ البحار، حاج شیخ عباس قمی۔
- ۶۸- شافی، فیض کاشانی۔
- ۶۹- شرح صحیفہ، سید نعمت اللہ جزائری۔
- ۷۰- صافی، فیض کاشانی۔
- ۷۲- صحیفہ سجادیہ۔
- ۷۳- عدۃ الداعی، ابن فہد حلّی، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ ق۔
- ۷۴- عرشیہ، صدر المتالیهین۔
- ۷۵- علل الشرائع، شیخ صدوق، مکتبۃ الداوری، قم۔
- ۷۶- علم اخلاق، دکتور مہدی بامداد۔
- ۷۷- علم الیقین، فیض کاشانی۔
- ۷۸- عوالی اللالی، ابن ابی جمہور احسانی، سیدالشہداء، قم، ۱۴۰۵ھ ق۔
- ۷۹- عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، جہان، ۱۳۷۸۔
- ۸۰- غرر الحکم، عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی، دفتر تبلیغات، قم، ۱۳۶۶۔
- ۸۱- فرہاد و شیرین، وحشی بافقی۔
- ۸۲- قصص الانبیاء، ثعلبی۔
- ۸۳- قلب سلیم، شہید دستغیب۔
- ۸۴- کافی، ثقۃ الاسلام کلینی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵۔
- ۸۵- کشف الاسرار، میبیدی۔
- ۸۶- کلمۃ اللہ، سید حسن شیرازی۔
- ۸۷- کنز العمال، علی المتقی الہندی، التراث الاسلامی، بیروت، ۱۳۸۹ھ ق۔
- ۸۸- گذشتہ و آئندہ جہان، بی آزار شیرازی، بعثت، سوم۔

- ۸۹- گزیده بفت او رنگ، جامی-
 ۹۰- گناهان کبیره، شهید دستغیب-
 ۹۱- مثنوی معنوی، مولوی-
 ۹۲- مجالس المؤمنین، قاضی نور الله شوشتری-
 ۹۳- مجمع البیان، طبرسی، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت-
 ۹۴- مجموعہ ورام، ورام بن ابی فراس، مکتبۃ الفقیہ، قم-
 ۹۵- محجۃ البیضاء، فیض کاشانی، دفتر انتشارات اسلامی-
 ۹۶- مدارج القدس، غزالی-
 ۹۷- مستدرکات علم الرجال، حاج شیخ علی نمازی شاهرودی، حیدریہ، تہران-
 ۹۸- مستدرک الوسائل، محدث نوری، آل البیت، قم، ۱۴۰۸-
 ۹۹- مشکاة الانوار، ابوالفضل علی طبرسی، حیدریہ، نجف، ۱۳۸۵ھ ق-
 ۱۰۰- مصباح، ابراہیم بن علی عاملی کفعمی- رضی، قم، ۱۴۰۵ھ ق-
 ۱۰۱- مصباح الشریعہ، امام صادق، الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۰ھ ق-
 ۱۰۲- معانی الاخبار، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم، ۱۳۶۱-
 ۱۰۳- مفاتیح الغیب، صدر المتالہین، خواندنیہ، اول-
 ۱۰۴- مقتعہ، شیخ مفید، کنگرہ شیخ مفید، قم، ۱۴۱۳ھ ق-
 ۱۰۵- مکارم الاخلاق، رضی الدین حسن بن فضل طبرسی، شریف رضی، قم-
 ۱۰۶- منازل الآخرہ، حاج شیخ عباس قمی-
 ۱۰۷- مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب، مطبوعۃ العلمیہ، قم-
 ۱۰۸- منطق الطیر، عطار نیشاپوری-
 ۱۰۹- من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم، ۱۴۱۳ھ ق-
 ۱۱۰- منہج الصادقین، ملا فتح اللہ کاشانی-
 ۱۱۱- مواظب العدیہ، مشکینی-
 ۱۱۲- میزان الحکمہ ”مترجم“ محمدی ری شہری، دار الحدیث، دوم، ۱۳۷۹-
 ۱۱۳- نشانہ ہائی از او، سید رضا صدر، بعثت، اول-
 ۱۱۴- نفحات اللیل، آیت اللہ شیخ محمد رضا کلباسی-
 ۱۱۵- نہج البلاغہ-
 ۱۱۶- نیایش امام حسین (ع) در بیابان عرفات، علامہ جعفری-
 ۱۱۷- وافی، فیض کاشانی-
 ۱۱۸- وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، آل البیت، قم، ۱۴۰۹

- [1] بحار الانوار: ۶۶۶۷۱، باب ۱۰، حدیث ۳۲-
 [2] غرر الحکم: ۴۳۱، ذم قرین السوء، حدیث ۹۸۱۶-
 [3] بحار الانوار: ۱۹۸۷۱، باب ۱۴-
 [4] تحف العقول: ۳۱۶-
 [5] غرر الحکم: ۴۳۰، صاحب الحکماء و العلماء حدیث ۹۷۸۹-
 [6] میزان الحکمة: ۱۱۲۴۳، الحرام، حدیث ۱۳۶۶۰-
 [7] مجموعہ ورام: ۶۱۱، باب العتاب، میزان الحکمة: ۱۱۲۴۳، الحرام، حدیث ۱۳۶۶۱-
 [8] بحار الانوار: ۱۲۱۰۰، باب ۱، حدیث ۵۲؛ میزان الحکمة: ۱۱۲۴۳، الحرام، حدیث ۱۳۶۶۳-
 [9] امالی طوسی: ۶۸۰، مجلس ۳۷، حدیث ۱۴۴۷-
 [10] بحار الانوار: ۳۹۴۶۸، باب ۹۲، ذیل حدیث ۶۳-
 [11] کافی: ۳۲۱۲، باب سوء الخلق، حدیث ۱-
 [12] بحار الانوار: ۳۳۸۶۲، باب ۵، حدیث ۳۵-
 [13] غرر الحکم: ۳۶۰، الفصل الرابع البطنة و آثارها: ۸۱۶۸-
 [14] غرر الحکم: ۳۶۱، الفصل الرابع البطنة و آثارها: ۸۱۷۸-

- [15] مستدر ك الوسائل: ٢١١١٦، باب ١، حديث ١٩٦٢٧.
- [16] ميزان الحكمة: ١٣، ٦٥٥٠، النوم، حديث ٢٠٩١٧.
- [17] خصال شيخ صدوق، ج ١ ص ٢٨، ميزان الحكمة: ١٣، ٦٥٥٠، النوم، حديث ٢٠٩١٥.
- [18] غرر الحكم: ١٥٩، حديث ٣٠٣؛ ميزان الحكمة: ١٣، ٦٥٥٠، النوم، حديث ٢٠٩٢٤.
- [19] كافي: ٨٣٢، باب العيادة، حديث ٣.
- [20] كنز العمال: ٤٣٦١٤؛ ميزان الحكمة: ٣٤١٢٧، العيادة، حديث ١١٦٠٨.
- [21] مستدر ك الوسائل ج ٩ ص ١٩، باب استحباب الصمت، حديث ١٠٠٨٥.
- [22] مستدر ك الوسائل ج ٩ ص ١٩، باب وجوب طاعة الله، حديث 12928
- [23] بحار الانوار: ١٦٦٧، باب ٤٣، حديث ٨.
- [24] امالي طوسي: ٤٨١، حديث ١٠٥١؛ ميزان الحكمة: ٣، ١٣١٨، الحاجة، حديث ٤٤٦١.
- [25] كافي: ١٩٢٢، باب قضاء حاجة المؤمن، حديث ١.
- [26] وسائل الشيعه: ٣٥٩١٦، باب استحباب قضاء حاجة المؤمن، حديث ٢١٧٥٨.
- [27] ميزان الحكمة ٩٥٢٢ المحبة (٢) حديث ٣١٢٦.
- [28] كافي: ١٩٩٢، باب السعي في حاجة المؤمن، حديث ١٠.
- [29] تفسير الميزان ج ١٩ ص ١٤٠.
- [30] تحف العقول ص ٢٠.
- [31] ”وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ“
- [32] ” قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ بِدَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا.“
- [33] سورة حجرات آيت ١٣.
- [34] نفحات الليل ص ٢٣٠.
- [35] محجة البيضاء ج ٦ ص ١٩٠، كتاب آفات اللسان.
- [36] سورة بقره آيت ٨٣.
- [37] سورة فصلت، آيت ٣٣.
- [38] سورة انعام آيت ١٥٢.
- [39] سورة شعراء آيت ٨٤.
- [40] سورة اسراء آيت ٢٣.
- [41] سورة طه، آيت ٤٣.
- [42] سورة بقره آيت ١٣٦.
- [43] سورة نساء آيت ٩.
- [44] سورة نساء آيت ٥.
- [45] سورة نساء آيت ٦٣.
- [46] كافي: ٢٨٥، باب وصية الرسول (ص)، حديث ٤.
- [47] سورة بقره آيت ١٨٦.
- [48] سورة غافر آيت ٦٠.
- [49] نور الثقلين، ج ٣ ص ٢٤٩.
- [50] انيس الليل ص ٤٥٣.
- [51] كافي: ٩٥، باب جهاد الرجل و المرأة، حديث ١.
- [52] مناقب ابن شهر آشوب ج ٤ ص ٥١.
- [53] سورة يوسف آيت ٨٧.
- [54] بحار الانوار ج ٤٤ ص ١٨٧، باب ٢٥، حديث ٦.
- [55] روضة المذنبين ص ١٧٠.
- [56] انيس الليل: ٥٣٠.
- [57] سورة اعراف آيت ١٨٠.

تمت بالخير